aazzamm@yahoo.com

صہونیت اور عالمِ اسلام

--------- طارق اسمٰعیل ساگر

★ خلیج کی جنگ کے پس منظر میں لکھی گئی عبرت انگیز تحریر
★ صہونیت کے مکروہ عزائم کا کچا چٹھہ
★ عظیم تر اسرائیل کے ناپاک ارادوں کا احوال
★ یہودیوں کے مستقبل کے گھناؤنے منصوبوں کا تفصیلی تذکرہ

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور 2

قیمت -/125

امیر تیمور گورگان

امیر تیمو
حسینہ تا
کی دلچسپ

Scanned By Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

aazzamm@yahoo.com

"کیا کاکا نے تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"نہیں۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

"تم نے کہا تھا کہ کاکا کی گندی طاقت بھوشن کا ساتھ دینے پر مجبور ہو گئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بھوشن کی گرفتاری اور پھر جیل جانے کے بعد اس نے ہمیں پریشان کرنے کے لیے کئی محاذ کھول دیے ہوں۔"

"لیکن پانڈے اور نرمل تک اس کی رسائی کس طرح ہو گئی۔" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔ "بات اگر صرف بھوشن کی ہوتی تو کاکا اپنی ماورائی قوتوں کو بروئے کار لا کر اس کو رہائی بھی دلوا سکتی تھی۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس بار اس نے طریقہ کار بدل دیا ہو۔" ندیم نے کہا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "پانڈے سے تمہاری گفتگو کس وقت ہوئی تھی۔"

"واپسی کے فوراً بعد۔ پانڈے اس سے پہلے کئی فون کر چکا تھا۔"

"اب نہیں کرے گا۔" ندیم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔" میں نے ندیم کے جواب پر چونک کر پوچھا۔ "اب کیا ہو گیا۔"

"اب پانڈے اس دنیا میں نہیں رہا۔"

"تمہیں یہ اطلاع کہاں سے ملی۔" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"میرے جو آدمی پانڈے کے بنگلے کی نگرانی پر مامور تھے انھوں نے خبر دی ہے۔" ندیم نے پہلو بدل کر گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ان کی اطلاع کے مطابق پانڈے اچانک بھاگتا ہوا گھر سے باہر گیا تھا پھر اس نے بیچ سڑک پر پہنچ کر خود کو گولی مار لی اور اب اس کی لاش پولیس اسپتال کے سرد خانے میں پڑی ہے۔"

"نرمل کا کیا بنا؟ کیا اسے اس حادثے کی اطلاع مل چکی ہے۔"

"ابھی اس کی تصدیق نہیں ہوئی لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ابھی تک بے خبر ہے ورنہ اسپتال جا کر پانڈے کا دیدار کرنے کی کوشش ضرور کرتی۔"

"کیا یہ مناسب ہو گا کہ ہم نرمل کو فون کر کے۔"

"نہیں۔ فی الحال خاموشی ہی بہتر ہے۔" ندیم نے خلا میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔ وہ کسی گہرے خیال میں مستغرق نظر آ رہا تھا۔

✿▼✿

میں دوسرے روز سراج کے دفتر گیا تو وہ خاصا پریشان نظر آ رہا تھا۔ کمرے میں اس کے علاوہ اس کا ایک قابل اعتماد اسسٹنٹ بھی موجود تھا جو مجھ سے اچھی طرح واقف تھا۔ سراج نے ہاتھ ملا کر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر اپنے ماتحت سے بولا۔

"کیا تم نے پڑوس میں رہنے والوں سے بھی معلومات کی تھیں؟"

"یس سر، لیکن ان کا بیان ہے وہ اکثر تین تین، چار چار روز سے اپنے اپارٹمنٹ میں نہیں آتی تھی۔ ایسی صورت میں وہ مقفل ہی رہتا تھا۔"

"اس کے چال چلن کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"پڑوسیوں میں سے کسی کو بھی اس سے کوئی شکایت نہیں ہے، سب ہی اس کی ملنساری کی تعریف کر رہے تھے۔" سب انسپکٹر نے سنجیدگی سے کہا۔ "کم از کم اپنے محلے میں اس کا کردار بے داغ ہی تھا لیکن ایک ادھیڑ عمر کے آدمی نے اس کے بارے میں صرف اتنا کہا تھا کہ جو حسین لڑکی سلیمان شاہ اور میڈم ماہ رخ کے ساتھ چوبیس گھنٹے رہتی ہو وہ کردار کے معاملے میں مشکوک ہی سمجھی جائے گی۔"

"کون تھا وہ شخص؟"

"سیاست کے میدان کا ایک پٹا ہوا مہرہ۔ ایک بار اس نے سلیمان شاہ کے حلقے سے انتخاب لڑنے کی کوشش کی تھی، اس کے مقابلے پر سلیمان شاہ کا ایک بندہ بھی کھڑا ہوا تھا اس لیے ادھیڑ عمر والے کی دال نہیں گلی، اتنے کم ووٹ ملے کہ بے چارے کی ضمانت بھی ضبط ہو گئی۔ ہو سکتا ہے اسی وجہ سے وہ سلیمان شاہ اور میڈم سے خار کھاتا ہو اور ان افراد کو بھی اچھی نظروں سے نہ دیکھتا ہو۔"

"آخری بار وہ اپنے اپارٹمنٹ پر کب دیکھی گئی تھی؟" سراج نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"جس روز میڈم اسپتال میں داخل ہوئی تھیں، اس سے دو روز قبل، اس کے بعد سے وہ ابھی واپس نہیں آئی۔"

"ٹھیک ہے، تم دو ایک سادہ لباس والوں کو اپارٹمنٹ کی نگرانی پر مامور کر دو۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "وہ جس وقت بھی واپس آئے مجھے فوراً خبر دی جائے اور وہاں، اس کے علاوہ کسی اور کو اپارٹمنٹ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔ اگر کوئی ضد کرے تو تم اسے حراست میں لے کر میرے سامنے پیش کرو گے۔"

"او کے سر۔"

"خیریت تو ہے مسٹر سراج۔" میں نے سب انسپکٹر کے جانے کے بعد بڑی معصومیت سے دریافت کیا۔ "یہ کس لڑکی کو گھیرنے کے لیے جال بچھایا جا رہا ہے۔"

"میں دو روز سے سخت پریشان ہوں مسٹر شہباز، اسی لیے میں نے آپ سے یہاں آنے کی درخواست کی تھی ورنہ خود حاضر ہو جاتا۔"

aazzamm@yahoo.com

"کوئی اہم بات؟"

"جی ہاں۔ دو روز سے کچھ عجیب و غریب اور پے درپے وارداتیں ہو رہی ہیں۔" سراج نے کہا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "دو روز پیشتر مجھے ایک کال موصول ہوئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ کسی نے جان بوجھ کر ہمیں پریشان کرنے کی کوشش کی ہو۔ آپ خود بھی محکمے میں رہ چکے ہیں اس لیے بخوبی واقف ہوں گے کہ جب بھی کوئی بڑا آدمی یا سرکاری اہلکار پکڑا جاتا ہے تو ایسے سیدھے فون کا تانتا بندھ جاتا ہے۔"

"جی ہاں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "پولیس کو پریشر میں لانے کی خاطر اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنا اب ایک رسم بھی بن چکی ہے۔"

"جس شخص نے مجھے فون کیا تھا کہ اس نے دھمکی دی تھی کہ اگر بھوشن کے سلسلے میں پولیس نے عدالت کے روبرو اپنی اہمیت جتانے کی کوشش کی تو اس کا انجام خطرناک ہو گا۔ یہ بھی کہا تھا کہ مجھے اور آئی جی صاحب دونوں کو راستے سے ہٹا دیا جائے گا۔"

"کیا پانڈے کی … فون آیا تھا؟"

"جی نہیں۔ میرا خیال ہے وہ شخص کسی دیوانے کی بڑ تھی، لیکن کل مسٹر پانڈے کے کاروبار کو آگ لگنے کی واردات اور مسٹر پانڈے کی خودکشی نے مجھ کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "ویسے میرا خیال ہے کہ بھوشن کو بچانے کی خاطر اس کا پریشر گروپ کام کر رہا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ بھوشن نے پانڈے سے ایک خاصی بڑی رقم کا مطالبہ کیا تھا۔"

"جی ہاں لیکن افسوس تو اس بات کا ہے مسٹر پانڈے نے بھی ہمارا ہاتھ بٹانے سے گریز کیا۔ اگر کسی خوف کی وجہ سے وہ روپوش ہی ہونا چاہتے تھے تو کم از کم مجھے آگاہ کر دیا ہوتا کہ میں ان کی حفاظت کا معقول بندوبست کر دیتا۔"

"آگ والے حادثے میں کیا کسی کی گرفتاری ابھی تک عمل میں …"

"بغیر کسی ثبوت کے ہم کسی پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ محض کسی فون کال کی بنا پر تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔"

"فون کال۔" میں چونکا۔ "کیا اس آگ کے سلسلے میں بھی آپ کو کوئی فون کال موصول ہوئی تھی۔"

"جی ہاں۔ آگ کی اطلاع ملنے سے پہلے ہمیں ایک نامعلوم شخص نے فون پر یہ دھمکی دی تھی کہ وہ بھوشن کی بے عزتی کا انتقام لینے کی خاطر مسٹر پانڈے کے کاروبار کو جلا کر راکھ کر دے گا۔ میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر ایک دو آدمی وہاں بھیج دیے تھے اور متعلقہ تھانے کے انچارج کو بھی چوکس رہنے کی ہدایت کر دی تھی لیکن اس کے باوجود ہمارے آدمی کسی مشکوک شخص کو حراست میں نہیں لے سکے۔ ان کا کہنا ہے کہ آگ آنا" فانا" اتنی برق رفتاری سے بھڑکی تھی کہ وہ سب ششدر رہ گئے، فائر بریگیڈ کے آتے آتے خاصا نقصان ہو چکا تھا۔"

"آگ لگنے کا سبب کیا تھا؟"

"ابھی تک کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہو سکا، ویسے عام طور پر ایسے پیچیدہ معاملات میں فائل کا پیٹ بھرنے کی خاطر شارٹ سرکٹ ہی کا بہانہ تراشا جاتا ہے۔"

"کیا پانڈے کی موت کے سلسلے میں بھی کوئی فون آیا تھا؟" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہی بات تو میری پریشانی کا سبب ہے۔ جس شخص نے پانڈے کے کاروبار کو نذر آتش کرنے کی دھمکی دی تھی اسی نے پانڈے کی موت کی بھی اطلاع دی تھی لیکن ہم اسے بچا نہ سکے۔ ہمارے جائے وقوعہ پر پہنچنے سے پیشتر ہی وہ دم توڑ چکا تھا۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "بظاہر یہ کیس سو فیصد خودکشی ہی کا نظر آ رہا ہے۔ جس ریوالور سے پانڈے نے خود کو ہلاک کیا تھا وہ لائسنس شدہ ہے۔ ریوالور پر انگلیوں کے جو نشانات ملے ہیں وہ بھی ماہرین کی رپورٹ کے مطابق پانڈے ہی کے ہیں لیکن ان تمام باتوں کے باوجود نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ بھوشن کو بچانے کی خاطر پھر کوئی پراسرار طاقت سرگرم عمل ہو گئی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔ مگر سابقہ تجربوں کی روشنی میں اس خیال کی نفی بھی کی جا سکتی ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ نادیدہ قوت دوسروں کی طرح بھوشن کو بھی رکی کے قتل کے الزام سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال سکتی ہے۔"

"یہ بھی ممکن ہے کہ اس بار اس نے ہمیں بوکھلاہٹ میں مبتلا کرنے کی خاطر اپنا طریقہ کار تبدیل کر دیا ہو۔" سراج نے پہلو بدل کر کہا پھر فون کی گھنٹی بجی تو کال اٹینڈ کرنے پر مجبور ہو گیا۔ جب وہ گفتگو ختم کر چکا تو میں نے کہا۔

"مسٹر سراج! جس وقت میں یہاں آیا تھا۔ آپ اپنے ماتحت سے کسی اپارٹمنٹ کے بارے میں دریافت کر رہے تھے۔"

"یہ ایک علیحدہ پریشانی ہے۔" سراج شانے اچکاتے ہوئے بولا۔ "کل رات میڈم ماہ رخ نے مجھ سے گھر پر رابطہ قائم کیا تھا۔ انھوں نے مجھے کسی قسم کی تحریری رپورٹ درج کرنے سے منع کیا ہے، ذاتی طور پر درخواست کی ہے کہ میں ان کی سیکریٹری مس ملیحہ کو ٹریس کرنے کی کوشش کروں۔ میڈم کا ذاتی خیال ہے کہ کسی نے ان کی سیکریٹری کو اغوا کر لیا ہے۔"

"ایک بات پوچھوں مسٹر سراج۔" میں توقف سے بولا۔ "کیا یہ حقیقت ہے کہ سلیمان شاہ نے زمینوں سے واپسی پر ماہ رخ سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن ماہ رخ نے اس سے ملنے سے انکار کر دیا تھا اور اس ضمن میں بیماری کی آڑ لی تھی۔"

"آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی۔" سراج نے مجھے چونک کر دیکھا۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ ماہ رخ کو زہر دینے کے سلسلے میں آپ نے پہلا شبہ میرے اوپر کیا تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے شرمندگی ہے لیکن میری جگہ آپ ہوتے تو شاید آپ بھی وہی کرتے جو میں نے کیا تھا، اس لیے کہ سلیمان شاہ کے گارڈز اور دوسرے ملازموں کا بیان یہی تھا کہ ـــ" "مس ملیحہ کے اچانک منظر عام سے غائب ہو جانے اور ماہ رخ کے سلیمان شاہ سے بیماری کا بہانہ کر کے نہ ملنے کے سلسلے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے؟"

"گڈ ـــ" سراج نے خوشی کا اظہار بڑی سنجیدگی سے کیا۔ "گویا آپ کے ذہن میں بھی وہی خیال ہے جس کا شبہ مجھے ہو رہا ہے۔"

"آپ کو کس بات کا شبہ ہو رہا ہے؟"

"اب آپ کسر نفسی یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔" سراج نے دونوں کہنیاں میز پر رکھ کر آگے جھکتے ہوئے مدھم آواز میں کہا۔ "میں اس بات کا شبہ پہلے بھی ظاہر کر چکا ہوں کہ میڈم نے زہریلی شراب کے سلسلے میں کسی پر شک کا اظہار نہیں کیا تھا مگر مجھے یقین تھا کہ وہ اس شخصیت سے کسی نہ کسی زاویے سے واقف ضرور ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سلیمان شاہ کے اشارے پر کسی لالچ یا دباؤ میں آ کر مس ملیحہ نے میڈم کو ختم کرنے کی سازش میں کوئی اہم کردار ادا کیا ہو اور اب سلیمان شاہ نے اپنے آدمیوں کے ذریعے ملیحہ کو منظر عام سے ہٹا دیا ہو۔ مس ملیحہ اگر ہمارے ہاتھ لگ جاتی تو اپنی زبان کھول کر سلیمان شاہ کے لیے خطرات پیدا کر سکتی تھی۔"

"میں انکار نہیں کروں گا مسٹر سراج۔" میں نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ "میرے ذہن میں بھی آپ کی زبانی ملیحہ کے اغوا کی اطلاع ملنے کے بعد فوری طور پر اسی شک نے سر ابھارا تھا۔ ویسے میرا خیال ہے کہ اگر ہمارا شبہ درست ہے تو اب وہ زندہ حالت میں کبھی سامنے نہیں آئے گی۔ سلیمان شاہ جیسے گھاگ اور گرگ جہاں دیدہ سے اس حماقت کی توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ ملیحہ کو زندہ چھوڑنے پر آمادہ ہو جائے گا۔"

"اور ایسی صورت میں ہمارے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔" سراج نے ہاتھ ملتے ہوئے جواب دیا۔ "ہمیں فوری طور پر مس ملیحہ کو بازیاب کرنا ہو گا۔"

"سوچ لیں۔ کیا آپ سلیمان شاہ کے مقابلے پر قدم جما کر عزم سے رہ سکیں گے۔"

سراج کے جواب دینے سے پیشتر دوبارہ فون کی گھنٹی بجی اور سراج نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔ جیسے جیسے وہ دوسری جانب سے کی جانے والی گفتگو سن رہا تھا اس کے چہرے کے تاثرات بدلتے جا رہے تھے۔ میں اس تبدیلی کو خاص طور پر محسوس کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ حکومت کسی بھی قانونی اقدام کے سلسلے میں بھی بخل سے کام نہیں لیتا۔ نتیجہ بعد میں دیکھا جائے گا لیکن کیا تم کو یقین ہے کہ ـــ اگر تم پولیس کے ہمدرد ہو تو کھل کر سامنے آنے سے کیوں گریز کر رہے ہو ـــ میں سمجھ رہا ہوں لیکن ـــ ہیلو ـــ ہیلو۔"

دوسری جانب سے شاید سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا، چنانچہ سراج نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ ایک لمحہ تک وہ ذہنی طور پر کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش میں مصروف رہا پھر مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"مسٹر شہباز۔ کیا آپ میرے ساتھ تھوڑا تعاون کر سکیں گے۔"

"اگر میرے اختیار میں ہوا تو ضرور کروں گا۔"

"مجھے اسی وقت آپ کے عزیز دوست مسٹر ندیم کے کیسینو کی تلاشی لینی ہو گی اور آپ میرے ساتھ چلیں گے۔"

"لیکن ندیم نے ـــ"

"ہو سکتا ہے کسی شخص نے پھر ہمیں ایک درست اطلاع دی ہو۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس وقت بھی اسی شخص کا فون تھا جس نے ہمیں پہلے مسٹر پانڈے کے کاروبار اور پھر اس کی خودکشی کی اطلاع دی تھی اور دونوں اطلاعات سو فیصد درست ثابت ہو چکی ہیں۔"

"نئی اطلاع کیا ہے؟"

"مس ملیحہ اس وقت مسٹر ندیم کے کیسینو میں موجود ہیں۔"

"اور آپ اسی سلسلے میں کیسینو کو کھنگالنا چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں۔" سراج نے اٹھتے ہوئے کہا، پھر چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "میری درخواست ہے کہ آپ بھی میرے ساتھ چلیں، اس طرح میری کچھ دشواریاں بھی کم ہو جائیں گی۔"

میں نے فوراً ہی کوئی جواب دینے سے پس و پیش کیا۔ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ ملیحہ کیسینو کے زمین دوز کمرے میں موجود ہے، جو شخصیت بھی سراج کو فون پر اطلاعات دے رہی تھی وہ یقینی طور پر کوئی ایسی ہی قوت کی مالک تھی کہ اس کی رسائی ہر جگہ ممکن تھی۔ میں سراج کو ٹال بھی نہیں سکتا تھا اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ ملیحہ کیسینو سے بازیاب ہو، اس میں ندیم کی شخصیت مخدوش ہو سکتی تھی۔

"آپ نے کوئی جواب نہیں دیا شہباز صاحب۔" سراج

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ میری مدد نہیں کریں گے۔"

"کیوں نہیں۔" میں نے اٹھتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔"

"گڈ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی موجودگی کے سبب میں بہت ساری ریشہ دوانیوں سے بچ جاؤں گا۔"

میں اس وقت ایسی پوزیشن میں نہیں تھا کہ سراج کی درخواست کو رد کر دیتا' بعد میں ملیحہ کی بازیابی کی صورت میں میری پوزیشن بھی سراج کی نظروں میں مشکوک ہو سکتی تھی' بہرحال میرا خیال تھا کہ ندیم اتنی آسانی سے کیسینو کی تلاشی دینے پر آمادہ نہیں ہو گا' اس کے اپنے بھی کچھ تعلقات تھے اور سراج بغیر وارنٹ کے اس کے کیسینو کی تلاشی بھی نہیں لے سکتا تھا۔

ہم کیسینو پہنچے تو ندیم اپنے کمرے میں ہی موجود تھا' مجھے اور سراج کو ایک ساتھ دیکھ کر اس کے چہرے پر بس ایک لمحے کو کھنچاؤ سا پیدا ہوا لیکن پھر اس نے خود پر قابو پانے کے سلسلے میں حیرت انگیز صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔

"تشریف لائیے مسٹر سراج۔" اس نے اٹھ کر سراج سے ہاتھ ملایا پھر ادبی زبان میں بولا۔ "کیا آج پھر آپ نے کسی خاص مقصد کے تحت اس کیسینو کو عزت پہنچانے کی خاطر زحمت کی ہے۔"

"مسٹر سراج ملیحہ نامی کسی لڑکی کی بازیابی کے سلسلے میں تشریف لائے ہیں۔" میں نے سراج کی آمد کا مقصد بیان کیا تو ندیم یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا آپ کے پاس کیسینو کی تلاشی کے لیے کوئی سرچ وارنٹ موجود ہے۔" اس نے براہ راست سراج سے پوچھا۔

"اگر میں سرچ وارنٹ حاصل کر لیتا تو اس وقت یہاں تنہا مسٹر شہباز کے ساتھ آنے کی کوشش بھی نہ کرتا۔" سراج نے دوستانہ انداز میں جواب دیا۔

"ملیحہ کے یہاں موجود ہونے کی اطلاع آپ کو کس نے دی تھی؟" ندیم نے خشک آواز میں سوال کیا۔

"مجھے کسی نے فون پر مخبری کی ہے۔ وہ کون تھا' میں اسے نہیں جانتا' البتہ آپ کو یہ بتانا ضرور پسند کروں گا کہ فون کرنے والا وہی شخص تھا جس نے مسٹر پانڈے کے کاروبار کی آتشزدگی اور پھر اس کی خودکشی کی اطلاع دی تھی۔"

"مسٹر سراج کا بیان ہے کہ کل رات ماہ رخ نے ملیحہ کی بازیابی کی خاطر درخواست کی تھی' اس کا خیال ہے کہ ملیحہ کو کسی وجہ سے اغوا کیا گیا ہے۔"

"آپ چونکہ اس بار میرے دوست کے ساتھ آئے ہیں اس لیے میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ تشریف لائیے میرے ساتھ۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں تلاشی کے سلسلے میں آپ کی مدد اپنا فرض سمجھتا ہوں۔"

مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ ندیم آسانی سے سراج کو بغیر سرچ وارنٹ کے تلاشی لینے کی اجازت دے گا لیکن پھر اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب سراج کی تلاش بسیار کے باوجود ملیحہ وہاں نہیں ملی۔ گزشتہ رات میں نے جس خواب گاہ میں ملیحہ سے گفتگو کی تھی وہ بھی خالی ہی ملی تھی۔ سراج کو اپنے ارادے میں مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ بہرحال اس نے واپسی کے وقت پہلی بار ندیم سے بڑی گرم جوشی کے ساتھ رخصتی مصافحہ کیا تھا اور تلاشی دینے کے سلسلے میں اس کے تعاون کی تعریف اور شکریہ بھی ادا کیا تھا۔

"کبھی بغیر ڈیوٹی کے بھی یہاں تشریف لائیں مسٹر سراج۔ مجھے خوشی ہو گی۔"

"مصروفیات نے موقع دیا تو آپ کی خوشی پوری کرنے کی خاطر ضرور حاضری دوں گا۔"

سراج چونکہ میری گاڑی میں آیا تھا اس لیے اس کی واپسی کا فرض بھی مجھے ادا کرنا پڑا' راستے میں ہمارے درمیان اسی نادیدہ شخصیت کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی جو فون پر پولیس کو مختلف خبریں فراہم کر رہی تھی' سراج کو اس کے آفس پہنچانے کے بعد میں سیدھا اپنے دفتر آیا پھر سب سے پہلا فون میں نے ندیم ہی کو کیا تھا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم دفتر پہنچتے ہی مجھے کال کرو گے۔" دوسری جانب سے ندیم نے بے پروائی سے کہا۔

"مجھے سراج کے ہمراہ مجبوراً آنا پڑا تھا۔" میں نے ندیم کو سراج سے ملاقات کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"پریشان مت ہو ـــ جو کچھ ہوا بہتر ہی ہوا۔ باقی گفتگو رات کو ہو گی۔" ندیم نے جواب دینے کے ساتھ ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ شاید وہ فون پر ملیحہ کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔

دفتر پہنچنے کے بعد میں نے سب سے پہلے وارثی کو بلا کر حسنہ کے بارے میں دریافت کیا لیکن وہ دفتر میں نہیں تھی' وہ مجھ سے دو روز کی چھٹی مانگ کر گئی تھی لیکن چھٹی گزر جانے کے بعد بھی ڈیوٹی پر واپس نہیں آئی تھی۔ مجھے دفتری امور کے سلسلے میں اس کی چنداں کوئی ضرورت نہیں تھی' لیکن اب میں اس کی اصلیت جاننے کے لیے سخت بے چین تھا' پے در پے ہونے والے حیرت انگیز واقعات نے ہمارے علاوہ پولیس کو بھی تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ اب تک جتنی وارداتیں ہو چکی تھیں ان میں کم از کم میرے خیال کے مطابق کسی ایک ہی نادیدہ قوت کا ہاتھ تھا لیکن ابھی تک میرے ذہن کی رسائی اس تک نہیں ہو سکی تھی۔ کاکا نے دو روز سے مجھ سے کوئی رابطہ قائم

نہیں کیا تھا۔ حسنہ بھی دو روز سے غائب تھی اور لیڈی مکار نسیم نے بھی دو روز سے میری رہنمائی کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی' اس کے علاوہ عثمان غنی کے بارے میں بھی مجھے یہ تشویش لاحق ہو گئی تھی کہ وہ اچانک میری مدد پر کیوں سامنے آ گیا۔ وہ کون تھا؟ مجھ سے کیا چاہتا تھا؟ اس نے مجھے کچھ دھمکیاں بھی دی تھیں۔ جس کا بظاہر کوئی سر پیر میری سمجھ میں نہیں آ سکا تھا۔

یکلخت میرے ذہن میں ایک اہم نکتہ ابھرا' یا تو جو کچھ پیش آیا تھا اور حالات نے جو تیزی اختیار کر لی تھی اس میں کاکا ہی کا مافوق الفطری ہاتھ شامل تھا اور اگر ایسا نہیں تھا تو پھر اس نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ ملیحہ کے سلسلے میں بھی مجھے اس بات کی کھوج لگ گئی تھی کہ ندیم نے اسے اچانک کہاں روپوش کر دیا تھا' کیا اسے علم ہو گیا تھا کہ سراج اس کے کیسینو کی تلاشی لینے والا تھا۔ میری موجودگی میں ندیم نے سراج کو اپنی پوری عمارت کے چپے چپے کی سیر کرا دی تھی لیکن ملیحہ کہیں بھی نہیں تھی۔ دو ہی صورتوں کے بارے میں غور کیا جا سکتا تھا' یا تو ملیحہ کو زمین دوز خواب گاہ سے ہٹانے میں خود ندیم کا اپنا ہاتھ تھا یا پھر ملیحہ کسی طرح پہرے داروں کو جل دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ میں ان ہی گتھیوں کو سلجھانے میں مصروف تھا کہ خوشبو کا ایک مسحور کن جھونکا میری قوت شامہ سے ٹکرایا' میں نے تیزی سے نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا تو کاکا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میرے سامنے موجود تھی۔ اس کا وہ روپ بھی کسی منتخب حسینۂ عالم سے کم نہیں تھا۔ اس روپ کو دو سروں کے لیے مسحور کن بنانے کی خاطر اس نے بڑا نے نام لباس پہن رکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں مستی کے ساغر چھلک رہے تھے' میرے سامنے وہ ہاتھ باندھے کھڑی عجیب معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"تم کب آئیں ـــ" میں نے کرسی پر پہلو بدل کر پوچھا۔

"کیوں کیا تمہیں اس وقت میرا آنا برا لگا۔" وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی' اٹھلاتی' بل کھاتی' دل پر بجلیاں گراتی میرے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔

"دو روز سے تم کہاں غائب تھیں؟"

"کچھ یہی تو دیکھنا تھی کہ تم اپنی کاکا کو یاد کرتے ہو یا بالکل ہی بھول گئے ہو۔" اس نے ایک ادائے دلبرانہ سے اپنی دراز اور گھنی پلکوں کو جنبش دے کر کہا۔ "آج تم نے یاد کیا اور تمہاری وہی اداسی تمہارے چہروں میں آ گئی۔"

میں نے فوری طور پر اپنے دل کے تمام دروازے مقفل کر لیے۔ مجھے معلوم تھا کہ صندلی انگوٹھی کے گم ہو جانے کے بعد اب کاکا میرے دل کا احوال بھی جان سکتی تھی' ہو سکتا تھا کہ وہ پہلے ہی میرے ذہن کو پڑھ چکی ہو۔

شاہ فیصل شہید

★---- پروفیسر ایم اشرف

شاہ فیصل شہید کے کارناموں اور ان کی ذاتی زندگی کے متعلق ایک دلچسپ کتاب----

قیمت: -/50 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

"جب میرے اور تمہارے درمیان دھند کا ایک پردہ حائل تھا اس وقت اور بات تھی لیکن اب تو تم میرے دل کا حال جان سکتی ہو۔" میں نے اسے آزمانے کی خاطر کہا۔ "کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ان دو دنوں میں' میں نے تمہیں کتنی بار یاد کیا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "تم سے مذاق کر رہی تھی۔ تمہیں میری ـــ اپنی کاکا کی باتیں بری تو نہیں لگتیں۔"

"اس وقت تم خلاف توقع کچھ زیادہ ہی مہربان نظر آ رہی ہو۔"

"سوچتی ہوں اب تم سے پکی دوستی کر لوں۔"

"ایک شرط پر۔"

"مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔" اس نے بڑے پیار سے کہا۔

"تم آئندہ کبھی مجھے کالی یا بھیوں کے روپ میں نظر نہیں آؤ گی۔"

"کوشش کروں گی۔" وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ "پر تم یاد رکھو کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں' دونوں سے بجتی

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

ہے۔

"کیا تمہیں مجھ سے کوئی شکایت ہے۔"

"ہاں۔" اس نے سرد آہ بھر کر خمار آلود لہجہ اختیار کیا۔ "اب جبکہ ہمارے درمیان کوئی پردہ نہیں' ہم ایک دوسرے کے قریب آسکتے ہیں' اپنی منوکامنا میں پوری کرسکتے ہیں۔ تم اب بھی دور دور رہتے ہو۔ کیا میں تمہیں اچھی نہیں لگتی؟"

"اچھی تو لگتی ہو لیکن تمہارے شریر کی اگنی سے ڈرتا ہوں۔" میں نے دیدہ و دانستہ دروغ گوئی سے کام لیا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ جل کر راکھ ہو جاؤں۔"

"کاکا کو بنانے کی کوشش کررہے ہو۔" اس نے روٹھتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔" میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے سنجیدگی اختیار کرلی۔ "حالات کس قدر تیزی سے کروٹیں بدل رہے ہیں اس کا اندازہ میرے مقابلے میں تمہیں زیادہ ہوگا۔"

"ہاں۔ کاکا سب کچھ جانتی ہے۔" اس کا تکلم متکبرانہ ہوگیا۔ "کون کیا کررہا ہے؟ کیوں کررہا ہے؟ میں ایک ایک بات سے واقف ہوں۔"

"کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ پانڈے کے کاروبار کو کس نے آگ لگائی تھی؟ وہ کون سی شکتی ہے جس نے پانڈے کو خودکشی کرنے پر مجبور کردیا۔"

"یہ باتیں ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی بھولے ناتھ۔" اس نے پہلوتہی اختیار کی۔ "تم کیول اتنا یاد رکھو کہ کاکا کی مہان شکتی تمہارے ساتھ ہے۔"

"ماہ رخ نے سلیمان شاہ سے ملنے سے انکار کردیا ہے اس کی کیا وجہ تھی؟" میں نے بدستور سنجیدگی سے پوچھا۔

"جو سمبندھ پاپ کی ڈور سے بندھا ہو وہ بہت جلدی ٹوٹ جاتا ہے۔" اس نے تھوڑے توقف سے جواب دیا۔ "ماہ رخ اور سلیمان شاہ کے درمیان بھی اب بہت ساری دراڑیں پڑچکی ہیں' دونوں ایک دوسرے کے دشمن بن چکے ہیں۔ کوئی بھی کسی وقت پرلوک سدھار سکتا ہے' جس کا داؤ پہلے چل گیا وجے اسی کی ہوگی لیکن تم کس کے لیے بیاکل ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ سلیمان شاہ نے میری وجہ سے ماہ رخ کو ختم کرانے کی کوشش کی تھی۔"

"اس کی جگہ تم ہوتے تو تم بھی یہی کرتے۔" وہ عجیب معنی خیز لہجے میں بولی۔ "ان کے درمیان کس قسم کا تعلق ہے یہ تم اور تمہارا مترا بھی جانتا ہے۔ سلیمان شاہ اور ماہ رخ دونوں ایک دوسرے کے بارے میں پاپ کی سیکڑوں کہانیوں سے جانکاری رکھتے ہیں' لیکن سلیمان شاہ تمہاری اور ماہ رخ کی تصویروں کو برداشت نہیں کرسکا۔"

"اور وہ تصویریں تم نے سلیمان شاہ تک پہنچائی تھیں۔"

"ہاں۔ میں انکار نہیں کروں گی۔" اس نے بڑی صاف گوئی اور بے پروائی سے کہا۔ "پریم اور یدھ (جنگ) میں سب چلتا ہے۔"

"لیکن۔۔۔"

"تم کیا چاہتے ہو۔" وہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولی۔ "ماہ رخ کا جیون یا سلیمان شاہ کی موت؟"

"میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ ان دونوں کے درمیان صلح ہوجائے۔"

"اب یہ ناممکن ہے۔ دونوں میں سے کسی ایک کا مرنا ضروری ہوگیا ہے۔"

"کیا تمہاری مہان شکتی بھی کچھ نہیں کرسکتی۔"

"تمہاری دلچسپی کس میں زیادہ ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ "ماہ رخ میں یا اس کی سندر سکھڑی جو کسی کونے کھدرے میں چھپی بیٹھی ہے۔"

"پانڈے کی موت کے بعد اب زرل کا کیا بنے گا۔" میں نے افسوس کا اظہار کیا تو کاکا چونک گئی۔

"تمہیں سندر ناریوں کا اتنا خیال کیوں ہے۔ کیا میں تمہیں اچھی نہیں لگتی۔ مجھے بتاؤ' تم مجھے کس روپ میں دیکھنا چاہتے ہو۔"

"تم نے ابھی مجھ سے پکی دوستی کی بات کی تھی۔" میں نے پھر موضوع بدلنا چاہا۔

"کاکا کو جل دینے کی کوشش مت کرو بھولے ناتھ۔ میں اب تمہارے من کے اندر جھانک سکتی ہوں۔ تمہارے وچاروں کو کھلی کتاب کی طرح پڑھ سکتی ہوں۔"

"کیا پرساتم نے۔۔۔" میں نے سپاٹ لہجہ اختیار کیا۔ "ہمارے درمیان دوستی نہیں ہوسکتی۔"

"ہوسکتی ہے مگر ایک شرط میری بھی ہوگی۔" کاکا کا مطلب اس کی زبان تک آگیا۔ "تمہیں پروفیسر ابرار کے سلسلے میں میری سہائتا کرنی ہوگی۔"

"کیا تم میرے ذریعے پروفیسر کا فارمولا حاصل کرنا چاہتی ہو۔"

"اس کے سوا مجھے اس بوڑھے کھوسٹ سے اور کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔"

"لیکن تم بھول رہی ہو کاکا رانی کہ بھوشن ری کو قتل کرنے کے سنگین جرم میں جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہا ہے۔" میں نے تمسخر اڑانے کی کوشش کی۔ "بھوشن ہی نے اس فارمولے کی خاطر مار گرے کو بھی خریدا تھا لیکن اس کی رقم کے ساتھ ساتھ مار گرے بھی ڈوب گئی۔"

"میں سمجھ رہی ہوں شہباز خان کے تم کیا کہنا چاہ رہے ہو۔" کاکا نے اس بار سنجیدگی اختیار کی۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں اگر نہ چاہوں تو بھی تمہاری دھرتی کا کوئی قانون بھوشن کو پھانسی کے پھندے تک لے جاسکتا ہے۔"

"اس بار سراج کے ساتھ اس کے محکمہ کا ڈی آئی جی بھی شامل ہے۔"

"نالی میں رینگنے والے نیچ کیڑوں کی بات مت کرو۔" وہ حقارت سے بولی۔ "رہا ری کی موت کا معاملہ تو میں جانتی ہوں کہ اسے بھوشن نے ہی مارا تھا۔"

"مجرم۔۔۔" میں چونکنے کی اداکاری کی۔ "ری کی لاش بھوشن کی کوٹھی میں کس طرح پہنچ گئی۔"

"اس کا پتا بھی چل جائے گا۔ تم پروفیسر ابرار کی بات کرو۔" اس نے مجھے خشک اور تیز نظروں سے گھورا۔

لیڈی مکلارنس نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ کاکا سے بگاڑ کرنا میرے لیے دانشمندی کے منافی ہوگا لیکن حسنہ کا خیال اس کے برعکس تھا۔ اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ جب تک آگ کے شعلے میرے ساتھ ہیں کوئی دوسری قوت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

"کس وچار میں گم ہو میرے من مندر کے دیوتا۔" کاکا نے مجھے لبھانے کی خاطر کہا۔ "کیا تم کاکا کی مہان شکتی سے دوستی کرنے سے انکار کرسکو گے۔" اس کے آخری جملے میں میرے لیے کھلی ہوئی دھمکی بھی تھی۔

"بھوشن کے اجرتی قاتل مجھے اور میرے ڈرائیور کو راستے سے اغوا کرکے کسی زمین دوز کمرے میں لے گئے تھے۔" میں نے پینترا بدل کر کہا۔ "وہ مجھے سسکا سسکا کر مارنے کا خواب دیکھ رہے تھے تم نے بھی کالی کے روپ میں مجھے اپنے پیر چاٹنے کا حکم دیا تھا لیکن آگ کے شعلے لپک کر ہمارے بیچ آگئے تھے اور تب تم نے وہاں رکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کیا تم مجھے بتاؤ گی کاکا رانی تم ان بھڑکتے شعلوں سے ڈر کر فرار ہوگئی تھیں؟"

کاکا تلملاتی ہوئی کرسی سے اٹھ گئی۔ اس کی پیشانی پر بے شمار سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے قہر ٹپک رہا تھا۔ وہ مجھے خطرناک نظروں سے گھور رہی تھی۔ شاید اسے میری صاف گوئی گراں گزری تھی یا پھر وہ مجھے یہ تاثر دینے کی کوشش کررہی تھی کہ آگ کے وہ شعلے بھی اس کی طاغوتی قوت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

"کیا میں نے بھول سے کوئی غلط بات کہہ دی۔" میں نے معصومیت سے پوچھا۔

"تم نے اب کاکا کے سامنے بولنا بھی سیکھ لیا ہے۔" اس کے لہجے میں سیکڑوں ناگوں کی پھنکار شامل تھی۔ "بڑی اونچی کلپنائیں کرنے لگے ہو۔ اپنے قد سے بھی زیادہ بہت بلندی تک اڑنے کی کوشش کررہے ہو۔ کیا تم کاکا کی شکتی کا امتحان لینا چاہتے ہو۔"

"تمہارا یہی انداز مجھے گراں گزرتا ہے۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "سچائی کی کوئی بات میری زبان سے پھسل جائے تو تم ایک دم ہی رویہ بدل لیتی ہو۔"

"کس کے بل پر اتنی اونچی اڑان اڑنے کے سپنے دیکھ رہے ہو شہباز خان۔" اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ اس کے تیور اور لب و لہجے میں اب تلخی آگئی تھی۔

"میں اس قوت کے علاوہ کسی اور کو نہیں مانتا جس نے مجھے پیدا کیا ہے' زندگی اور موت بھی اسی کے اختیار میں ہے۔"

"میرا سمے مت برباد کرو۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ "دو شبدوں میں کیول اتنا بتادو کہ تم پروفیسر ابرار کے سلسلے میں میرا ساتھ دوگے یا نہیں۔"

"مجھے افسوس ہے۔" میں نے دل کڑا کرکے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ "میں اپنے وطن اور اپنی قوم کے ساتھ غداری نہیں کرسکتا۔ چاہے اس کے لیے مجھے اپنی جان کا نذرانہ ہی کیوں نہ دینا پڑے۔"

"کچھ باتیں سمے سے پہلے سمجھ میں نہیں آتیں۔" کاکا نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "ضروری نہیں کہ منش کا انت ویسا ہی ہو جیسا وہ وچار کرے' کبھی کبھی آتما اور شریر کے سمبندھ ٹوٹنے میں بڑی کٹھنائیاں بھوگنا پڑتی ہیں۔ منش تڑپ تڑپ کر موت کی بھکشا مانگتا ہے لیکن موت کی دیوی بھی اس سے منہ پھیر لیتی ہے۔ کیا تم ایسی موت مرنا پسند کروگے؟"

"جب قسمت کے لکھے کو بھگتنا ضروری ہے تو پھر ڈر کس بات کا۔" میں نے کاکا کے ہی کہے ہوئے جملے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "ہمارا ایمان ہے کہ قسمت کا لکھا ہر حال میں پورا ہوتا ہے۔"

ایک بار پھر سوچ لو شہباز خان۔ کاکا کی دشمنی تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔" اس نے مجھے ڈرانے کی خاطر سفاک انداز اختیار کیا۔ "تم اپنے پتا کی موت کو کیوں بھول رہے ہو۔ کیا تمہیں اپنی ماتا پر بھی دیا نہیں آتی۔"

"کیا مطلب۔" میں تڑپ اٹھا' کاکا کے جملے میرے وجود میں ٹوٹے ہوئے شیشے کی کرچیوں کی طرح چبھ رہے تھے۔

"مطلب بھی تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے۔" اس بار کاکا نے میری تڑپ کا تمسخر اڑاتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"دفع ہوجاؤ یہاں سے۔" میں چیخ اٹھا۔ "لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا' اگر میری ماں کو کچھ ہوا تو۔۔۔"

"تم کاکا کے ٹکڑے کرڈالوگے یہی مذاق کررہے ہو بھولے ناتھ۔" وہ زہرخند سے بولی۔ "پرچھائیوں سے جنگ لڑنا

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔"

"تم تو سمان شکتی کی مالک ہو تو پھر پروفیسر کے سلسلے میں میری مدد کی بھیک کیوں مانگ رہی ہو۔"

"سنبھلو شہباز۔ تم بھول رہے ہو کہ کاکا کی شکتی اپرمپار ہے۔ تم اس کے چمتکار بھی دیکھ چکے ہو۔"

"چلی جاؤ کاکا۔" میں ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "تمہیں تمہارے دیوی اور دیوتاؤں کا واسطہ۔"

"میں جا رہی ہوں۔" کاکا نے تضحیک آمیز رویہ اختیار کیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم اس وقت حواسوں میں نہیں ہو۔ میں پھر آؤں گی۔ پرنتو ایک بات میری بھی سن لو۔ دنیا کی کوئی بھی شکتی بھوشن کو پھانسی کی سزا نہیں دے سکتی۔ میں اس کی سہائتا کروں گی۔ بالکل اسی طرح جس طرح میں نے تمہیں شنکر کے ہاتھوں سے بچانے کی بھول کی تھی۔ اگر اس سمے میں تمہارے اور شنکر کے درمیان نہ آجاتی تو وہی تمہارے لیے بہتر ہوتا' پرنتو اب بھی سمے کی ڈور کاکا کے ہاتھ میں ہے۔ بھوشن کو بچانے والی بات اپنے متر سراج اور اس کے بڑوں سے بھی کہہ دینا۔"

•

پھر کاکا غصے میں بھری ہوئی میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کے سلسلے میں اس کی دھمکی سن کر میں برداشت نہیں کر سکا تھا میرے ماضی کے کچھ زخم پھر سے ہرے ہونے لگے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اسی وقت تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر کاکا کا خاتمہ کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا۔

میرے خون کی گردش بہت دیر تک بے قرار رہی پھر میں نے خود کو مصروف کرنے کی خاطر ایک فائل کھولی ہی تھی کہ ڈائریکٹ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میں نرمل بول رہی ہوں۔" دوسری جانب سے پانڈے کی بیوہ کی آواز ابھری۔

"میرے لائق کوئی خدمت۔" میں نے نرمی سے پوچھا۔

"میرے اوپر ایک دیا کرو گے۔"

"آپ حکم دیں۔" میں نے بدستور انکساری سے جواب دیا۔

"میں اس سمے اپنی کوٹھی سے بول رہی ہوں' جانتے ہو کیوں۔ مجھے اب اسی چھت کے نیچے جیون بتانا ہے اور اپنے سورگ باشی پتی کا سوگ بھی منانا ہے۔"

"مجھے آپ سے پوری پوری ہمدردی ہے۔"

"کیا تم کو معلوم ہے کہ میرے پتی دیو نے خودکشی کیوں کی تھی؟" نرمل نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"نہیں۔ مجھے اس کا پتا اس وقت چلا تھا جب لاش پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کی جا چکی تھی۔" میں نے ہمدردی کا اظہار کیا۔ "آپ پر جو بپتا پڑی ہے میں بھی اس میں برابر کا شریک ہوں اس لیے کہ پانڈے صاحب سے میرے تعلقات بھائیوں جیسے تھے۔"

"میں جانتی ہوں کہ میرے پتی دیو نے جیون تیاگ (خودکشی) کس کارن کی ہے۔"

"کیا۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "ایسی صورت میں تو قاتل یا قاتلوں کو فوراً گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ کیا آپ نے ڈی ایس پی سراج کو خودکشی کی وجہ بتا دی ہے؟"

"یہی سوچ رہی ہوں کہ بتاؤں یا نہ بتاؤں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرے پتی کو شبہ ہو گیا تھا کہ میں نے کسی اور کے ساتھ تعلقات بڑھا لیے ہیں۔"

"اس شک کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟" میں نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے میرے بارے میں۔" اس نے میرے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کسی نے ذاتی دشمنی یا پھر کسی اور وجہ سے سورگ باشی پانڈے جی کے کان بھرے ہوں گے۔"

"میں نے بھی انھیں یہی سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن ان کے اندر شکست کا زہر بہت زیادہ طاقتور ہو چکا تھا۔"

"پانڈے جی کو کس پر شبہ تھا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"اسی ہتھیارے پر جس کا نام انھوں نے خودکشی کے ارادے سے پہلے مجھے بتایا تھا۔"

"کیا آپ مجھے وہ نام بتانا پسند کریں گی؟"

"صرف ایک شرط پر۔" نرمل نے اس بار سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم اس شخص کو مجبور کرو گے کہ وہ خود پولیس کے سامنے پیش ہو کر اپنے گھناؤنے جرم کا اعتراف کرے اور یہ بھی اقرار کرے کہ اس نیچ ذات نے بلاوجہ میرے اجلے دامن پر کالک لگانے کی کوشش کی ہے۔"

"کیا آپ اس کو جانتی ہیں؟"

"کاش نہ جانتی تو اچھا تھا۔" نرمل نے حقارت سے جواب دیا۔ "میں جسے دیوتا سمجھ رہی تھی وہ پلید ثابت ہوا۔"

"پھر تو ایسے آدمی کو کسی قیمت پر معاف نہیں کرنا چاہیے۔" میں نے بھی نفرت ہی کا اظہار کیا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" نرمل نے کہا پھر اس کی آواز بڑی تلخ ہو گئی۔ "اس ہتھیارے کا ایک نام راکیش بھی ہے۔ ایک بار اس نے ہماری خواب گاہ میں اسی نام سے داخل ہو کر گھناؤنی باتیں کی تھیں۔"

راکیش کا نام سن کر میرا ماتھا ٹھنکا' مجھے یقین تھا کہ کاکا نے

میرے پاس سے جاتے ہی نرمل کو اپنا معمول بنا لیا تھا۔

"راکیش اس کا اصلی نام نہیں ہے۔ وہ صرف سوانگ رچا کر ہمارے بیچ آیا تھا۔ اس کا ایک نام اور بھی ہے۔"

"وہ کیا۔" میں نے پوچھ ہی لیا۔

"شہباز خان۔" نرمل نے نفرت سے جواب دیا۔ "تم نے ہمارا دوست بن کر ہماری پیٹھ میں چھرا گھونپنے کی کوشش کی ہے۔ میں تم کو کبھی شما نہیں کروں گی۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ اس وقت بلاوجہ جذباتی ہو رہی ہیں ورنہ میں کسی راکیش نامی شخص سے واقف نہیں ہوں۔"

"شہباز خان کا نام تو سنا ہو گا۔" وہ اور جذباتی ہو گئی۔ "کیا وہ تم نہیں تھے جس نے راکیش کا روپ دھارا تھا۔"

"میں آپ سے فوری طور پر مل کر کچھ صفائی پیش کرنا چاہوں گا۔"

"میرے پاس اب تمہارے لیے کوئی سمے نہیں ہے اور میں اپنا تحریری بیان دینے کی خاطر پولیس اسٹیشن جا رہی ہوں' تمہیں جو صفائی پیش کرنی ہے اب عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر کرنا۔"

"نرمل دیوی میں۔۔۔"

میں اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا' دوسری جانب سے رابطہ ختم کر دیا گیا تھا پھر کاکا کے شیطانی اور وحشیانہ قہقہے میرے کانوں میں گونجنے لگے' کاکا نے پھر ایک گھٹیا چال چلی تھی۔ "کیا جو حادثات پیش آ رہے تھے اس کی پشت پر بھی کاکا ہی کا ہاتھ تو نہیں ہے؟" میرے ذہن میں یہ سوال بجلی بن کر کوندا تھا۔

نرمل کا آخری جملہ سن کر میں ایک لمحہ کو پریشان ہو گیا۔ میرے ذہن میں اس گھناؤنے ڈرامے کی پشت پر کاکا ہی کا ہاتھ نظر آ رہا تھا۔ وہی بھوشن کی رہائی کے سلسلے میں مجھے چیلنج کر کے گئی تھی اور اب شاید اس نے نرمل کے دل و دماغ کو اپنی مٹھی میں کر لیا تھا جو اپنے گھر پہنچ گئی تھی۔ اس گھر کو خالی کرنے کے لیے پانڈے نے مجھے فون کیا تھا۔ خود پانڈے نے بھی میرے اوپر بے بنیاد الزامات لگائے تھے لیکن ندیم کی اطلاع کے بعد وہ اب اپنے تراشیدہ [illegible]ات میں رنگ بھرنے کے لیے اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ سراج نے بھی اپنے آدمیوں کے حوالے سے اس بات کی تصدیق کر دی تھی کہ کاروبار کو آگ لگنے کے بعد پانڈے اچانک بھاگتا ہوا اپنے عارضی ٹھکانے سے باہر نکلا تھا پھر اس نے اپنا ہی ریوالور کنپٹی پر رکھ کر لبلبی دبا دی تھی۔

مجھے پانڈے کی خودکشی پر افسوس تھا۔ شاید حالات کی نوعیت نے اس کا ذہنی توازن خراب کر دیا تھا لیکن اب نرمل کی باتوں نے مجھے الجھا دیا تھا۔ راکیش کے روپ میں' میں ہی اس کی خواب گاہ تک پہنچ گیا تھا۔ راکیش کی حیثیت کا علم میرے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا پھر نرمل نے راکیش کے بھید کو کس طرح جان لیا تھا۔"

"کیا میں آپ کی سوچ میں مخل ہو سکتی ہوں؟"

میں حسنہ کی مانوس آواز سن کر چونکا۔ نرمل کی وجہ سے میں اتنا محو ہو گیا تھا کہ مجھے کمرے میں کسی اور کی موجودگی کا احساس ہی نہیں ہو سکا تھا۔ میں نے حسنہ کو بیٹھنے کی پیشکش کی پھر خود کو سنبھالتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

"ملازمت میں اصولی طور پر چھٹیاں ختم ہو جانے پر یا تو واپس آ کر ڈیوٹی جوائن کرنی چاہیے یا پھر اپنی مزید غیر حاضری کی اطلاع دینی ضروری ہوتی ہے۔"

"میں اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گی لیکن آپ شاید بھول رہے ہیں کہ میں دفتر سے کوئی تنخواہ نہ لینے کا وعدہ کر چکی ہوں۔"

"یہ باتیں صرف ہم دونوں کے درمیان ہوئی تھیں جبکہ دفتر میں اور بہت سارا عملہ بھی کام کرتا ہے۔ آپ شاید میرا مطلب سمجھ رہی ہوں گی۔"

"جی ہاں لیکن آپ دفتر والوں سے کوئی بہانہ بھی کر سکتے ہیں۔" وہ بڑی غیر سنجیدگی سے مسکرا کر بولی۔ "میں نہیں سمجھتی کہ کوئی آپ کے بہانے کی تصدیق کرنے کی حماقت کرے گا۔"

"آئندہ کے لیے کیا پروگرام ہے؟"

"میں نے آپ کی ملازمت ایک مخصوص ضرورت کے تحت اختیار کی تھی۔ جس دن میری ضرورت پوری ہو گئی میں آپ کا شکریہ ادا کر کے واپس چلی جاؤں گی۔"

مہاراجہ رنجیت سنگھ
اور ان کی عیاشیاں
★---- پروفیسر ایم اشرف
مہاراجہ رنجیت سنگھ کے متعلق تحریر کی گئی ایک مکمل حوالہ جاتی کتاب جو قاری کے لیے دلچسپی کا باعث بنے گی۔
قیمت: -/75 روپے
مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"مجھے معلوم ہے لیکن تم نے ابھی تک مجھے اپنی ضرورت کے بارے میں آگاہ نہیں کیا۔" میں نے قدرے بے تکلفی سے کہا۔ "اس کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟"

"سوری۔" وہ مجھے عجیب انسیداہم کی حالت میں گھورتے ہوئے بولی۔ "جس دن آپ کو میری ضرورت کا پتا چل گیا۔ اسی دن سے ہمارے راستے جدا جدا ہو جائیں گے اور میں اس عارضی تعلق کو ابھی ترک بھی نہیں کرنا چاہتی۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" اس بار میں نے اس کی نگاہوں میں دور تک جھانکتے ہوئے جواب دیا۔ "پُراسرار قوتیں اسی انداز میں گول مول بات کرتی ہیں جس طرح تم کرتی ہو۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

فی الحال میں اس سوال کا جواب صرف اسی حد تک دے سکتی ہوں کہ میری ضرورت براہِ راست آپ کی ذات سے ہے اس لیے جو کچھ مجھے معلوم ہے وہ میں آپ کے مفاد میں بتا رہی ہوں۔"

"جس کے مفاد کا اتنا خیال رکھا جاتا ہے اس سے دل کی کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھنی چاہیے۔" میں نے جان بوجھ کر رومانٹک ہونے کی کوشش کی تو اس کے گداز ہونٹوں پر معنی خیز تبسم ابھر آیا۔ کچھ توقف سے بولی۔

"میں سمجھ رہی ہوں کہ آپ محض میری زبان کھلوانے کی خاطر مصنوعی اپنائیت کا اظہار کر رہے ہیں لیکن آپ کو مذاق میں بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے۔"

"کیوں؟" میں نے بدستور بے تکلفی کا اظہار کیا۔ "کیا میرے سینے میں دل نہیں ہے؟"

"ہے بھی اور نہیں بھی۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ بات ابھی تک آپ کے دوست کے سوا کسی اور کو نہیں معلوم عارفہ ابھی زندہ ہے۔"

"کیا؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"فکرمند نہ ہوں، میری زبان سے نکلی ہوئی بات آپ کے سوا کوئی اور نہیں سن سکتا۔"

"لیکن۔"

"عارفہ خوش قسمت ہے جو آپ نے اسے اپنا لیا ورنہ طاغوتی قوتیں شاید اسے زندہ نہ چھوڑتیں۔"

میں ایک لمحے کو چکرا کر رہ گیا۔ جو بات ابھی میرے اور ندیم کے علاوہ کسی اور قوت کے علم میں بھی نہیں تھی وہ حسنہ کو کس طرح معلوم ہو گئی تھی؟ کہیں وہ مجھے اعتماد میں لے کر میری زبان تو نہیں کھلوانا چاہتی تھی؟ ایسی کون سی ضرورت تھی جسے میرے سوا کوئی اور پورا نہیں کر سکتا تھا؟

"مسٹر شہباز۔" حسنہ میرے چہرے کے تاثرات کو پڑھتے ہوئے بولی۔ "کیا آپ کو میری ذات پر اعتماد نہیں ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے لیکن کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ تمہیں میری ذات سے اس قدر دلچسپی کس لیے ہے؟" میں نے سنبھل کر کہا۔

"میں اس کا جواب دے چکی ہوں۔" اس نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "میری ضرورت آپ کی ذات سے وابستہ ہے اس لیے میں جب تک یہاں ہوں آپ کی حفاظت کرنا میرے اوپر فرض ہے۔"

"مجھے کیا خطرہ لاحق ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"خطرات تو بہت سے ہیں لیکن فی الحال آپ کا ذہن سورگ باشی پانڈے کی سندر دھرم پتنی نرمل کے بارے میں زیادہ پریشان ہے۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ آپ کا اندازہ غلط ہے تو؟" میں نے اسے کریدنے کی خاطر کہا۔

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ ایک بار پھر معنی خیز مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیر کر بولی۔ "لیکن میں آپ کو اس بات کا اطمینان دلانا ضروری سمجھتی ہوں کہ اب نرمل پولیس کو وہ بیان نہیں دے گی جو اس نے فون پر آپ سے کہا تھا۔ آپ چاہیں تو سراج صاحب سے تصدیق کر لیں۔ نرمل اس وقت ان ہی کے دفتر میں موجود ہے۔"

"اگر اسے میرے خلاف کوئی بیان نہیں دینا تو پھر اس کا سراج کے آفس میں موجود ہونا۔"

"جگت نارائن۔" حسنہ نے سنجیدگی سے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اس کا اصلی نام کیبرداس ہے، کیبرداس کے روپ میں اس نے دیس بھگت کا روپ بھر رکھا ہے۔ اس کے واقف کار اس کی پوجا کرتے ہیں۔ دھرتی کا سب سے بڑا دیالو سمجھتے ہیں لیکن اس کا دوسرا روپ نہیں جانتے۔ جگت نارائن کا نام پولیس لسٹ پر بھی موجود ہے لیکن ابھی تک ہمارے دیس کی پولیس بھی اس کا کھوج نہیں لگا سکی۔ جگت نارائن کے روپ میں وہ کسی راکشس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ رکی کے غائب ہونے کے بعد ہی بھوشن کے ٹولے نے جگت نارائن اور بھوشن کا گٹھ جوڑ کرایا تھا لیکن بھوشن بھی اس سے ناواقف ہے جگت نارائن کا دوسرا روپ کیا ہے؟"

"پھر بھوشن کے آدمیوں کو اس کی خبر کیسے ہو گئی؟" میں نے تجسس کا اظہار کیا۔

"جگت نارائن نے بدمعاشوں، ڈاکوؤں اور لیٹروں کی ایک پوری فوج بنا رکھی ہے لیکن انہیں بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ وہ صرف فون پر ملنے والی ہدایت پر عمل کرتے ہیں۔ بھوشن کے ٹولے میں بھی جگت نارائن کے ایک دو آدمی موجود ہیں۔"

جگت نارائن اور بھوشن کے گٹھ جوڑ کا مقصد کیا ہے؟"

"آپ کو راستے سے ہٹانا۔" حسنہ نے بڑے یقین سے کہا۔ "بھوشن نے اس کام کے عوض اسے جو ایڈوانس دیا ہے وہ بھی کروڑوں میں ہے۔"

"لیکن اس وقت جگت نارائن کا نام درمیان میں کہاں سے آ گیا۔" میں نے پہلو بدل کر سوال کیا۔

"نرمل اس وقت اپنا یہی بیان ریکارڈ کرا رہی ہے کہ پانڈے کی موت اور اس کے کاروبار کی تباہی میں جگت نارائن اور اس کے ساتھیوں کا ہاتھ ہے۔"

"اور اس بیان کے لیے غالباً اسے تم نے آمادہ کیا ہے؟"

"اگر نہ کرتی تو کوئی اور گندی قوت اسے آپ کے خلاف زہر اگلنے پر مجبور کر دیتی۔"

"کسی اور قوت سے تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟"

"ایک بات اور بتا دوں۔" حسنہ نے میرے سوال کو یکسر نظرانداز کر کے کہا۔ "جس کارندے نے بھوشن اور جگت نارائن کی گفتگو کرائی تھی وہ اور نرمل دونوں مارے جائیں گے انہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔"

"کیا تم بھی نہیں؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"آپ کی ذات کے علاوہ میں کسی اور کے سلسلے میں کسی دوسری طاقت سے نہیں ٹکرا سکتی۔"

"بھوشن کے اس آدمی کا نام کیا ہے جو نرمل کے ساتھ مارا جائے گا۔"

"میں نے کہا نا کہ ان دونوں کو اب موت سے نہیں بچایا جا سکتا۔ طاغوتی قوتیں اپنا جال بچھا چکی ہیں۔" حسنہ نے پُراعتماد لہجہ اختیار کیا۔

"کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ میں سراج کو نرمل کے بارے میں صرف اس حد تک ہوشیار کر دوں کہ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔"

"آپ کی اپنی مرضی ہے، ضرور کریں لیکن اپنے نام سے نہیں۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ولیم پوکر کا نام استعمال کرنا زیادہ مناسب ہو گا۔"

"تم۔" میں نے حیرت سے حسنہ کو دیکھا لیکن اپنا جملہ مکمل نہیں کیا۔

"میں ایک بار آپ سے پھر یہی درخواست کروں گی کہ آپ بھوشن کے جیل سے رہا ہوتے ہی کسی طرح اسے ٹھکانے لگا دیں۔" حسنہ یکلخت بے حد سنجیدہ ہو گئی۔ "یہ آپ کا میری ذات پر پہلا اور آخری احسان ہو گا۔"

میں نے حسنہ کو بہت غور سے دیکھا میرے ذہن میں کسی کی مانوس شخصیت کا ہیولا دھوئیں کی شکل میں آہستہ آہستہ ترتیب پا رہا تھا لیکن پھر تیز ہوا کا ایک جھونکا آیا اور دھوئیں کے نقوش اجاگر ہونے کے بجائے بکھر کر غائب ہو گئے میں پھر اندھیرے میں بھٹک گیا۔

"پلیز مسٹر شہباز۔" حسنہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میرے بارے میں ذہن پر زور دینے کی کوشش نہ کریں۔ وقت آنے پر میں خود سے اپنا تعارف کراؤں گی۔ وہ شاید ہماری آخری ملاقات ہو گی۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر بھوشن کو ہمیشہ زندہ رکھوں گا۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "اس لیے کہ میں تمہاری جیسی محسنہ کو کھونا نہیں چاہتا۔"

"مجھے صرف حسنہ بنا رہنے دیں۔ پلیز۔" اس نے مجھے عجیب افسردہ انداز میں مجھے دیکھا۔ ان نگاہوں میں درد و ویرانی پھیل گئی تھی۔

"تم بھوشن کی موت کیوں چاہتی ہو؟ کیا اس نے۔"

"آپ کو یہ کام کرنا ہو گا۔" اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "یہ۔ یہ۔ میری درخواست ہے۔"

"ون منٹ۔" میں نے اسے دوبارہ بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے ولیم پوکر کا نام کیوں لیا تھا۔ تم اس کے بارے میں کیا جانتی ہو؟"

"صرف اسی حد تک کہ اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔"

"جگت نارائن کے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟ میرا مطلب ہے کہ کیا وہ میرے سلسلے میں کامیاب ہو جائے گا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"پھر بھی سہی۔ اس وقت آپ نرمل اور بھوشن کے اس آدمی کو بچانے کی کوشش کریں جن کی زندگی کی بظاہر کوئی امید نہیں نظر آتی۔" حسنہ نے سادگی سے جواب دیا اور خاموشی سے گردن جھکا کر میرے آفس سے نکل گئی۔

حسنہ کے جانے کے بعد میں نے ریسیور اٹھا کر سراج کے نمبر ڈائل کیے۔ حالات کے پیش نظر نرمل کو بچانا ضروری تھا۔ اب تک اس نے جو کردار ادا کیا تھا۔ وہ کسی طاغوتی طاقت کے زیر اثر کیا تھا۔ اس کا اپنا کوئی قصور نہیں تھا۔

"ہیلو۔ سراج آن دی لائن۔"

"ولیم پوکر اسپیکنگ۔" میں نے ولیم پوکر کے لہجے میں کہا۔ "مائی ڈیئر ڈی ایس پی اگر میری اطلاع غلط نہیں ہے تو اس وقت مسٹر پانڈے کی وڈو (WIDOW) نرمل تمہارے دفتر میں موجود ہے۔"

"کیا اطلاع فراہم کرنا چاہتے ہو۔" سراج نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"نرمل جو بیان دے رہی ہے وہ غلط نہیں ہے۔" میں نے ولیم پوکر کی آواز میں کہا۔ "بھوشن نے جیل جانے کے بعد اپنے کارکنوں کے ذریعے جگت نارائن کے ٹولے سے کروڑوں روپوں

aazzamm@yahoo.com

کے عوض ڈیل کیا ہے۔ یہ بات کسی طرح نرل کی نالج میں آگئی ہے لیکن اس بدنصیب کو شاید یہ نہیں معلوم کہ وہ اپنا بیان ریکارڈ کرانے کے بعد گھر تک زندہ واپس نہیں جاسکے گی۔ اس کے ساتھ بھوشن کا وہ کارندہ بھی ختم کردیا جائے گا جس نے جگت نارائن اور بھوشن کے درمیان گٹھ جوڑ کرایا تھا۔"

"اس کا کیا نام ہے؟"

"سوری۔ مجھے اس بورفیلو کا نام نہیں معلوم لیکن تم نرل کو بچانے کی کوشش کروگے۔ میری اطلاع کے مطابق جگت نارائن نے سارا پلان بنایا ہے۔ اس کے آدمی نرل کو کسی قیمت پر معاف نہیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں لیکن تم اس شخص کے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟"

"گڈ۔" میں نے سراج کی تعریف کرتے ہوئے جواب دیا۔ "نرل کی موجودگی میں تمہیں جگت نارائن کا نام نہیں لینا چاہیے تھا۔ وہ کون ہے' اس کا اصلی نام کیا ہے اور معاشرے کے لیے کس قدر مہلک جراثیم ہے یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال نرل کو بچانے کی کوشش کرو۔ ویٹ از آل۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ حسنہ نے اب تک مجھے جو معلومات بھی فراہم کی تھیں وہ سب درست ہوئی تھیں۔ جہاں تک کیرواس کا تعلق تھا تو میں اس سے کبھی ملا نہیں تھا لیکن اس کے بارے میں بخوبی جانتا تھا۔ اسے سوسائٹی میں خاصا اونچا مقام حاصل تھا۔ کئی تجارتی کمپنیوں کا صدر ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی وجہ سے بے شمار رفاہی ادارے بھی چل رہے تھے۔ لوگ اسے بڑی عزت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ بظاہر وہ بہت منکسار اور کم سخن واقع ہوا تھا۔ اس کے اپنے کاروبار بھی ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے۔ انکم ٹیکس اور دیگر تمام محصولات کی ادائیگی میں ہمیشہ سرفہرست رہتا تھا۔ وہ لین دین کے معاملے میں بے حد کھرا اور ایماندار شخص تھا۔

حسنہ کے بجائے اگر کسی اور نے اسے جگت نارائن کی شخصیت سے منسوب کرنے کی کوشش کی ہوتی تو شاید میں بھی یقین نہ کرتا لیکن اب صورت حال قدرے مختلف تھی۔ میں کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اٹھ کر نیچے آگیا۔ پارکنگ لاٹ میں ساجد میری گاڑی کے قریب ہی بیٹھا کسی فلمی میگزین کے مطالعے میں مصروف تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ تیزی سے اٹھا اور اس نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا پھر جب تک گاڑی عمارت سے نکل کر کھلی سڑک پر نہیں آگئی ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی اس کے بعد ساجد نے پوچھا۔

"ہمیں کدھر چلنا ہے؟"

"تم جگت نارائن کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"جگت نارائن۔" ساجد نے چونک کر اس نام کو دہرایا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اس کی اصلیت کے بارے میں ابھی تک پولیس کا محکمہ بھی کچھ نہیں جانتا" البتہ اس کا نام دہشت گردی' ناجائز کاروبار اور انڈر گراؤنڈ ورلڈ کے تمام معاملات میں کسی بے تاج بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے میری اطلاع کے مطابق وہ کسی ایسے کام میں ہاتھ نہیں ڈالتا جس میں کروڑوں کا فائدہ نہ ہو۔"

"نرل اس وقت سراج کے دفتر میں ہے۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔ "مجھے فون پر کسی نے اطلاع دی ہے کہ جگت نارائن کے آدمی اس کے گھر واپس پہنچنے سے پہلے ہی جان سے مار ڈالنے کا پلان مرتب کرچکے ہیں۔"

"آپ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔" ساجد (دانش) نے گاڑی ایک فٹ پاتھ کے قریب روکتے ہوئے پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ نرل۔۔۔"

"سوری سر۔" ساجد نے روکھے لہجے میں جواب دیا۔ "میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گا اس لیے کہ آپ نے ابھی جس کا نام لیا ہے وہ سمندر کی ان بپھری ہوئی طوفانی لہروں سے بھی زیادہ خطرناک ہے جو بڑے بڑے منہ زور جہازوں کو بھی کسی حقیر تنکے کی طرح اتھل پتھل کرکے سمندر کی تہ میں ہمیشہ کے لیے دفن کردیتے ہیں اور ان کا کوئی سراغ بھی نہیں ملتا۔"

"میں براہ راست درمیان میں نہیں آؤں گا۔" میں نے ساجد کے مشورے کو کسی حد تک تسلیم کرتے ہوئے جواب دیا۔ "صرف دور رہ کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ نرل کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

"آپ کو یہ اطلاع کس نے دی تھی؟"

"کسی نامعلوم شخص نے۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے بات بنائی۔ "اس نے کچھ اور شبہات بھی ظاہر کیے ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"بھوشن نے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے ہونے کے باوجود جگت نارائن سے سازباز کرلی ہے۔"

ساجد نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا لیکن میں محسوس کررہا تھا کہ میرا جملہ سن کر وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات نظر آرہے تھے۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"اگر آپ کو ملنے والی اطلاع درست ہے تو پھر نرل کو سراج صاحب کے دفتر سے نکلتے ہی ختم کردیا جائے گا۔" ساجد نے گاڑی کا رخ سراج کے آفس کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔ "وہ ہمیشہ ایسی ہی وارداتیں کرتا ہے جس سے پولیس والوں پر

بھی دہشت برقرار رہے۔ میری اطلاع کے مطابق آج تک اس کا کوئی آدمی پولیس کے ہاتھ نہیں لگا اس لیے کہ وہ ایسے لوگوں کو اپنے دوسرے آدمیوں کے ذریعے خود مروادیتا ہے جن پر کسی شک کا احتمال بھی ہو۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جگت نارائن اور کیرواس کے بارے میں سوچتا رہا۔ ساجد نے گاڑی کو کچھ دیر بعد ایسی جگہ پارک کیا تھا جو سراج کے آفس سے دور تھی لیکن اسے بخوبی دیکھا جاسکتا تھا۔ گاڑی جہاں پارک کی گئی تھی وہاں ایک سپر اسٹور بھی تھا جس کی وجہ سے کسی کو ہم پر شبہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے گاڑی کے تمام شیشوں پر اس قسم کا دبیز اور باریک پلاسٹک پیپر چڑھوالیا تھا جس سے باہر تو دیکھا جاسکتا تھا مگر باہر سے اندر نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ گاڑی پارک کرنے کے بعد ساجد اتر کر سپر اسٹور میں چلا گیا لیکن مجھے یقین تھا کہ وہ سپر اسٹور کے اندر کسی ایسے مقام کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گا جہاں سے سراج کے آفس پر نظر رکھی جاسکے۔

دفتر کے باہر سراج کی گاڑی کے علاوہ ایک بکتربند گاڑی بھی موجود تھی۔ تین چار مسلح پولیس والے باقاعدہ پہرہ دے رہے تھے۔ میرا خیال تھا کہ سراج نے نرل کی حفاظت ہی کی خاطر وہ بکتربند گاڑی منگوائی ہوگی۔ دس پندرہ منٹ تک میں نظر جمائے بیٹھا ایک ایک حرکات و سکنات کا جائزہ لیتا رہا پھر میں نے سوچا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ بکتربند گاڑی کسی اور مقصد کے لیے وہاں موجود ہو اور نرل جاچکی ہو۔ میں نے مایوس ہوکر ہارن بجاکر ساجد کو واپس بلانے کا ارادہ کیا تھا لیکن اسی وقت میں نے نرل کو باہر آتے دیکھا۔ سراج بھی اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ نرل نے بکتربند گاڑی تک پہنچنے کی خاطر دفتر کی صرف دو سیڑھیاں ہی طے کی تھیں کہ اچانک اس کے جسم کے کئی حصوں سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ وہ ایک لمحے کو کسی بے جان بت کی طرح ساکت کھڑی رہی پھر کسی ٹوٹے ہوئے درخت کی مانند سیڑھیوں سے لڑھکتی ہوئی سڑک پر آگری۔ ٹریفک بدستور رواں دواں تھا۔ فائر چونکہ سائلنسر لگی ہوئی خودکار رائفل سے کیا گیا تھا اس لیے فوری طور پر کسی کو اس سنگین حادثے کی اطلاع نہیں ہوئی۔ اسی وقت ساجد تیزی سے اسٹور سے باہر نکلا۔ اسٹیرنگ پر بیٹھتے ہی اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور تیزی سے آگے لیتا چلا گیا۔ یہ سب کچھ اس قدر آناً فاناً ہوا تھا کہ خود سراج کو بھی اس کی امید نہیں تھی۔ وہ نرل کے ساتھ ہونے کے باوجود بچ گیا تھا جو اس بات کی دلیل تھی کہ نرل پر گولی چلانے والا کوئی معمولی نشانہ باز نہیں تھا۔

"وہی ہوا جس کا شبہ میں نے ظاہر کیا تھا۔" ساجد نے کچھ دیر خاموشی کے بعد کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے' کیا فائر کسی چلتی ہوئی گاڑی سے کیا ہوگا؟"

"جی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کے لیے مسٹر سراج کے دفتر کے عین سامنے والی پانچ منزلہ عمارت کا انتخاب کیا گیا ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پولیس کو اس عمارت سے کسی شخص کی لاش مع رائفل کے برآمد ہوجائے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت طلب انداز میں پوچھا۔

"اگر اس واردات میں جگت نارائن ہی کا ہاتھ ہے تو پھر اس نے اپنے اس کارندے کو بھی ختم کرادیا ہوگا جسے نرل کی موت کے لیے آمادہ کیا گیا تھا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حسنہ کے بارے میں سوچنے لگا جس کی پیشگوئی نرل کے بارے میں بھی درست ثابت ہوئی تھی۔ دفتر پہنچا تو ندیم وہاں پہلے سے موجود تھا۔

"تم اس وقت کہاں گئے تھے؟" اس نے تیزی سے پوچھا۔

"خیریت تو ہے؟" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ندیم کو غور سے دیکھا جو خاصا فکرمند نظر آرہا تھا۔ "یہ تمہارے چہرے پر ہوائیاں کیوں اڑ رہی ہیں؟"

"تم کہاں سے واپس آرہے ہو؟" ندیم نے اپنا سوال دوسرے زاویے سے دہرایا۔ اس کے چہرے پر بدستور سنجیدگی مسلط تھی۔

"ایک دفتری کام سے گیا تھا لیکن۔۔۔"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ ماسٹری اپنے جسم کے ہر حصے پر ایک خفیہ آنکھ رکھتا ہے۔"

"اوہ۔ آئی سی۔" میں نے کہا۔ "گویا اسی نے تمہیں میری نقل و حرکت سے آگاہ کیا ہے۔ ویسے بائی دے وے۔ کیا پیو گے چائے' کافی یا پھر کولڈ ڈرنک؟"

"فی الحال تمہارا خون پینے کو دل چاہ رہا ہے۔"

"کڑوی چیزیں زیادہ تر شوگر کے مریضوں کو راس آتی ہیں اس لیے تم میرا خون پینے کا ارادہ ترک کردو۔ بلاوجہ منہ کا ذائقہ خراب ہوگا۔"

"تمہیں یہ اطلاع کس نے دی تھی کہ نرل سراج کے آفس گئی ہے؟"

"خود نرل ہی نے بتایا تھا۔" میں نے دروغ گوئی سے کام لیا۔ "اس کے بیان کے مطابق کچھ نامعلوم افراد اسے جان سے مار دینے کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ وہ سراج کے پاس اپنا بیان ریکارڈ کرانے گئی تھی۔"

"اور تم وہاں کس مقصد سے گئے تھے؟"

"نرل نے درخواست کی تھی کہ میں دور دور رہ کر اس کا خیال رکھوں۔" میں نے دوسرا جھوٹ بولا۔ "وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی اس لیے مجھے اس پر ترس آگیا لیکن افسوس کہ میں

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

اس کے کسی کام نہ آسکا۔"

"کیا نرل نے تمہیں یہ بتایا تھا کہ اسے کون لوگ دھمکیاں دے رہے تھے؟"

"دبی زبان میں اس نے بھوشن کے آدمیوں پر شبہ ظاہر کیا تھا۔"

"اس کا اندازہ اسے کس طرح ہو گیا؟"

"اگر وہ زندہ رہتی تو اس سوال کا جواب اسی سے پوچھ کر دے سکتا تھا۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔

کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی میں نے ریسیور اٹھالیا پھر اسے ندیم کے حوالے کر دیا اس لیے کہ وہ کال اسی کے لیے تھی۔

"ہیلو۔" ندیم نے ریسیور لیتے ہوئے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اوکے کیا تم اس کا نام جانتے ہو۔ ہاں ہاں میں سن رہا ہوں۔ ٹھیک ہے تم لوگ اب وہاں سے دور ہٹ جاؤ۔" ندیم نے ریسیور رکھ کر مجھے غور سے دیکھا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔

"نرل کا اندازہ غلط نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"نرل کو بھوشن ہی کے ایک آدمی نے گولیاں مار کر ہلاک کیا ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "گولی سراج کے دفتر کے عین سامنے والی عمارت سیفی چیمبر کے دوسرے فلور سے چلائی گئی تھی۔ قاتل کا نام مادھولال تھا۔ پولیس کو کئی وارادات میں مطلوب تھا لیکن اب وہ پولیس کے کسی کام نہ آسکے گا اس لیے کہ کسی نے اسے بھی درمیان سے ہٹا دیا۔ پولیس کو صرف مادھولال کی لاش اور وہ رائفل ہی ملی ہے جس سے فائر کر کے نرل کو مارا گیا تھا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ خود مادھولال نے نکاسی کے راستے بند پا کر پھانسی تک جانے کے بجائے خودکشی کا شارٹ کٹ استعمال کیا ہو۔"

"نہیں۔ مادھولال کو پشت پر خنجر کے وار کر کے ہلاک کیا گیا ہے۔"

"سمجھ گیا۔ ڈبل کراس۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "قاتل کو بھی اس لیے ختم کر دیا گیا کہ پولیس کے قبضے میں جانے کے بعد وہ اپنی زبان سے کچھ اگل سکتا تھا۔"

"تمہارے سراج صاحب اس وقت بری طرح نروس ہو رہے ہیں۔"

"وہ ایک ذمہ دار آفیسر ہے اس لیے اس کی پریشانی بے جا بھی نہیں ہے اور ایسی صورت میں جبکہ نرل کو اس کے دفتر کے باہر اس وقت قتل کیا گیا جب سراج بھی اس کے ساتھ تھا۔"

"سراج کے دفتر کے باہر ایک بکتر بند گاڑی بھی دیکھی گئی ہے۔" ندیم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ اسے بھی کسی ذریعے سے نرل کو قتل کر دیے جانے کی اطلاع مل گئی ہو۔ ورنہ اول تو بکتر بند گاڑی وہاں نہ ہوتی اور دوسرے یہ کہ پولیس والے اب اس قدر مہذب بھی نہیں ہوتے کہ کسی کا بیان قلمبند کرنے کے بعد اسے باہر تک چھوڑنے کی زحمت گوارا کریں۔"

"خوبصورت خواتین کے معاملے میں دنیا کا ہر شخص مہذب بن جاتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ سراج اس ٹائپ کے افسروں میں سے نہیں ہے جو تہذیب کا مظاہرہ کسی بد تمیزی کی نیت سے کرتے ہیں۔"

"یہی وجہ ہے کہ میں نے بڑی شرافت سے تمہارے سراج صاحب کو کیبنوں کی تلاشی دی تھی ورنہ بغیر وارنٹ کے شاید میں ذرا تکی ہی کو بھی۔۔۔"

"مجھے تمہارے تعلق کا علم ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "ملیحہ کا کیا بنا کیا تم نے اسے کہیں اور شفٹ کر دیا ہے یا وہ اپنی خوبصورتی سے فائدہ اٹھا کر تمہارے آدمیوں کو دھوکا دے کر نکل گئی ہے۔"

"میرے آدمی لنگوٹ کے معاملے اتنے کچے بھی نہیں ہیں۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "رہا ملیحہ کا معاملہ تو بس اتفاق ہی سمجھو کہ میں نے اسے تمہارے اور سراج کے کیبنز پہنچنے سے آدھا گھنٹے پہلے ہی اپنے فارم ہاؤس شفٹ کرا دیا تھا وہاں اس کی حفاظت بہتر طور پر ہو سکتی ہے۔"

"اور اگر ماہ رخ کو علم ہو گیا کہ تم نے اس کی حسین اور نوجوان سکریٹری کو فارم ہاؤس میں رکھا ہے تو اس کا ردعمل کیا ہو گا۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جب کہ وہ ملیحہ ہی کو اپنا مجرم سمجھ رہی ہے۔"

"ملیحہ کے مجرم ہونے میں کوئی شبہ بھی نہیں ہے۔" ندیم نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن ابھی ہمیں اس سے اگلوانا ہے کہ سلیمان شاہ کے اور اس کے درمیان کس قسم کے تعلقات تھے جو وہ ماہ رخ کو سیل بند بوتل میں زہریلی شراب دینے پر آمادہ ہو گئی تھی۔"

"کیا مطلب۔" میں نے ندیم کو گھورا۔ "کیا اس سازش میں بھاری رقم کا معاوضہ طے ہو جانے کے بعد بھی کوئی پہلو باقی رہ گیا ہے۔"

"ہو بھی سکتا ہے۔ اس لیے کہ تم سلیمان شاہ کو اچھی طرح نہیں جانتے۔"

"کریم کی حالت اب کیسی ہے۔" میں نے ماہ رخ اور ملیحہ کے موضوع کو ختم کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا وہ ابھی تک اسپتال میں ہے؟"

"نہیں۔ فی الحال وہ ہانگ کانگ میں آرام کر رہا ہے۔ تمہاری ڈیوٹی اب ساجد ہی انجام دے گا۔ کریم کو کچھ دنوں بعد

میں اپنے لندن کے کاروبار کی کچھ اہم ذمہ داریاں سونپنے کا ارادہ کر چکا ہوں۔"

"بھوشن کے سلسلے میں اس کے ستارے کیا کہتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ اس بار وہ گلے گلے پھنس گیا ہے۔"

"یہ عوام الناس کا خیال ہے۔" میں نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"اوہ۔ گویا تمہاری کالکارانی نے تمہیں کچھ اور بتایا ہے۔"

"ہاں۔" میں سنجیدہ ہو گیا۔ "اس نے چیلنج کیا ہے کہ بھوشن کو دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی قانون پھانسی کے پھندے تک نہیں لے جا سکتا۔ اس نے بڑے پر اعتماد انداز میں کہا ہے کہ وہ بھوشن کو اس کیس سے اس طرح نکال لے گی جیسے دودھ سے بال نکالا جاتا ہے۔"

"میں بھوشن کے معاملے میں اتنا فکر مند بھی نہیں ہوں۔ اسے کیفر کردار تک پہنچانا تمہارے سراج صاحب کا کام ہے۔ لیکن اس کیس سے گلو خلاصی حاصل کرنے کے بعد وہ ہمارے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہو گا۔"

"یہ اس وقت سوچا جائے گا جب وہ باہر نکلے گا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا پھر اٹھ کر واپس چلا گیا۔

حسنہ نے جگت نارائن کے بارے میں اشارہ دے کر میری الجھنوں کو اور بڑھا دیا تھا۔ اس کے کہنے کے عین مطابق نرل یا مادھولال کو مرنے سے کوئی نہیں بچا سکا تھا۔ حالانکہ میں نے سراج کو ویلم پوکر کی حیثیت میں اس خطرے کی اطلاع کر دی تھی۔ کالکا نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ بھوشن کو پھانسی کے پھندے سے ہر قیمت پر بچا لے گی۔ وہ پراسرار قوتوں کی مالک تھی۔ ذہنوں کو پلٹ دینا اس کی طاغوتی قوت کے لیے بعید نہیں تھا۔ میں روپ نگر سے اب تک اس کے سیکڑوں چمتکار دیکھ چکا تھا۔ مجھے کالکا سے اب اتنا خطرہ لاحق نہیں تھا۔ حسنہ نے اس بات کو بڑے یقین سے کہا تھا کہ جب تک بھڑکنے والا شعلہ میری مدد کرتا رہے گا کالکا کی ناپاک قوتیں میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گی۔

بہرحال، میں محسوس کر رہا تھا کہ بھوشن کے مقابلے میں جگت نارائن میرے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ ذاتی طور پر میں نے اس کے بارے میں بہت ساری معلومات اکٹھا کرلی تھیں۔ ابھی تک سیکڑوں معاملات اور سنگین جرائم کے سلسلے میں اس کا نام پولیس کی لسٹ پر آ چکا تھا لیکن نہ تو اس کی کوئی تصویر ریکارڈ پر تھی نہ ہی کسی پیشہ ور قاتل یا دہشت گرد پر جگت نارائن ہونے کا شبہ ظاہر کیا گیا تھا۔ پولیس والوں کا خیال تھا کہ وہ زیر زمین کسی خطرناک تنظیم کا سربراہ تھا جو نہایت سائنٹیفک طریقوں سے واردات کر گزرتا تھا لیکن اپنے پیچھے کوئی نشان نہیں چھوڑتا تھا۔ وافق یا ساجد نے بھی اس کے بارے میں کچھ بتایا تھا کہ وہ اپنے جس آدمی کو کوئی خطرناک کام سونپتا تھا اس کو کسی دوسرے آدمی کے ذریعے ٹھکانے لگوا دینا بھی اس کے اصول میں شامل تھا۔ اس کی ایک مثال مادھولال کی شکل میں میرے سامنے آچکی تھی۔

بھوشن اور جگت نارائن کی گٹھ جوڑ میرے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا اس لیے میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر کالکا نے بھوشن کو رسی کے قتل کے کیس سے وہ دودھ کی مکھی کی طرح باہر نکالا تو میں پہلی فرصت میں اسے ٹھکانے لگادوں گا۔ حسنہ بھی یہی چاہتی تھی۔ کیوں؟ اس کی وجہ مجھے نہیں معلوم تھی۔ بہرحال میں نے طے کر لیا تھا کہ اب اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے کے ساتھ ساتھ عملی میدان میں سرگرم عمل رہنے کی

رومانی ناول

زیب	حمیدہ جبین	75/-
شاخ بریدہ	حمیدہ جبین	75/-
حنا اور پتھر	حمیدہ جبین	75/-
گیت یہ میرے	حمیدہ جبین	75/-

مکتبہ القریش اُردو بازار - لاہور 2

رومانی ناول

دل کا آنگن	سلمیٰ رعنا	75/-
کالے کنول	سلمیٰ رعنا	75/-
اور دیا جلتا رہا	سلمیٰ رعنا	100/-
موج گرداب	سلمیٰ رعنا	100/-

مکتبہ القریش اُردو بازار - لاہور 2

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

کوشش کروں گا۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے اکثر دل کے ارمان دل میں رہ جاتے ہیں۔ میں نے یہ بھی فیصلہ کیا تھا کہ اب اپنے ارد گرد بھی ایسے جاں نثاروں کا حلقہ بناؤں گا جسے آسانی سے توڑنا دشمنوں کے بس کی بات نہیں ہوگی۔ میں نے جگت نارائن کے سلسلے میں ندیم کو کچھ نہیں بتایا تھا اور دانش یا ساجد کو بھی سختی سے تاکید کر دی تھی کہ وہ بھی اس بارے میں اپنی زبان بند ہی رکھے۔

دوسرے روز میں یوں ہی سراج سے ملنے اس کے دفتر چلا گیا۔ اس وقت میں گاڑی خود ہی چلا رہا تھا۔ دانش میرے ہمراہ نہیں تھا۔ سراج نے گفتگو کے دوران زرل کے سلسلے میں "وہی" باتیں بتائی تھیں جو پہلے سے میرے علم میں تھیں البتہ اس نے جگت نارائن کے سلسلے میں ایک اور انکشاف کیا تھا۔ وہ جو بھی واردات کرتا تھا اس میں اپنے نام کی ایک نشانی ضرور چھوڑ جاتا تھا۔ ماوھولال کی جامہ تلاشی کے دوران بھی اس کی جیب سے ایک ایسا سکہ برآمد ہوا تھا جس کی ایک جانب ایک خطرناک آدم خور چیتے کا کھلا ہوا خطرناک دہانہ نظر آ رہا تھا اور دوسری جانب "J.N" کے حروف کندہ تھا۔ سراج کی اطلاع کے مطابق اس وقت تک پولیس کی تحویل میں ایسے بہت سارے سکے آ چکے تھے لیکن جگت نارائن کی اصلیت کیا تھی؟ وہ کون تھا؟ اس نے جو تنظیم بنا رکھی تھی اس کا مقصد کیا تھا؟ اس کا علم کسی کو بھی نہیں تھا۔

"کیا آپ نے سیفی چیمبرس میں واقع دفتروں میں موجود اشخاص سے بھی پوچھ گچھ کی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہاں کام کرنے والوں اور نیچے اوپر آنے جانے والوں یا ان چپراسیوں نے جو عام طور پر دفتر کے باہر بیٹھے ہوتے ہیں' کسی نہ کسی ایک نے تو قاتل کو ضرور دیکھا ہوگا۔"

"جی ہاں۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "... ایک چپراسیوں نے جو سیکنڈ فلور پر ہی کام کرتے ہیں انہوں نے قاتل کو دیکھا تھا لیکن خود وہ کس وقت قتل ہوا اور اسے کس نے قتل کیا اس سلسلے میں وہ کوئی ٹھوس جواب نہیں دے سکے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ جان بوجھ کر کوئی بیان دینے سے کترا رہے ہوں' ہمارے پولیس نظام کی خرابیوں نے اب عوام کو ہمارے ساتھ عدم تعاون پر مجبور کر دیا ہے۔ گواہی کے لیے سامنے آنے والوں کی جو درگت بنتی ہے اور انہیں جس طرح مشکوک نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اس کا علم آپ کو بھی بخوبی ہوگا۔"

"سیکنڈ فلور پر کتنے دفتر واقع ہیں۔" میں نے سراج کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ۔۔۔ ایک دفتر قالینوں کی امپورٹ کا کام کرتا ہے جب کہ دوسرا دفتر ایک چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کا ہے' لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"یوں ہی۔ محض اپنی معلومات کی خاطر۔" میں نے کہا پھر سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "آپ نے مجھ سے یہاں آنے کا مقصد نہیں پوچھا۔"

"آپ جب چاہیں سر آنکھوں پر تشریف لائیں۔" سراج نے انکساری کا مظاہرہ کیا۔ "میں آپ کو اپنے ہی خواہوں میں شمار کرتا ہوں۔"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی' لیکن اس وقت میں آپ سے اپنی چھٹی حس میں ابھرنے والے ایک خیال کے اظہار کے لیے حاضر ہوا ہوں۔"

"کیا اس کا تعلق بھوشن کی ذات سے ہے۔" سراج یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔

"مجھے آپ کی ذہانت سے یہی توقع تھی کہ آپ کا خیال اسی طرف جائے گا۔"

"تو کیا۔"

"جی ہاں۔" میں نے کہا۔ "طاغوتی قوتیں ایک بار پھر بھوشن کے سلسلے میں خم ٹھونک کر اکھاڑے میں کودنے والی ہیں۔"

"لیکن آپ کو اس کا علم کس طرح ہوا؟"

"چھٹی حس۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس سے پیشتر بھی کچھ خطرناک اور اہم مجرم آپ کی تحویل میں تھے جن کے بارے میں' میں نے یا تو خواب دیکھا تھا یا پھر میری چھٹی حس میں خطرے کی گھنٹی بجنی شروع ہو گئی تھی اور میرا خیال ہے کہ اب تک میری کہی ہوئی کوئی بات غلط ثابت نہیں ہوئی۔"

"میرا ذاتی خیال بھی کچھ یہی ہے۔" سراج تھوڑے توقف سے بولا۔ "بھوشن جیسے لوگ جن کی پہنچ بڑی سرکار تک ہو اتنی آسانی سے کیفر کردار تک نہیں پہنچتے" دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ رکی ایک پیشہ ور قاتل تھا اور پولیس کو متعدد معاملات میں درکار تھا۔ ابھی تک تو بھوشن کے وکیلوں نے یہی کہا ہے کہ وہ عدالت کے روبرو اپنے موکل کا دفاع کریں گے۔ رہا بھوشن کا بیان تو اس نے کہا ہے کہ پولیس نے اسے زبردستی ملوث کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"کیا مطلب۔" میں چونکا۔ "کیا آپ نے ڈی آئی جی کی موجودگی میں ۔۔۔"

"وہ بات سو فیصد درست ہے۔" سراج نے پہلو بدل کر را سامنہ بناتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہم کسی مجرم کو زبردستی سچائی اگلنے پر مجبور تو نہیں کر سکتے۔"

"اور وہ گواہ جو عینی شاہد تھے۔"

"آج کل تو بڑے بڑے سیاست دان روپے اور کرسی کی

لالچ میں آ کر اپنی دیرینہ وفاداریاں تک تبدیل کر دیتے ہیں' چھوٹے موٹے گواہ بھلا کس قطار و شمار میں آتے ہیں' عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر اکثر یہ کہہ کر منحرف ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے پولیس کے ڈرائنگ روم زینت منت کی وجہ سے غلط بیان دیا تھا۔ بھوشن کے پیسے دو چار گواہوں کو خرید لینا زیادہ دشوار نہیں ہوگا مگر میں بھی آخری وقت اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

"ایک مشورہ دوں آپ کو۔"

"فرمایئے۔"

"بھوشن کے رہا ہونے کے بعد اس کو پولیس کے کسی جعلی مقابلے میں ختم کرا دیں' نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

"سوری مسٹر شہباز' میں نے زندگی میں کبھی اس قسم کے کام نہیں کیے۔ شاید اسی لیے اب تک بڑی مشکلوں سے اس کرسی تک پہنچا ہوں ورنہ میرے بے شمار ساتھی اس وقت ایس پی کی کرسیوں پر دھرنا جمائے بیٹھے ہیں۔"

"یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔" میں اٹھتے ہوئے بولا۔ "اور آپ جیسے افسران کو تو اکثر دیانت داری کی سزا ملتی رہتی ہے۔"

سراج کے آفس سے نکل کر میں نے واپسی کے ارادے سے گاڑی موڑ کر گھمائی تو میرے ذہن میں ایک شبہ بڑی سرعت سے ابھرا' میں نے اگلے راؤنڈ اباؤٹ سے گاڑی کو موڑا اور سیفی چیمبرس کے پشت کی جانب پہنچ گیا جہاں اس عمارت کا عقبی دروازہ کھلتا تھا' گلی زیادہ کشادہ نہیں تھی اس لیے میں نے اپنی کار سڑک پر چھوڑ دی۔ دوسری جانب والے راستے پر ایک ہٹا کٹا پٹھان چوکیدار مسلح کھڑا تھا۔ میں نے اندر جانے کی کوشش کی تو اس نے مجھے روک دیا۔

"خو۔ ادھر سے جانا منع ہے' اگلے راستے سے جاؤ۔"

"میرا تعلق خفیہ برانچ سے ہے۔" میں نے مخصوص لہجے میں سرگوشی کی۔ "دوسری منزل پر جو قتل ہوا تھا اس کے سلسلے میں تم سے کچھ پوچھ گچھ کرنی ہے۔"

"ہراں' خو ادھر ہی خرابی ہے۔" وہ اپنی ٹھیٹھ زبان میں بولا۔ "ہم چوکیداری بھی کرے اور بعد میں ہمارا گردن بھی پکڑا جائے' یہ کدھر کا انصاف ہے' کل سے ہمارا اٹھنا بیٹھنا حرام ہو گیا ہے۔ جو بھی آتا ہے ہم سے ایسا معلومات کرتا ہے جیسے قاتل ہم کو بتا کر اوپر گیا تھا۔"

"بہرحال یہ بات تمہاری ڈیوٹی میں شامل ہے کہ غیر متعلق آنے والوں پر نظر رکھو۔" میں نے پولیس والوں کی طرح سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔

"ڈیوٹی کا بات ہے اسی لیے تو ہم تم کو روکا۔" اس نے بڑی معقول بات کی۔ "پچھلا راستہ سے صرف چپراسی لوگ آتا جاتا ہے' باقی سارا کاروبار اگلے دروازے سے ہوتا ہے اور اگلے دروازے کا چوکیدار دوسرا ہے۔ وہ صرف رات کی ڈیوٹی دیتا ہے۔ دن کو جس کا مرضی آئے آ جا سکتا ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے۔" میں نے یوں ہی پوچھ لیا۔

"شیر گل۔" وہ کڑوا سا منہ بنا کر بولا۔

"دیکھو شیر گل۔" میں نے اسے دوستانہ انداز میں مخاطب کیا۔ "پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں' تم مجھے نیک اور ایماندار آدمی لگتے ہو۔"

"خو۔ آپ کا بڑا بڑا مہربانی۔" وہ خوش ہو گیا۔

"کیا تمہارا دفتروں میں بھی آنا جانا رہتا ہے؟"

"دفتر سے ہمارا کیا کام۔" وہ شانے اچکا کر بولا۔

"وہاں کام کرنے والے چپراسی اور صفائی کرنے والوں سے تو ضرور واقف ہوگے۔"

"آپ مطلب کا بات کرو نا' آپ ہم سے کیا پوچھنا چاہتا ہے؟"

"دوسرے فلور پر جو دفاتر ہیں ان کے بارے میں تم کیا کچھ جانتے ہو؟"

"کچھ بھی نہیں۔" اس نے روکھائی سے جواب دیا لیکن اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کوئی بات چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں پریشان نہیں کیا جائے گا۔"

شیر گل کچھ دیر خاموش رہا پھر مجھے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔ "آپ ایسا کرو' قالین والا دفتر کے چپراسی گل زمان سے ملاقات کرو۔"

"کوئی خاص بات؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"آپ سے پہلا جو پولیس والا لوگ آیا تھا اس نے بھی گل زمان سے بات کیا تھا' ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارا کوئی مدد کرے۔"

"گل زمان خود کیسا آدمی ہے؟"

"ہے تو پٹھان مگر ایک نمبر کا لالچی ہے۔ اس کے علاوہ ہم کو

تاریخی ناول

ابلیس مصر	الماس ایم-اے	100/-
حسن بن صباح	الماس ایم-اے	125/-
راجکماری	الماس ایم-اے	150/-
نور الدین زنگی	الماس ایم-اے	250/-
سلطان عادل	الماس ایم-اے	150/-

مکتبہ القریش اردو بازار-لاہور 2

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"اور کچھ نہیں معلوم۔"

شیرگل نے چونکہ مجھے خفیہ برانچ کا افسر تسلیم کر لیا تھا اس لیے مجھے پچھلے راستے سے اوپر جانے کی اجازت دے دی۔ میں نے گل زمان کو کریدنے کی کوشش ہر زاویے سے کی لیکن اس کا ایک ہی جواب تھا کہ ڈی ایس پی سراج نے اسے سختی سے منع کر رکھا تھا کہ کسی دوسرے کو کوئی بیان نہ دے۔ میں نے اسے لالچ دینے کی کوشش کی لیکن وہ بھی چونکہ مجھے خفیہ برانچ کا پولیس افسر ہی سمجھ رہا تھا اس لیے میری ترکیب کام نہ آئی۔ میں واپسی کے لیے پلٹا تو چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کے دفتر سے ایک ملازم نے نکل کر مجھ سے کہا کہ دفتر کا جنرل منیجر مجھے بلا رہا ہے۔ مجھے اس بات پر تعجب ہوا لیکن مل لینے میں کوئی حرج بھی نہیں تھا چنانچہ میں جنرل منیجر کے کمرے میں چلا گیا جو ہر اعتبار سے بہت نفیس طور پر ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔ باہر جنرل منیجر کے ساتھ ہی اکبر درانی کے نام کی تختی بھی لگی ہوئی تھی۔ میں اندر داخل ہوا تو وہ کسی کھاتے کی جانچ پڑتال میں مصروف تھا۔ خاصا باڈی بلڈر ٹائپ کا نوجوان آدمی تھا۔ میں نے ایک لمحے تک انتظار کیا پھر اس کی محویت کو ختم کرنے کی خاطر کھنکھار کر کہا۔

"مسٹر درانی۔ آپ نے شاید مجھے کسی کام کے سلسلے میں بلوایا تھا۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ ایک ثانیے تک گھورتا رہا پھر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"گل زمان ایک نمبر کا حرامی اور چلتا پرزہ واقع ہوا ہے۔ وہ آپ کو کوئی بات سچ نہیں بتائے گا۔"

"اور سچ کیا ہے۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ مادھولال اور اس عورت کے قتل کے سلسلے میں تفتیش کر رہے ہیں جو پولیس کے ساتھ ہونے کے باوجود کلم آچکی ہے۔"

"آپ کا اندازہ غلط نہیں ہے۔" میں نے امید کی کرن محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "دراصل میرا تعلق خفیہ برانچ ـــ"

"میں دروغ گوئی کو پسند نہیں کرتا مسٹر شہباز خان۔" وہ اکھڑ لہجے میں میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولا۔ "کبھی آپ محکمہ پولیس سے ضرور وابستہ رہ چکے ہیں لیکن آج کل اپنا ذاتی کاروبار کر رہے ہیں اور میری معلومات غلط نہیں ہیں تو آپ کے کاروبار کے تمام اکاؤنٹس کو مرانیڈ کمپنی والے لک آفٹر کرتے ہیں۔"

"لیکن آپ ـــ؟"

"میری بات ابھی تک مکمل نہیں ہوئی۔" اس نے پھر میرا جملہ کاٹا۔ "آپ ڈی ایس پی مسٹر سراج کے واقف کار ہیں اور شاید اس عورت سے بھی تھوڑی بہت واقفیت رکھتے تھے جسے مادھولال نے بیسٹ مارا تھا۔ پھر اسے بھی قتل کروا دیا گیا اور اب آپ ذاتی طور پر مادھولال کے قاتل کو تلاش کرنا چاہتے ہیں۔"

"آپ کو ان تمام باتوں کا علم کس طرح ہے؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"فرض کر لیجیے آپ کو مادھولال کے قاتل کا نام اور پتا [illegible] جائے تو آپ کیا کر سکیں گے؟" اس نے میرے سوال کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

"میرا تعلق اب محکمہ پولیس نہ سہی لیکن ایک شہری ہونے کی حیثیت سے بھی میرے کچھ فرائض ہیں اور جیسا آپ نے ابھی کہا جو عورت قتل کی گئی ہے وہ میرے ایک قریبی دوست کی بیوی تھی۔ میرا وہ دوست بھی خودکشی کر چکا ہے۔ اب اگر قاتل کا نام مجھے معلوم ہو جائے تو میں اس سے اپنے دوست کی بیوہ کا حساب کتاب برابر کرنے کی کوشش کروں گا۔"

آخری جملہ میں نے خاصے جذباتی انداز میں کہا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ اکبر درانی کو میرے بارے میں وہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں جس کا وہ ذکر کر چکا تھا۔ مرانیڈ کمپنی کی بات اور تھی لیکن اسے نرل اور میرے سلسلے میں کس طرح معلوم [illegible] اور پھر خاص طور پر یہ کہ میں اس وقت گل زمان سے مادھولال کے قاتل ہی کے بارے میں گفتگو کرنے آیا تھا۔ اس لیے [illegible] جب میں گل زمان سے بات کر رہا تھا اس وقت وہاں کوئی [illegible] شخص ہمارے قریب نہیں تھا۔ بہرحال میں نے اکبر درانی [illegible] اس سلسلے میں ٹٹولنے کی کوشش نہیں کی اس لیے کہ مجھے صرف آم کھانے سے غرض تھی۔

"میں ایک شرط پر آپ کو کچھ معلومات فراہم کر سکتا ہوں۔" اس نے کچھ سوچ کر کہا۔ "میرا نام کہیں درمیان میں نہیں آئے گا اور نہ ہی آپ مجھ سے مزید کچھ پوچھ گچھ کریں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے ہامی بھر لی۔

"مادھولال کی جامہ تلاشی پر جو سکہ برآمد ہوا تھا اس [illegible] J.N کا مخصوص نشان موجود ہے اور میرا خیال ہے کہ [illegible] سراج نے دوست ہونے کی وجہ سے آپ کو بتا بھی دیا ہوگا کہ J.N سے کس کا نام ذہن میں ابھرتا ہے۔"

"جی ہاں ـــ میں آپ کے خیال کی تردید نہیں کروں گا۔" میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

"مادھولال کو جس شخص نے پشت سے چھریاں مار [illegible] ہلاک کیا اس کا تعلق بھی J.N کے گروہ سے ہے۔" وہ ہاتھ میں دبی ہوئی پنسل کو گھماتے ہوئے رازداری سے بولا۔ "اس کا نام نند کشور ہے۔ میں آپ کو اس کا پتا بھی بتا سکتا ہوں لیکن وہاں جانا آپ کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے ویسے وہ آج [illegible] چھ اور سات بجے کے درمیان آپ کو ایک مقامی پارک کی جھیل کے کنارے مل سکتا ہے۔ آپ اسے بڑی آسانی سے شناخت کر سکتے ہیں۔ اس وقت وہ گہرے چاکلیٹ کلر کے سفاری سوٹ میں ہوگا۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ اس کی ایک کان کی لو کٹی ہوئی ہے۔"

"لیکن آپ یہ سب کچھ اتنے یقین کے ساتھ ـــ"

"پلیز مسٹر شہباز ـــ" اس نے بڑی خشک آواز میں کہا۔ "اب آپ تشریف لے جا سکتے ہیں لیکن اس بات کا خیال رہے کہ میرا نام کہیں درمیان میں نہیں آئے گا۔"

اکبر درانی کے جواب میں اتنی تلخی تھی کہ میں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا۔ ویسے بھی مجھے حیرت تھی کہ اسے مادھو لال کے قاتل کا نام کس طرح معلوم ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ نند کشور کو پہلے بھی دیکھ چکا ہو یا اور کسی طرح جانتا ہو لیکن اسے یہ علم کیسے ہو گیا کہ وہ شام کو چھ اور سات کے درمیان کسی مقامی پارک کی جھیل کے کنارے مل سکتا ہے؟ اس کے علاوہ سب سے بڑی حیرت انگیز بات یہ تھی کہ گہرے چاکلیٹ کلر کے سفاری سوٹ کا حوالہ اس نے کس طرح دیا تھا؟ کیا وہ J.N سے واقف تھا؟ اور واقف تھا تو وہ اپنی معلومات سے سراج کو بھی آگاہ کر سکتا تھا۔ اس نے میرا ہی انتخاب کیوں کیا تھا؟

میں دن بھر ذہنی جھنجھٹ میں مبتلا رہا۔ اکبر درانی کی شخصیت بھی میری نظروں میں مشتبہ لگ رہی تھی۔ بہرحال میں نے شام کو ساڑھے پانچ بجے دفتر چھوڑ دیا۔ دانش کو ایک اور کام سے روانہ کر دیا اور خود چہرے پر ریڈی میڈ میک اپ کرنے کے بعد اس مقامی پارک میں پہنچ گیا جس کی نشاندہی اکبر درانی نے کی تھی۔ میک اپ کرنے کی ضرورت میں نے اس لیے محسوس کی تھی کہ خود کو کسی ممکنہ خطرے سے محفوظ رکھ سکوں۔ میں نے اپنی گاڑی کے بجائے ایک ٹیکسی کو ترجیح دی تھی۔ مجھے اس بات کی فکر بھی دامن گیر تھی کہ کہیں اکبر درانی نے مجھے ڈبل کراس کرنے کی وجہ سے نند کشور کا نام لے کر ٹریپ کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔

پارک میں پہنچ کر میں ایک ایسی جگہ تلاش کرنے میں بڑی آسانی سے کامیاب ہو گیا جو جھیل کے کنارے سے قدرے دور ضرور تھی لیکن وہاں سے جھیل پر چہل قدمی کرنے والوں پر باقاعدہ نظر رکھنا بھی آسان تھا۔ لان پر جہاں میں بیٹھا تھا وہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے اور بھی بہت سارے افراد اور فیملیاں موجود تھیں۔ بچے ادھر ادھر بھاگتے دوڑتے پھر رہے تھے۔ میں بھی بظاہر وہاں کے ماحول سے لطف اندوز ہونے کی اداکاری کر رہا تھا لیکن میری نظریں جھیل کے اطراف کسی گہرے چاکلیٹ کلر کے سفاری سوٹ والے کو تلاش کرنے میں مصروف تھیں۔ لیکن پونے سات بجے مطلوبہ شخص مجھے نظر آ گیا۔ دور ہونے کے باوجود میں نے اس کے سیدھے ہاتھ کے کان کی لو کو کٹا ہوا بھی دیکھ لیا تھا۔ میرے ذہن میں کوئی واضح اسکیم نہیں تھی۔ فی الحال میں اکبر درانی کے بیان کی تصدیق اور مطلوبہ شخص کی حرکات و سکنات پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔ مجھے مضبوط ڈور کا کوئی سرا درکار تھا جس کے ذریعے میں کیمرواس کی دہری شخصیت کے چہرے سے مکروہ نقاب اتار کر اس کا اصلی روپ قانون کے محافظوں کو دکھا سکتا تھا یا اس سے پیشتر کہ اس کے ہاتھ میرے گریبان تک پہنچتے میں اس کا چہرہ نوچ کھسوٹ کر لہولہان کر دیتا۔

میں خاموشی سے اٹھا اور ایک محدود فاصلے سے سفاری سوٹ والے کا تعاقب کرنے لگا۔ بظاہر وہ خود کو اوباش ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ قرب و جوار سے گزرنے والی لڑکیوں اور خواتین میں اس کی دلچسپی ضرورت سے کچھ زیادہ ہی نظر آ رہی تھی پھر اس کی نگاہ ایک نوجوان پر جم کر رہ گئی جو جھیل کے قریب مولسری کے درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھا آسمان کی سمت گھور رہا تھا۔ سفاری سوٹ والے نے ادھر ادھر دیکھا پھر اس کے قدم نوجوان کی سمت اٹھنے لگے۔ میں بھی تفریحوں کی روش سے اتر کر اس کے پیچھے ہو لیا۔ سفاری سوٹ والے اور نوجوان کا فاصلہ آہستہ آہستہ گھٹتا جا رہا تھا لیکن نوجوان کسی خیال میں مستغرق بدستور آسمان کے دور پار خلاؤں میں کسی شے کا متلاشی تھا پھر ان دونوں کے درمیان ایک خوبصورت، حسین اور شاداب چہرہ حائل ہو گیا۔ میں نے اسے پہچان لیا تھا وہ شہر کے معروف کروڑ پتی تاجر سیٹھ نعمان کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی نغمہ تھی جنہیں میں متعدد بار پارٹیوں میں دیکھ چکا تھا۔ سیٹھ نعمان سے میری سلام دعا بھی تھی لیکن صرف پارٹیوں کی حد تک۔ البتہ مجھے نغمہ کے بارے میں یہ ضرور معلوم تھا کہ وہ اونچی سوسائٹی میں اپنی خوبصورتی اور آزاد خیالی کی وجہ سے بدنامی کی حد تک مقبول تھی۔ ماں کا سایہ سر سے اٹھ جانے اور والد کی کاروباری مصروفیات کے سبب اس کی نگہداشت مشرقی بنیادوں پر نہیں ہو سکی تھی چنانچہ وہ غلط روش پر تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ سفاری سوٹ والے کے قریب جا کر وہ ایک جھٹکے سے رک گئی۔ اس کے چہرے پر خون کی گردش نمایاں طور پر نظر آ رہی تھی۔

"واپس پلٹ جاؤ۔" نغمہ نے سفاری سوٹ والے کو مخاطب کر کے حقارت سے کہا۔ "اور آئندہ تم سلمان قیصر کے قریب دوبارہ بھی نظر نہ آنا۔"

"کیوں ـــ کیا یہ بھی تمہارے کروڑ پتی باپ کی کسی مشنری کا کوئی اہم پرزہ ہے۔" سفاری سوٹ والے کا لہجہ تلخ تھا۔

"میں تمہیں منہ مانگی قیمت ادا کر سکتی ہوں لیکن ایک شرط پر ـــ تم دوبارہ کبھی سلمان قیصر سے نہیں ملو گے۔"

"سوچ لو بے بی۔" سفاری سوٹ والے نے نغمہ کو سرتاپا

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

گھورتے ہوئے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "میری قیمت کچھ بھی ہو سکتی ہے۔"

"مجھے منظور ہے۔" نغمہ نے جھجکے بغیر تیزی سے جواب دیا۔

"حیرت ہے یہ ہماری پہلی ملاقات ہے اس کے باوجود تم خاصی بے تکلف ہو رہی ہو۔" سفاری سوٹ والے نے دبی زبان میں کہا۔ "میرے بارے میں کیا جانتی ہو؟"

"صرف مطلب کی بات کرو۔ میں زیادہ باتیں پسند نہیں کرتی۔" نغمہ نے حقارت کا اظہار کیا۔

"تعجب ہے۔ تم زیادہ باتیں پسند بھی نہیں کرتیں اس کے باوجود میری منہ مانگی قیمت دینے پر آمادہ ہو۔"

"شٹ اپ۔" نغمہ جھلا گئی۔ "دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔"

"اگر سیٹھ نعمان کو اس بات کا علم ہو جائے کہ اس کا کوہ نور ہیرا ایک پتھر سے رگڑ کھا رہا ہے تو۔۔۔"

"یو باسٹرڈ۔" نغمہ کا ہاتھ گھوم گیا۔ تھپڑ کی آواز نے قرب و جوار کے لوگوں کو بھی اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ بے شمار لوگ حاتم بن کر نغمہ کی رضاکارانہ خدمت کرنے کو آمادہ ہو گئے۔ سفاری سوٹ والا گھبرا گیا تھا پھر اچانک اس نے مجمع میں نہ جانے کیا دیکھا کہ "نہیں، نہیں، نہیں۔" کرتا ہوا دیوانوں کی طرح بھاگنے لگا۔ کئی من چلے نغمہ کو خوش کرنے کی خاطر "نہیں، جانے نہ پائے" کے نعرے بلند کرکے سفاری سوٹ والے کے تعاقب میں دوڑے تھے لیکن ان میں سے کسی ایک کی بھی حسرت پوری نہ ہو سکی۔ اچانک ایک زوردار دھماکا ہوا اور سفاری سوٹ والے کا جسم چیتھڑوں کی طرح دور دور تک بکھر گیا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ میں بھاگتے ہوئے افراد کی بھیڑ چیرتا ہوا واپس اسی مقام پر آ گیا جہاں نغمہ نے سفاری سوٹ والے کو تھپڑ مارا تھا لیکن نہ تو مجھے نغمہ نظر آئی اور نہ وہ نوجوان جسے نغمہ نے سلمان قیصر کے نام سے یاد کیا تھا۔ میں نے بس ایک لمحے میں کچھ سوچا پھر بھاگتے ہوئے لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ ایک اچھی خاصی تفریح گاہ اس وقت قیامت کا منظر پیش کر رہی تھی۔

O☆O

دوسری صبح میں ناشتے کی میز پر بیٹھا بڑی توجہ سے اخبارات کی ایک ایک سرخی دیکھ رہا تھا۔ کسی تفریح گاہ میں جہاں ہزاروں آدمیوں کا ہجوم ہو "ایک جانور کی موت بھی اخبار کی سرخی بن جاتی ہے لیکن ایک انسان کے جسم کی دھجیاں اڑ جانے کی کوئی خبر نہیں تھی۔ مجھے حیرت تھی کہ اخبارات میں وہ خبر کیوں کر شائع نہیں ہوئی لیکن پھر کچھ دیر بعد مجھے اس کی وجہ بھی از خود معلوم ہو گئی۔ بڑے لوگوں کی عزت کی بات ہو تو اخبارات بھی چپ سادھ لیتے ہیں ورنہ کتوں کے کاٹنے کی خبریں بھی آئے دن چھوٹے چھوٹے باکس اور مراسلات کے کالم میں نمایاں طور پر چھپتی رہتی ہیں۔ بازار سے زندگی بچانے کی کسی اہم دوا کی عدم دستیابی کی صورت پیش آ جائے تو احتجاجی قسم کی خبریں اور تصویریں دھڑا دھڑ شائع ہوتی ہیں۔ لیکن سفاری سوٹ والے کے سلسلے میں کوئی خبر نہیں تھی۔ مجھے یقین تھا کہ نغمہ نے جو ایک کروڑ پتی باپ کی بیٹی تھی یا تو اسی رات ہی اخبارات کے منہ پر ٹیپ لگا دی ہوگی۔ لاکھوں لاکھ خرچ کرنا اس کے لیے ایسا ہی تھا جیسے ہم اور آپ ترس کھا کر ایک روپیہ کسی فقیر کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں۔ میں نے پورا اخبار دیکھنے کے بعد اسے ایک طرف رکھا تو ندیم نے کہا۔

"کیا کوئی خاص خبر تلاش کر رہے تھے۔"

"میں تو سمجھ رہی تھی کہ چائے دوبارہ گرم کرنی پڑے گی۔" عارفہ نے مسکرا کر ندیم کا ساتھ دیا تو نسیم بول اٹھی۔

"میں بھی اسی میز پر موجود ہوں۔ شہباز بھائی کی چائے میں گرم کر دوں گی۔"

"تم تو خیر موجود ہو۔ لیکن ذرا اپنے چہیتے بھائی سے پوچھو کہ وہ کہاں غائب تھے۔" ندیم نے عارفہ کی طرف داری کی۔

"اکثر بلیک میلر قسم کے لوگ اسی قسم کی غلط فہمی اور افواہیں پھیلا کر روپے بٹورنے کے عادی ہوتے ہیں۔" میں نے ندیم کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے نسیم سے کہا۔ "اگر دال نہ گلے تو پھر کھمبا نوچنا شروع کر دیتے ہیں۔"

"اور اگر کسی کند ذہن طالب علم کی گرامر کمزور ہو تو وہ مذکر اور مونث کا فرق بھی نہیں سمجھ پاتا۔" ندیم نے شوخی سے کہا۔ "کھسیانی بلی کھمبا نوچنے والے محاورے کی بلی خدا جانے مذکر تھی یا مونث۔"

ندیم نے کچھ ایسے انداز میں کہا کہ نسیم بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔ ناشتے سے فارغ ہو کر میں لباس تبدیل کرکے آفس چلا گیا۔ میرے ذہن میں ابھی تک سفاری سوٹ والے کی ہولناک موت اور نغمہ نعمان کی شخصیت چکرا رہی تھی۔ کچھ سوچ کر میں نے فون ڈائریکٹری سے نغمہ کے نمبر تلاش کیے پھر اسے رنگ کرنے لگا۔ ڈائریکٹری میں سیٹھ نعمان اور نغمہ کے علیحدہ علیحدہ درج تھے اور وہ بھی ایک کے بجائے دو دو اور تین۔ کچھ دیر تک گھنٹی بجتی رہی پھر دوسری جانب سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"نغمہ نعمان بول رہی ہوں۔"

"خاکسار کا کوئی نام نہیں ہے عرف عام میں مجھے شام کو شائع ہونے والے ایک کثیر الاشاعت روزنامہ کا کرائم رپورٹر کہتے ہیں۔" میں نے ترش لہجے میں کہا۔

"فون کرنے کا مقصد اور اخبار کا نام بتاؤ۔" دوسری جانب

سے جھلا کر سوال کیا گیا۔

"مقصد آپ سمجھ چکی ہیں۔ رہا اخبار کا نام تو وہ میں اس لیے بتانے سے قاصر ہوں کہ آپ مدیر اعلیٰ کو چپ رہنے کی قیمت ادا کر چکی ہیں لیکن اطلاعاً عرض ہے کہ کسی بھی معروف اخبار میں کرائم رپورٹر کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی طرح اہم ترین ہوتی ہے۔ ہم جیسے شریفوں سے تو پولیس کے بڑے بڑے طرم باز بھی پناہ مانگتے ہیں اور وہ محاورہ تو آپ نے ضرور سنا ہوگا کہ دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر لینا اچھا نہیں ہوتا۔"

"کتنی قیمت چاہتے ہو اپنی زبان بند رکھنے کی؟"

"سلمان قیصر سے آپ کے تعلقات کی نوعیت دریافت کر سکتا ہوں؟" میں نے بدلی ہوئی آواز میں قدرے بازاری انداز میں پوچھا۔

"شٹ اپ۔" وہ چیخ کر بولی۔

"گستاخی معاف محترمہ! اس وقت اول تو میں فون پر آپ سے ہمکلام ہوں اس لیے آپ مجھے سفاری سوٹ والے کی طرح تھپڑ نہیں مار سکیں گی۔ دوسرے یہ کہ حسین اور تر و تازہ گلاب کی کلیوں کو توڑتے وقت مجھے ان کانٹوں کا بھی خیال رہتا ہے جو اسے گھیرے رہتے ہیں۔" اس بار میں نے کسی پیدائشی عاشق کی طرح ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "مجھ سے گفتگو کرتے وقت آپ کو میری نہ سہی لیکن میرے قلم کی طاقت کا اندازہ ضرور رکھنا ہوگا۔"

"مختصر بات کرو۔" اس نے تلملا کر جواب دیا۔ "کتنی رقم درکار ہے تمہیں؟"

"سلمان قیصر سے آپ کی اتنی بڑھی ہوئی ہمدردی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔" میں سنجیدہ ہو گیا۔

"وہ ایک خوبصورت نوجوان ہونے کے علاوہ ایک شاعر بھی ہے۔ رومان پرور اور حسین غزلیں اور گیت لکھنے والا شاعر۔ بالکل شیلے اور کیٹس کی طرح۔ اس کے ایک ایک شعر دل کی گہرائیوں میں اتر جاتے ہیں۔" وہ جھلاتے ہوئے انداز میں بولی۔ "اور کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"تعجب ہو رہا ہے۔" میں نے کہا۔ "جو لڑکی بذات خود ایک مصور حسن آزاد نظم ہو اسے بھلا کسی کی شاعری سے کیا عشق اور پھر آپ تو پوپ میوزک کی دلدادہ ہیں۔ مشرق اور مغرب کا جوڑ بات حلق سے نہیں اتر رہی۔"

"پچاس ہزار کے عوض منہ بند کر سکتے ہو یا نہیں؟" وہ غصے سے بولی۔

"ٹھیک ہے۔ میں اپنی زبان اور قلم دونوں کو لگام دینے کو تیار ہوں لیکن پچاس ہزار کے عوض نہیں۔"

"ایک لاکھ۔" اس نے رعونت سے کہا۔

"جی نہیں۔ صرف ایک ملاقات۔"

تاریخی ناول

خالد بن ولید	الماس ایم۔اے	200/-
سلطان ٹیپو شہید	الماس ایم۔اے	200/-
نواب حیدر علی خاں	الماس ایم۔اے	200/-
سلطان صلاح الدین ایوبی	الماس ایم۔اے	450/-

مکتبہ القریش اُردو بازار۔لاہور 2

"ہوش میں نہیں ہو شاید۔" وہ بپھر گئی۔ "جانتے ہو کس سے بات کر رہے ہو؟"

"مس نغمہ سیٹھ نعمان سے۔" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن ملاقات سے میرا مطلب وہ نہیں ہے جو مغربی تہذیب کی لغت میں پایا جاتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس معاملے میں صرف آپ کی ذاتی پسند کو دولت سے زیادہ اختیار۔۔۔"

"تمہیں شاید اپنی زندگی عزیز نہیں ہے۔" وہ چیخ اٹھی۔ میرا کہا ہوا پیچ اس کے حلق میں پھنس کر رہ گیا تھا۔

"کل شام ٹھیک پانچ بجے میں نو تعمیر شدہ مغربی ساحل کے کنارے کیفے ون پلس (ONE PLUS) میں آپ سے مل رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ ملاقات دوستانہ ماحول میں ہو اس لیے آپ کسی حماقت کا ثبوت نہ دیجئے گا۔" میں نے اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ لائن کاٹ دی۔ دوسرے ہی منٹ میں انکوائری سے نمبر معلوم کرکے اکبر درانی سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ میں اس سے ایک روز پہلے ہی سیکٹی چیمبرس کی دوسری منزل پر واقع چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کے دفتر میں مل چکا تھا۔ اس کا کردار بھی مجھے کچھ مشکوک سا لگ رہا تھا۔

"ہیلو!" دوسری جانب سے کسی مرد کی آواز سنائی دی۔

"اکبر درانی بول رہا ہوں۔"

"میں آپ سے ایک ضروری بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

"فرمائیے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" اس کا لہجہ بے حد مہذب تھا۔ مجھے ایسا لگا جیسے وہ کوئی اور بول رہا ہو۔

"پلیز فون بند مت کیجئے گا۔" میں نے اس کی شرط پذ

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

کرتے ہوئے کہا۔ "میں آپ سے چاکلیٹ کلر والی سفاری سوٹ کی شخصیت کے بارے میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

"سفاری سوٹ۔ چاکلیٹ کلر۔" دوسری جانب سے حیرت کا اظہار کیا گیا۔ "میرے عزیز' یہ کسی ٹیلر ماسٹر کی دکان نہیں' مجاز رز اکاؤنٹ کا دفتر ہے۔"

"کیا آپ اکبر درانی بول رہے ہیں؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"بول رہا ہوں' لیکن۔۔۔"

"یاد کیجئے' میں کل ہی آپ سے ملا تھا بلکہ آپ نے خود ہی مجھے شرف ملاقات بخشی تھی اور مادھولال کے قتل۔۔۔"

"آپ خواہ کوئی بھی ہوں مگر پلیز میرا وقت مت برباد کیجئے۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ میں کسی مادھولال سے واقف نہیں ہوں۔" وہ بڑی رکھائی سے بولا۔ "میں دردسری سے بچنے کے لیے میں نے کل اپنا آفس بند رکھا تھا۔ اور آپ فرما رہے ہیں کہ کل ہی میں نے جناب سے ملاقات کی تھی' کمال ہے واقعی۔"

"ون منٹ' کیا آپ کے دفتر کی چابی کسی اور کے پاس بھی ہے۔ کسی ایسے نوجوان کے پاس جو باڈی بلڈر بھی ہو۔"

"ایک مشورہ دوں آپ کو۔" دوسری جانب سے بولنے والے نے انتہائی تلخ انداز میں جواب دیا۔ "آپ کسی ہیلتھ کلب یا جوڈو کراٹے کلب سے رجوع کریں۔ اور پلیز' میرا وقت برباد نہ کریں تو بڑی نوازش ہوگی جناب کی۔"

دوسری جانب سے رابطہ ختم کیا گیا تو میرے ذہن میں پھر آندھیوں کے تیز جھکڑ چلنے لگے۔ فون پر گفتگو کرنے والے نے اپنا نام اکبر درانی ہی بتایا تھا لیکن اس کا کہنا تھا کہ کل اس کا دفتر بند تھا جبکہ میں اسی کے دفتر میں اکبر درانی نامی نوجوان باڈی بلڈر سے مل چکا تھا۔ اگر وہ اکبر درانی کے بجائے کوئی اور تھا تو پھر اکبر درانی کے کمرے میں کیا کر رہا تھا؟ دفتر کیسے کھولا گیا تھا؟ اور مجھے خاص طور پر سفاری سوٹ والے کا حوالہ کیوں دیا گیا تھا؟ کیا پھر طاغوتی قوتیں میرے ساتھ چوہے بلی کا کھیل' کھیل رہی تھیں؟ ابھی میں کوئی آخری نتیجہ نہیں اخذ کر سکا تھا کہ ڈائریکٹ لائن والے فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھالیا۔

"شہباز دس اینڈ۔" میں نے سنجیدگی سے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"تم اگر ڈر کر بھاگ نہ کھڑے ہوتے تو شاید وہ سکہ تمہارے ہی ہاتھ لگتا جس پر J.N اور چھتے کا ٹریڈ مارک موجود تھا۔"

"کون بول رہے ہو۔" میں نے سپاٹ اور بھولہجے میں سوال کیا۔

"تمہاری خاطر میرا ایک تو ہی کام آچکا ہے لیکن میں تمہیں باور کرانا چاہتا تھا کہ انسانی زندگی کی میری نگاہوں میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔" دوسری جانب سے بولنے والے کا لہجہ سفاک ہو گیا۔ "اگر جیون پیارا ہے تو بھوشن کے چرن چھو کر شما کی بھیک مانگ لو ورنہ کسی طاعون زدہ چوہے کی طرح مارے جاؤ گے۔"

"جگت نارائن۔" میں نے پانسہ پھینکا۔

"نہیں۔" میں اس کا ایک خادم بول رہا ہوں' تمہیں اس لیے فون کیا ہے' سفاری سوٹ والے کے بھیانک انجام کو مت بھولنا۔ ہم تمہیں جب چاہیں' جس طرح چاہیں اور جہاں چاہیں کسی کیڑے کی طرح قدموں تلے کچل سکتے ہیں۔"

"اس رعایت کی بھی کیا ضرورت تھی۔" میں نے اس کا تمسخر اڑانے کی کوشش کی۔

"ہماری تنظیم کا اصول دوہرا ہے۔" اس نے زہریلے انداز میں جواب دیا۔ "ہم اندھیرے میں پشت سے خنجر گھونپنے کے عادی نہیں ہیں' ہمیشہ بہادروں کی طرح سے للکار کر مارتے ہیں۔"

"کسی کے دفتر کا تالہ کھولنے والوں کو تم کیا کہو گے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کرخت لہجے میں جواب دیا۔

"مرو نہ ہوتے تو کسی اور کے دفتر میں بیٹھ کر تمہیں تمہارا انجام دکھانے کی کوشش بھی نہ کرتے۔" اس نے ڈھٹائی سے کہا۔

"کیا سفاری سوٹ والے کو اپنے انجام کی خبر تھی۔"

"یہ ہمارا اپنا سیٹ اپ ہے۔ تم پریشان مت ہو۔ صرف اتنا خیال رکھو کہ تم بھوشن کے سلسلے میں اپنی چونچ بند ہی رکھنا اور اس کے باہر آنے کے بعد تمہیں اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا ہوگا۔ یہ J.N کا حکم ہے اور باس اپنے حکم پلٹنے کے سختی سے خلاف ہے۔"

"J.N کی اصلیت سے بھی واقف ہو۔"

"ہم فضول باتوں میں وقت برباد نہیں کرتے۔ J.N ہمیں دوسروں کے مقابلے میں زیادہ بڑی بڑی رقمیں دیتا ہے۔ ہماری حفاظت کا خیال رکھتا ہے۔"

"اور اپنے آدمیوں کو خود ہی موت بھی دیتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم مادھولال کے قتل کے بارے میں کیوں بھول رہے ہو۔ یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا' گردش کا پہیہ گھومتا رہتا ہے۔ کسی دن تمہارا وجود بھی اسی چکر کے نیچے میں آکر ٹکڑوں میں منقسم ہو سکتا ہے۔ نند کشور کی مثال لے لو' زندگی ختم کرنے کے لیے مادھولال کی خدمات حاصل کی گئیں پھر اسے نند کشور کے ہاتھوں دھوکے سے ختم کرا دیا گیا اور اب نند کشور بھی کام آ گیا۔ کبھی غور کیا ہے تم نے ان باتوں پر۔ ہو سکتا ہے۔۔۔

تمہاری باری بھی جلدی آجائے۔"

"ہماری فکر چھوڑو۔۔۔ اپنا خیال رکھنا' J.N کسی حکم عدولی کو معاف کرنے کا عادی نہیں ہے۔"

"شاید اسی لیے چوہے کے بل میں چھپا بیٹھا تم جیسے احمقوں پر حکم چلاتا رہتا ہے اور پھر تم لوگ جانوروں کی طرح ذبح کر دیے جاتے ہو۔"

"کیا تمہارا کوئی پیغام J.N تک پہنچایا جائے؟"

"ایز یو وش۔۔۔ اینڈ گڈ بائی۔" میں نے بظاہر بے پروائی سے جواب دے کر فون بند کر دیا لیکن میں اب محسوس کر رہا تھا کہ جگت نارائن ایک گھپ اندھیرے کا نام ہے اور گھپ اندھیروں سے دو دو ہاتھ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ میں بڑی سنجیدگی سے حالات کی الجھی ہوئی ڈور سلجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کاکا کی آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔

"آپ کس سوچ بچار میں گم ہو گئے' شہباز خان۔"

میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا' کاکا میرے قریب ہی کھڑی مجھے بڑی تیکھی نظروں سے گھور رہی تھی۔

"تم۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ "اب کیا لینے آئی ہو۔"

"کیوں' کیا تم اتنی جلدی کاکا کے سارے احسانات کو بھلا دو گے۔" کاکا کا لہجہ زہر آلود ہو گیا۔ "اتنے بے مروت تم پہلے تو کبھی نہیں تھے۔"

"تم نے بھی اس طرح مجھ سے کبھی نگاہیں نہیں پھیری تھیں۔"

"بھوشن کے بارے میں میرا کہا مان لو۔ کاکا کی نگاہوں کے زاویے تمہارے حق میں بدل جائیں گے۔"

"نہیں۔ میں بھوشن کی طرف دوستی کا ہاتھ کسی قیمت پر بڑھانے کو تیار نہیں ہوں۔" میں نے فیصلہ کن آواز میں جواب دیا۔

"جگت نارائن سے مقابلہ کر سکو گے۔" وہ تمسخر اڑاتے ہوئے بولی۔ "سوچ لو۔"

"کیا تم میرا پیچھا نہیں چھوڑ سکتیں۔"

"نفرت کا صرف نام ہی سنا ہے یا یہ بھی جانتے ہو کہ وہ کس قدر خود سر اور خطرناک ناگن ہے۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"میں اسے بتا سکتی ہوں کہ کرائم رپورٹر کی حیثیت سے تم نے فون کیا تھا۔ پھر کیا بیتی تمہارے اوپر۔"

"مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔ کیوں

عظیم جرنیل بونا پارٹ کی زندگی
اور کارناموں پر مشتمل
ایک دلچسپ کتاب۔۔۔۔۔
نپولین بونا پارٹ
قیمت: -/75 روپے
★ ۔۔۔۔ پروفیسر ایم اشرف
مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

میرے بھولے ہاتھ۔" اس کی مسکراہٹ میں تضحیک کا پہلو نمایاں تھا۔

"وقت سے فائدہ اٹھا رہی ہو کاکا رانی۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "ورنہ مجھے وہ وقت بھی یاد ہے جب تم میرے قریب آنے سے بھی خوفزدہ رہتی تھیں۔ کچھ یاد ہے یا سب بھول گئیں؟"

"کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں تو کبھی کی راتیں۔ کیا تم چاند کو نکلنے یا سورج کو ڈوبنے سے روک سکتے ہو۔" وہ زہرخند سے بولی۔ "مجھے یہ بھی یاد ہے کہ صرف ایک شنکر نے روپ نگر میں تمہارا جینا دوبھر کر دیا تھا۔ جتنا کو یاد کرو' اس نے تمہاری ساری افسری شنکر کے ایک اشارے پر مٹی میں ملا دی تھی۔"

"ہاں۔۔۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ میں نے تمہیں ایک پیاز کی گندگی سے نکالا تھا ورنہ۔۔۔"

"شہباز خان۔" کاکا کا لہجہ بڑا ہی خطرناک اور سفاک ہو گیا۔ "آگ سے کھیلنے کی کوشش مت کرو ورنہ جل بھن کر راکھ ہو جاؤ گے۔"

"موت اور زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

"یہ بات تمہیں اس وقت یاد کیوں نہیں آئی جب تم

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

مصیبت میں مجھے آواز دیا کرتے تھے۔"

"اب بھی وقت نہیں گزرا۔"

"وقت کی بات مت کرو۔" وہ غصے سے کانپ اٹھی۔ "وقت کل بھی کاکا کی مٹھی میں تھا اور آج بھی کاکا کے اشارے کا غلام ہے۔"

"پھر دیر کس بات کی ہے۔" میں نے حسنہ کے ایک جملے کو یاد کرتے ہوئے کہا۔ "اب تو میرے سر سے وہ سایہ بھی ہٹ گیا جس کی وجہ سے تم میرے قریب آنے سے ڈرتی تھیں۔ میرے دل کا حال تمہیں جان سکتی تھیں۔"

"اب بھی ایک شکتی ایسی ہے جو تمہاری سہائتا کر رہی ہے لیکن وہ زیادہ دنوں تک تمہیں کاکا سے نہیں بچا سکے گی۔ وقت کی قدر کرو شہباز خان، مجھ سے دوستی کر لو۔ کاکا اب بھی تمہیں شما کر دے گی پر تو اس کے لیے تمہیں کچھ دنوں کے لیے بھوشن کو بھولنا ہوگا۔" وہ سپاٹ لہجے میں مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "میں وچن دیتی ہوں کہ سمے گزرنے کے بعد بھوشن کو بھی موہنی کی طرح تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

"تم اگر دیوی دیوتاؤں کی وجہ سے آج بھوشن کی مدد کرنے پر مجبور ہو تو وہ کل بھی تمہیں مجبور کر سکتے ہیں۔" میں نے اس بار قدرے نرمی سے جواب دیا۔ لیڈی مکلارنس نے مجھے کئی مشورہ دیا تھا کہ مصلحتاً کاکا سے بگاڑ نہ کروں ورنہ حالات میرے حق میں اور خراب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بڑی خوبصورتی سے گفتگو کو ایک موڑ دیتے ہوئے کہا۔ "کیا ضروری ہے کہ تم کل مکمل طور پر آزاد ہو جاؤ گی؟"

"یہ بات تم نے موہنی کے سلسلے میں تو نہیں سوچی تھی، پھر اب کیوں غور کر رہے ہو؟"

"اس لیے کہ کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں اور کبھی کی راتیں۔" میں نے اسی کا جملہ لوٹاتے ہوئے کہا۔ "کیا تم چاند کے طلوع اور سورج کے غروب کو روک سکتی ہو؟"

"بہت سمجھ دار ہو گئے۔ اب اچھا بولنے لگے ہو۔"

"سب تمہاری کرپا ہے ورنہ میں بھلا کس قابل ہوں۔"

"تم کس قابل ہو یہ بات جاننے کے لیے تم نے کبھی کاکا کے من میں جھانکنے کی کوشش ہی نہیں کی۔" وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی پھر قریب آ کر اس نے اپنی باہیں میرے گلے میں ڈال دیں۔ اس کی سانسوں کی تپش مجھے پگھلانے لگی۔ اس کا قرب قیامت خیز تھا۔ وہ قہر کی دیوی سے اچانک ایک حسین دوست کا روپ اختیار کر چکی تھی۔ اس کے انداز میں خود سپردگی تھی۔ میں نے اس کی باہوں کو اپنی گردن سے نکالنے کی کوشش کی تو وہ بڑی حسرت سے بولی۔

"کیا میں اتنی ہی بری ہوں کہ تم اب میرا قرب بھی برداشت نہیں کر سکتے۔" اس کے لہجے میں حسرتیں اور آرزوئیں تڑپ رہی تھیں۔

"میں پتھر نہیں ہوں کاکا رانی۔ انسان ہوں۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "یہ دھوپ چھاؤں کا کھیل ایک دن مجھے پاگل کر دے گا۔"

"جب میں تمہارے لیے دیوانی ہو گئی ہوں تو تم ہوش میں رہنے کی باتیں کیوں کر رہے ہو۔" وہ بہکنے لگی۔ کسی چلبلی ناگن کی طرح وہ میرے راستے میں حائل ہو گئی تھی۔ میں نے سنبھلنا چاہا لیکن سنبھل نہ سکا۔ میرے قدم رپٹ گئے۔

وہ سب کچھ ایک خواب کی مانند تھا۔ مجھے کسی بات کا کوئی ہوش نہیں تھا۔ میں نے جتنا ابھرنے کی کوشش کی اتنا ہی اور ڈوبتا چلا گیا پھر جوار بھاٹے کی یہ کیفیت ختم ہوئی تو میں اپنی کرسی پر بیٹھا تھا اور کاکا۔ وہ جھکے جھکے انداز میں میرے سامنے بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ میں ان لمحوں کو الفاظ کا پیرہن دینے سے قاصر ہوں۔ جو کچھ میں نے محسوس کیا تھا وہ ایک خوبصورت دھوکا بھی ہو سکتا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ کاکا کے گداز ہونٹوں کی آسودگی میرے خیالوں پر نرم اور بھیگے بادلوں کے تودوں کی طرح چھاتی جا رہی تھی۔

"کس وچار میں گم ہو میرے پران ناتھ۔" کاکا کے لہجے میں پیار ہی پیار تھا۔

"تو یہ سب کچھ۔ کیا تھا۔" میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"کیوں۔ کیا تمہیں پچھتاوا ہو رہا ہے۔" اس نے مخمور آنکھوں سے مجھے دیکھا پھر بہکے انداز میں بولی۔ "آج تم نے جیون میں پہلی بار بڑے پیار سے کاکا کے شریر کو چھوا ہے۔ کاکا کی برسوں کی پیاس بجھی ہے۔ ان بیتے لمحوں کو یاد رکھنا اگر بھول گئے تو تمہاری کاکا رانی۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ اس کی بادامی آنکھوں میں تیرتے ہوئے ڈورے کچھ اور کہانی کہہ رہے تھے لیکن میں ابھی تک گزرے لمحوں کو محض خواب سمجھ رہا تھا۔ جو کچھ میں نے محسوس کیا وہ سحر بھی ہو سکتا تھا۔ کاکا طاغوتی قوتوں کی مالک تھی۔ شاید اس نے مجھے خوابوں کی دنیا میں لے جا کر اپنا اسیر بنانے کی کوشش کی تھی۔ میں نے موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بھوشن کے بارے میں اب تم نے کیا سوچا ہے؟"

"دھرتی کی کوئی طاقت اسے پھانسی کے پھندے تک نہیں لے جا سکتی۔" کاکا کی خباثتیں یکلخت جاگ اٹھیں۔ "میں دیوتاؤں کو وچن دیا اور میں اپنے دیے ہوئے وچن سے انکار نہیں کر سکتی۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ بھوشن کے ٹولے میں اب جگت نارائن بھی شامل ہو گیا ہے؟" میں نے اسے رام کرنے کی کوشش کی۔

"ہاں میں جانتی ہوں لیکن جب تک کاکا نہ چاہے جگت نارائن کے اگلے پچھلے بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"نرمل کی موت کو کیوں بھول رہی ہو۔ وہ بے گناہ ہونے کے باوجود قاتلوں کی زد میں آ گئی، پانڈے نے خودکشی کر لی، دشمنوں نے اس کا گھر اور کاروبار سب کچھ جلا کر راکھ کر دیا۔"

"اس میں تمہارے مترکا دوش ہے۔" وہ سپاٹ آواز میں بولی۔ "اس نے بھوشن سے ٹکرانے کا سپنا دیکھا تھا۔ پانڈے کی سہائتا کرنے کی کوشش کی تھی اگر وہ ایسا نہ کرتا تو پانڈے اور نرمل بچ بھی سکتے تھے۔"

"جگت نارائن کی اصلیت کیا ہے؟" میں نے اسے کریدا۔

"وہی جو تم نے سنا ہے۔ پر تو ایک بات کا دھیان رہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "تم اگر سارا جیون بھی بلیدان کر دو تو بھی کیرداس کو جگت نارائن ثابت نہیں کر سکو گے لیکن اتنا یاد رکھو کہ صرف کاکا ہی تمہیں اس کے عتاب سے بچا سکتی ہے۔"

"ماڈھو لال کو کس جرم میں مارا گیا؟" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "وہ تو نرمل کو مارنے میں ناکام نہیں ہوا تھا پھر—"

"جگت نارائن نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی اسے راستے سے ہٹا دیا ہوگا۔" وہ بے پروائی سے بولی۔

"کیا جمیل پارک میں سفاری سوٹ والے کی ہولناک موت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی؟"

"ہو سکتا ہے۔" اس بار کاکا نے خلا میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"اور اس کا نام نند کشور تھا؟"

"تمہیں یہ نام کس نے بتایا؟" کاکا نے چونک کر مجھے گھورا اور میں فوری طور پر اپنی جگہ محتاط ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ کاکا کی ناپاک قوتوں کو اکبر درانی کا علم ہوگا۔ اسی نے مجھے نند کشور کا نام بتایا تھا لیکن کاکا کے چونکنے کا انداز چغلی کھا رہا تھا کہ اسے میری اور اکبر درانی کی ملاقات کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ اگر میرا اندازہ درست تھا تو پھر اکبر درانی کی اصلیت کیا تھی؟ وہ کون تھا جو اکبر درانی کی حیثیت سے مجھے چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کے دفتر میں ملا تھا۔ میں کچھ دیر تک کاکا کو سپاٹ نظروں سے گھورتا رہا پھر میں نے اسے آزمانے کی خاطر سوال کیا۔

"کیوں۔ کیا سفاری سوٹ والے کا نام نند کشور نہیں تھا؟"

"یہی نام تھا لیکن تمہیں کس نے بتایا تھا؟" وہ بدستور میری نگاہوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔ میں نے اپنے ذہن کے دروازے بند کر لیے۔ اپنی سوچوں کا سوئچ آف کر دیا تاکہ وہ میرے دل کا حال نہ جان سکے۔ بات کا رخ بدل کر پوچھا۔

"تم نے نغمہ کو خود سر اور ناگن کیوں کہا تھا؟"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ وہ اوپر سے جتنی حسین نظر آتی ہے اندر سے اتنی ہی زہریلی ہے۔" وہ مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "اس کے قریب جانے کی کوشش بھی تم کو بہت نقصان اٹھاؤ گے۔"

"کیا تم نغمہ کے سلسلے میں بھی میری کوئی مدد نہیں کر سکتیں؟"

"تم چاہو تو اس کے رنگ و روپ سے کھیل سکتے ہو، اپنے من کی پیاس بجھا سکتے ہو لیکن اپنے اصلی روپ میں۔" کاکا کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔ "میں تمہاری کارن اس کو رام کر لوں گی۔ وہ تمہاری ہر آگیا کا پالن کرنے پر مجبور ہوگی لیکن تم اس سے سفاری سوٹ والے کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کرو گے۔"

"کیا وہ اتنا ہی اہم آدمی تھا؟"

"غلط سمجھے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "جگت نارائن کے لیے کوئی آدمی اہم نہیں ہوتا اگر اس کا سگا بھائی بھی اس کے راستے میں آ جائے تو وہ اسے بھی موت کی نیند سلانے سے ہچکچائے گا نہیں۔"

"پھر تم—"

"میں نہیں چاہتی کہ تم اس کا کھوج لگانے کی کوشش کرو۔" وہ دوبارہ سنجیدہ ہو گئی۔

"نغمہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا وہ اس کرائم رپورٹر کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش نہیں کرے گی جس نے اسے ساحل کے کنارے ملاقات کی دعوت دی ہے؟"

"اسی کارن میں نے کہا ہے کہ تم اس سے اپنے اصلی روپ میں ملو۔" کاکا نے جواب دیا۔ "تم نہیں جانتے اس کے بارے میں لیکن میں جانتی ہوں، اس نے طے کر لیا ہے کہ تمہاری زبان ہمیشہ کے لیے بند کر دی جائے۔ میرا اشارہ کرائم رپورٹر کی طرف ہے جس کے لیے اس نے بڑا خطرناک جال بنا ہے۔"

"سلمان قیصر کون ہے؟"

"ایک نوجوان کوی (شاعر)۔" وہ تھوڑے توقف کے بعد بولی۔ "نغمہ اس کے پریم میں دیوانی ہو رہی ہے۔ جانتے ہو کیوں۔" اچانک اس کا لہجہ پھر خمار آلود ہو گیا۔ "اس نے کئی بار اپنے سندر شریر کو اس کے سامنے کھلی کتاب کی طرح پیش کیا لیکن کوی دیو مہاراج نے اسے سویکار کرنے سے انکار کر دیا۔ نغمہ اپنی ہار کو ایک چیلنج سمجھ رہی ہے۔ وہ ہر قیمت پر اس دیوانے کو حاصل کرنے کے سپنے دیکھ رہی ہے لیکن وہ کبھی سپھل نہیں ہوگی۔"

"وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" میں نے رازداری کا انداز اختیار کیا۔

"بس یہ سمجھ لو کہ نیلے آکاش والے بھگوان کو ان کا ملاپ

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

منظور نہیں ہے۔ پر تو میں اس حسین ناگن کا سارا زہر نکال کر اسے تمہارے چرنوں کی داسی بنا سکتی ہوں۔ بڑے مالدار باپ کی بیٹی ہے' سارا جیون عیش کر سکتے ہو۔ کیا خیال ہے؟"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" میں مسکرا دیا۔ "شاید تم ماہ رخ کی طرح نغو کے شریر پر بھی اس وقت قبضہ جماؤ گی جب میں اس کے قریب جاؤں گا۔"

"ہاں۔" کاکا کی آنکھوں کے میخانے میں مستی کے ساغر ٹکرانے لگے۔ "میں تمہیں ہر رنگ' ہر روپ میں سویکار کرنا چاہتی ہوں۔"

"ایک بات پوچھوں؟"

"کیا اب بھی تم اجازت کی ضرورت محسوس کر رہے ہو؟"

"اس شعلے کا راز کیا ہے' جس کے لپکتے ہی تم غائب ہو جاتی ہو۔ کہیں وہ تمہارا ہی کوئی نیا روپ تو نہیں ہے؟"

"تم نغو سے جب چاہو شہباز خان کے روپ میں مل سکتے ہو۔ وہ ٹوٹے ہوئے پھل کی طرح تمہاری جھولی میں آگرے گی۔" کاکا نے میری بات کا جواب دینے کے بجائے اٹھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں ایک بار پھر خبردار کر رہی ہوں۔ کسی اور حیثیت سے کبھی اس کے قریب جانے کی حماقت نہ کرنا۔"

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم مجھے اس شعلے کے راز سے آگاہ نہیں کرو گی۔"

"میں جا رہی ہوں شہباز خان پر تو ایک بات کان کھول کر سن لو۔ تم بھی کاکا کو کمزور سمجھنے کی بھول نہ کرنا۔"

وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو مجھے یقین آگیا کہ شعلوں کے لپکنے کا کاکا کی ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے پھر وہ کون سی ایسی قوت تھی جو کاکا کی راہ میں حائل ہو رہی تھی؟ میرا ذہن دوبارہ الجھنے لگا لیکن اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور میں نے نہ جانے کیوں دھڑکتے ہوئے دل سے فون اٹھا لیا۔ میرے وجود کے اندر ایک نامعلوم سی اتھل پتھل ہو رہی تھی۔

"شہباز اسپیکنگ۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"ندیم بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔ "دفتر میں تمہیں کوئی خاص کام تو نہیں ہے؟"

"میں سمجھا نہیں؟" ندیم کے لہجے میں لڑکھڑاہٹ محسوس کر کے میرا دل اور زور سے دھڑکنے لگا۔

"امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ تم گھر آجاؤ۔" ندیم نے اسی لہجے میں جواب دیا۔ "میں نے ڈاکٹر کو فون کر دیا ہے۔"

"ندیم۔" میں چیخ اٹھا۔ "تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش تو نہیں کر رہے ہو؟"

"نہیں۔" ندیم نے کہا۔ "امی تمہیں بار بار یاد کر رہی ہیں اس لیے میں نے تمہیں فون کیا ہے۔"

"امی کا خیال رکھنا ندیم۔" میں اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں آ رہا ہوں۔"

دوسری جانب سے ندیم نے شاید مجھے کچھ سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ آندھی اور طوفان کی طرح لپکتا ہوا نیچے آیا۔ دانش مجھے اسٹیئرنگ پر بیٹھا ملا۔ میں نے لپک کر پچھلا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "گھر چلو۔ جلدی۔"

"خیریت تو ہے؟" دانش نے گاڑی اسٹارٹ کر کے تیزی سے ریورس کیا پھر اسی برق رفتاری سے کھلی سڑک پر آتے ہوئے بولا۔ "آپ مجھے کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں۔ کوئی خاص بات؟"

"ندیم کا فون آیا تھا۔ امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" جواب دیتے وقت نہ جانے کیوں میری آواز بھرا گئی۔

گھر پہنچ کر میں تقریباً بھاگتا ہوا امی کے کمرے میں داخل ہوا۔ نسیم' عارفہ' ندیم اور ڈاکٹر کے علاوہ گھر کی ملازمہ سب ہی امی کے کمرے میں موجود تھے۔ ڈاکٹر امی کو کوئی انجکشن لگا رہا تھا۔ ندیم نے میری وحشت کا اندازہ لگایا تو میرے قریب آگیا۔

"پریشان مت ہو۔" وہ مجھے تسلی دیتے ہوئے بولا۔ "سب کچھ ٹھیک ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آنکھیں پھاڑے امی کو دیکھتا رہا جو بے سدھ اپنے بستر پر پڑی تھیں۔ ڈاکٹر انجکشن لگا کر باہر نکلا تو میں اور ندیم بھی اس کے ساتھ تھے۔

"ڈاکٹر۔" میں نے دیوانگی کے عالم میں پوچھا۔ "امی کی حالت کیسی ہے؟ کوئی خطرے کی بات تو نہیں ہے؟"

"خدا سے دعا کریں' وہ بڑا مسبب الاسباب ہے۔" ڈاکٹر نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر پیشہ ورانہ انداز میں کہا۔ "میں نے نیند کا انجکشن اور پلس نارمل کر دیا ہے کچھ دیر سو کر اٹھیں گی تو طبیعت قدرے بحال ہو جائے گی۔"

"انہیں کیا مرض ہے؟" میں مجسم سوال بن گیا۔

"سب سے بڑا مرض بڑھاپا ہوتا ہے شہباز صاحب۔ ہمت سے کام لیں۔"

ندیم ڈاکٹر کو چھوڑنے باہر چلا گیا تو میں دوبارہ امی کے کمرے میں آگیا۔ نسیم اور عارفہ امی کے قریب بیٹھی آہستہ آہستہ ان کا سر سہلا رہی تھیں۔ میں نے عارفہ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں نمناک تھیں۔

"امی حضور۔" میں نے بستر پر امی کے قریب بیٹھ کر انہیں دھیرے سے آواز دی تو امی نے آنکھیں کھول دیں۔ ان کے چہرے پر شدید نقاہت نظر آ رہی تھی۔ میں ان کی آنکھوں سے چھلکتی ہوئی حسرت اور مایوسی دیکھ کر لرز اٹھا۔ میرا دل اور

شدت سے دھڑکنے لگا۔

"تم آگئے شہباز۔" وہ نقاہت بھری آواز میں بولیں۔ "میں بہت دیر سے تمہاری راہ دیکھ رہی تھی۔"

"کل سے میں دفتر نہیں جاؤں گا امی۔" میں نے ان کا کمزور ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر مسکرانے کی کوشش کی۔ "جب تک آپ ٹھیک نہیں ہو جاتیں۔ میں ہر وقت آپ ہی کے پاس رہوں گا۔"

"اور دفتر۔"

"وہاں میں ندیم کو بھیج دیا کروں گا۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

"بڑا اچھا بچہ ہے وہ۔ خدا اسے اور نسیم کو ہمیشہ سلامت رکھے۔"

"اور مجھے کوئی دعا نہیں دیں گی؟" عارفہ نے شکوہ کیا۔

"تم... میرے شہباز کا خیال رکھنا۔" امی نے نگاہوں کا رخ بدل کر عارفہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

"آپ کچھ دیر آرام کر لیں۔" میں نے امی کے ہاتھ کو آہستہ سے دباتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ آپ کو آرام کی شدید ضرورت ہے۔ سو کر اٹھیں گی تو آپ کی طبیعت بحال ہو جائے گی۔"

امی نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر تک ویران ویران نظروں سے چھت کی طرف دیکھتی رہیں پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولیں۔ "کل رات میں نے تمہارے باپ کو خواب میں دیکھا تھا۔"

"یہ تو بڑا اچھا خواب ہے۔" میں نے اپنے دل سے امڈتے ہوئے آنسوؤں کو پینے کی کوشش کی۔ "خدا نے چاہا تو آپ دوبارہ صحت یاب ہو جائیں گی۔"

"تمہارے باپ بہت اداس... اداس اور تنہا نظر آ رہے تھے۔" امی کی نگاہوں کے گوشے بھیگنے لگے۔

"امی۔" میں دبی دبی آواز میں چیخ اٹھا۔

"وہ... وہ... مجھے بلا رہے تھے۔"

"نہیں۔" میں تڑپ اٹھا۔ "آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گی۔ کبھی نہیں۔ مجھ سے وعدہ کریں۔"

ندیم کمرے میں واپس آیا تو ہماری حالت ہی سے اس نے اندازہ لگایا کہ ہمارے دلوں کی کیفیت کیا تھی۔

"بچوں جیسی باتیں کر رہا ہے۔" امی نے مجھے ممتا بھری نگاہوں سے دیکھا۔ "قیامت تک... بھلا کون... زندہ رہتا ہے۔"

"امی۔" ندیم نے تیزی سے قریب آتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "یہ تو سدا کا خبطی ہی رہا ہے۔ آپ ہم جیسے بزرگوں سے بات کریں۔"

امی نے ندیم کی بات سنی تو ایک جھٹکے سے تبسم نے ان کے مرجھائے ہوئے ہونٹوں پر ابھرنے کی کوشش کی ندیم کو بڑی اپنائیت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ندیم... بیٹے... تم بھی میرے... شہباز کا... خیال رکھنا۔"

اس بار امی کے لب ولہجے میں کچھ ایسی بات تھی کہ ندیم بھی تڑپ اٹھا۔ عارفہ اور نسیم نے اپنی چھلکتی ہوئی آنکھوں کو دوپٹے سے خشک کرنے کی ناکام کوشش شروع کر دی۔ میں نے چراغ نیم شب کی لو کو امی کی آنکھوں میں کپکپاتے محسوس کیا تو چیخ اٹھا۔

"امی۔ خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کریں۔" میری آواز بھرانے لگی۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا کلیجہ پھٹ جائے۔"

"ہمت سے کام لو شہباز۔" ماں نے آخری سنبھالا لیتے ہوئے کہا۔ "عارفہ اور نسیم دونوں کا خیال رکھنا۔"

"امی پلیز۔" میں ماں کے سینے کی کشادگی میں سر چھپا کر بلکنے لگا۔ "ابھی مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ آپ کے پیار کی' آپ کی محبت کی' آپ کی دعاؤں کی۔ میں تنہا رہ گیا تو بھٹک جاؤں گا۔"

ماں کے شفقت بھرے ہاتھ میرے الجھے بالوں میں حرکت کر رہے تھے پھر ان کی حرکت معدوم ہوئی تو کمرے میں تمام افراد دھاڑیں مار مار رونے لگے مجھے جیسے سکتہ ہو گیا۔ ماں کے دل کی دھڑکن میرا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ماں کی پتھرائی ہوئی نظریں میرے چہرے پر جم کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گئی تھیں۔ ندیم نے آگے بڑھ کر مجھے تھام نہ لیا ہوتا تو شاید میں اپنا سر دیوار سے مار مار کر پاش پاش کر لیتا۔ نسیم اور عارفہ کے علاوہ گھر کے سارے ملازم بھی رو رہے تھے۔ ندیم نے ہاتھ بڑھا کر ماں کی آنکھیں بند کیں پھر مجھے باہر لے آیا۔

ایک ماں کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد جیسے زندگی کی تمام خوشیاں مجھ سے روٹھ گئی تھیں۔ صرف آنسوؤں کا سیلاب اور ہچکیوں کا زیر و بم میرا ساتھ دے رہے تھے۔

☆ —— ❖ —— ☆

تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد قبرستان میں موجود تمام اپنے اور پرائیوں نے فاتحہ کے لیے ہاتھ اٹھا لیے تھے۔ میں بھی دل ہی دل میں ماں کی مغفرت کے لیے دعائیں مانگ رہا تھا پھر اچانک میں نے ہجوم میں اکبر درانی کو کھڑے دیکھا۔ وہ بھی ہاتھ اٹھائے ہمارے ساتھ کھڑا تھا لیکن کیوں؟ اس کا ہمارے غم سے کیا تعلق تھا؟ میری کنپٹیاں تپنے لگیں۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

ریحانہ، سلمیٰ، عذرا کے خالق اختر شیرانی

کی عشقیہ شاعری اور شخصیت کا تفصیلی جائزہ

جہاں ریحانہ رہتی تھی

---------- اختر شیرانی

خوبصورت سرورق ------- عمدہ طباعت

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

قیمت: -/100 روپے

اکبر درانی کو فاتحہ پڑھتے دیکھ کر میں ایک لمحے کو جیسے سب کچھ بھول گیا۔ نزل اور ماہ جمال کی موت کے سلسلے میں اس نے سیفی چیمبرس میں مجھے خود اپنے آفس میں بلا کر مند کشور کے بارے میں بتایا تھا پھر مند کشور بھی پارک میں جھیل کے کنارے ایک ہولناک دھماکے کے ساتھ اڑ گیا تھا۔ بعد میں میں نے اکبر درانی سے اس کے دفتر کے نمبروں پر بات کی تو اس نے سرے سے یہ ماننے سے انکار کر دیا تھا کہ میری اور اس کی ملاقات بھی کبھی ہوئی تھی۔ اس کے بیان کے مطابق جس روز ماہ جمال کا قتل ہوا تھا اس کے بعد اس نے پولیس اور دیگر اداروں کی تفتیشی مہم سے تنگ آ کر اپنا دفتر بند کر دیا تھا۔

میں نے ہجوم میں ٹھہرے اکبر درانی کو غور سے دیکھا۔ وہ سو فیصد وہی تھا جس سے چارٹرڈ اکاؤنٹ کے دفتر میں ملاقات ہوئی تھی۔ اس کا میری ماں کی موت میں شرکت کرنا کیا معنی رکھتا تھا؟ وہ کون تھا؟ کس لیے میرے ذہن کو الجھانے کی کوشش کر رہا تھا؟

میرے ذہن میں آندھیاں چلنے لگیں۔ مجھے کاکا یاد آئی۔ ندیم نے جس وقت مجھے ماں کی بیماری اور طبیعت خراب ہونے کی اطلاع دی تھی۔ اس وقت کاکا میرے دفتر ہی میں تھی۔ اس نے کہا بھی تھا کہ اگر میں نے پروفیسر ابرار کے مخصوص فار-ے کی بو "بہت کے خطے میں [illegible]

بات سے آگاہ کر دے گی کہ جس شخص نے اسے کرائم رپورٹر ین کرفون کیا تھا اور دوسرے دن مغربی ساحل کے کنجے "ون پیس" میں شام پانچ بجے ملنے کو کہا تھا وہ میرے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ ایک موقع پر اس نے مجھے باپ کی عبرتناک موت کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ کیا مجھے اپنی ماں کی زندگی عزیز نہیں ہے۔ اس وقت میں ماں کی تازہ قبر پر کھڑا فاتحہ پڑھ رہا تھا جب اکبر درانی مجھے نظر آ گیا۔ وہ آنکھیں بند کیے دونوں ہاتھ دعا کے انداز میں اٹھائے فاتحہ پڑھنے میں مصروف تھا۔

ہر چند کہ وہ وقت میرے لیے کسی چھان بین کے لیے مناسب نہیں تھا پھر بھی میں غیر ارادی طور پر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس کے قریب چلا گیا۔ اتنا قریب کہ اب وہ میری دسترس سے باہر نہیں تھا۔ وہ بدستور فاتحہ پڑھنے میں محو تھا۔

"کون ہو تم؟" میں نے سرد لہجے میں سرگوشی کی۔

"بری بات ہے۔" اس نے آنکھیں بند کیے کیے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔"

"لیکن۔"

"میں تمہارے غم میں برابر کا شریک ہوں۔" اس نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔ "تمہیں صرف یہ باور کرانے کی خاطر آیا ہوں کہ تمہاری ماں کی موت قطعی طور پر طبعی تھی۔ اس [illegible] کی بنیادی حقائق کا کوئی دخل نہیں تھا۔"

"میں تم سے ایک بار پہلے بھی مل چکا ہوں۔" سیفی چیمبرس کی دوسری منزل پر واقع چارٹرڈ اکاؤنٹ کے دفتر میں۔"

"ہاں۔ میں وہی ہوں لیکن میرا اس دفتر سے بھی کوئی تعلق نہیں رہا۔"

اس کی معصومیت پر میرے خون کی گردش تیز ہونے لگی۔ ماں کی موت نے میرے وجود کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور اب اکبر درانی کی گول مول باتیں میرے خون کی گردش کو تیز کر رہی تھیں۔

"تم یہاں کس لیے آئے ہو؟"

"تمہاری ماں کی فاتحہ میں شرکت کی غرض سے۔"

"مگر تمہارا ہمارے غم سے کیا تعلق ہے؟" میں جھلا گیا۔

"انسان ایک دوسرے کے لیے ہمیشہ اجنبی رہتا ہے لیکن حالات اور ضرورتیں ہمیں ایک دوسرے کے قریب لے آتی ہیں اور پھر آپس کا یہ میل ملاپ انسان دوستی کا سبب بن جاتا ہے کیا تمہیں میرا یہاں آنا برا لگا ہے؟"

اکبر درانی نے پہلی بار آنکھیں کھول کر مجھے گھورا تو ایک لمحے کو میں لرز اٹھا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں کی جگہ صرف خلا نظر آ رہا تھا جس کے اندر آگ کے بھیانک شعلے دہک رہے تھے۔ میرے پورے جسم میں خوف کی سرد لہر دوڑ گئی لیکن پھر میں نے دیوانوں کی طرح اسے پوری قوت سے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا اور چیخ کر بولا۔

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ مرد ہو تو کھل کر مقابلے پر آؤ۔ چوروں کی طرح سے آنکھ مچولی مجھے پسند نہیں ہے۔ ماں کی موت کے بعد اب مجھے کسی قوت کی کوئی پروا نہیں ہے۔ موت ایک نہ ایک دن آتی ہے پھر آج ہی کیوں نہ آ جائے۔"

"سنبھلو شہباز خاں۔" ایک آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "خود کو تماشا بنانے کی کوشش مت کرو۔ میں تمہارا دشمن نہیں دوست ہوں۔"

"تم جھوٹے ہو۔ دغاباز ہو۔ مکار ہو۔ فریبی ہو۔" میں نے اسے پوری قوت سے اسے جھنجوڑتے ہوئے کہا۔ "تم نے یا تمہاری جیسی کسی پراسرار قوت نے مجھے میری ماں کی موت کی دھمکی دی تھی لیکن اب موت بھی میری نگاہوں میں ہے۔"

"شہباز۔" ندیم نے قریب آ کر مجھے پکڑ لیا۔ "ہوش میں آؤ۔"

"میں ہوش میں ہوں لیکن یہ۔" میں نے اکبر درانی کی طرف دیکھا تو میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ میں نے اس وقت جس کو پوری قوت سے دبوچ رکھا تھا وہ اکبر درانی کے سوا کوئی دوسرا نہیں تھا۔ "تم۔" میں خدا [illegible]

نگاہوں سے گھورا۔

"اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کیجیے سر۔" وانی نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" ندیم مجھے ہاتھ تھام کر ماں کی قبر پر لے گیا تو میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ قبر پر بکھرے ہوئے تازہ گلاب کے پھول مجھے ان انگاروں کی طرح نظر آ رہے تھے جن پر مجھے زندگی کا باقی سفر طے کرنا تھا۔ باپ کی موت کے بعد اب ماں کا سایہ بھی میرے سر سے اٹھ چکا تھا۔ میری جنت میرے قدموں تلے سے کھینچ لی گئی تھی۔ آنسوؤں کی روانی نے میری آنکھوں کے سامنے دھند پیدا کر دی تھی۔

"پلیز مسٹر شہباز۔" سراج کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "صبر سے کام لیں ورنہ آپ کی ماں کی روح بے چین ہو جائے گی۔"

سراج نے شاید ٹھیک ہی کہا تھا۔ ماں ہر حال میں ماں ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد بھی اس کی روح اور ممتا کی تڑپ اپنی اولاد کے لیے بے چین رہتی ہے۔ میں نے جلدی سے آنسو پونچھ لیے۔ سر تھام کر ماں کی قبر کے سرہانے بیٹھ گیا۔ ندیم اور سراج میرے وجود کو سہارا دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ پھر ہم قبرستان سے واپس آ گئے۔ ماں کی منوں مٹی کے نیچے دبا کر اسے قبرستان کے سناٹے میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ راستے بھر میں خود کو سنبھالتا رہا۔ ندیم اور سراج میرے ساتھ ساتھ تھے۔ وہ مجھے بار بار صبر کی تلقین کر رہے تھے۔ میں کچھ دیر کے لیے خاموش ہو جاتا پھر ماں کا چہرہ میرے تصور میں ابھرتا تو پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا۔

دس روز تک میں دفتر نہیں گیا۔ میری طرح ندیم، عارفہ اور نسیم کی حالت بھی غیر تھی لیکن وقت آہستہ آہستہ ہمارے دلوں کو رفو کرتا رہا زندگی کے ہنگامے رفتہ رفتہ پھر واپس آنے لگے۔

گیارہویں روز میں دفتر گیا تو میرے عملے کے افراد میرے آفس میں جمع ہو گئے۔ وہ مجھے پرسہ دینے آئے تھے۔ تعزیت کی اس رسم کو نبھا رہے تھے جو صدیوں سے چلی آ رہی تھی۔ میں ڈبڈبائی آنکھوں سے ان کی محبت، اپنائیت اور خلوص کا شکریہ ادا کرتا رہا۔ سب واپس جانے لگے تو میں نے وانی کو ہاتھ کے اشارے سے روک لیا۔ قبرستان والی حرکت پر ندامت کا اظہار کیا تو اس نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

"جو کچھ ہوا اسے بھولنے کی کوشش کریں سر۔ زندگی ان ہی نشیب و فراز کا نام ہے۔ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن ایسے المناک مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے لیکن دنیا کا کاروبار اسی طرح [illegible] اپنی امانت ہم سے واپس لے لیتا ہے۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"آپ شاید ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" میں نے رسمی انداز میں جواب دیا۔

واثق چلا گیا تو اکبر درانی کا خیال میرے ذہن میں دوبارہ جاگ اٹھا۔ ماں کی موت نے میرے پورے وجود کو کسی پھٹتے ہوئے آتش فشاں کی مانند جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ جو کچھ میں نے دیکھا تھا وہ میری آنکھوں کا فریب نہیں تھا۔ میرا ذہن بھٹکتا رہا پھر میں نے خود کو فائلوں کے اندر دفن کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ دس روز کے اندر پورا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ گیا تھا۔ واثق نے پورے دفتر کو سنبھال رکھا تھا لیکن بے شمار فائلیں ایسی بھی تھیں جن پر میرے دستخط کے بغیر کوئی عمل درآمد نہیں ہو سکتا تھا۔ میں ان فائلوں کو نمٹانے کی کوششوں میں مصروف تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا لیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ تمہارے غم میں شریک نہیں ہو سکی۔" دوسری جانب سے ماہ رخ کی آواز ابھری۔ "لیکن کیا تم یقین کرو گے کہ میں بھی تمہارے دکھ میں برابر کی شریک ہوں۔ کاش میرے اختیار میں ہوتا اور میں تمہارے غموں کا کچھ بوجھ بانٹ سکتی۔"

"میں شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے یاد رکھا۔" میں نے ایک رسمی سا جملہ کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم دفتر واپس آ گئے۔"

"زندگی گزارنے کی خاطر جدوجہد تو کرنی ہی پڑتی ہے۔"

"کیا میں تمہارا کچھ کام بانٹ سکتی ہوں؟"

"شکریہ۔" میں نے کہا پھر بولا۔ "تم اس وقت کہاں سے بات کر رہی ہو؟"

"اسپتال سے رخصت حاصل کرنے کے بعد میں دوبارہ اسی چھت کے نیچے آ گئی ہوں جہاں سے زندگی اور موت، دوستی اور دشمنی کا کھیل شروع ہوا تھا۔ اس کے لہجے میں تلخی تھی۔ انتقام کی چنگاریاں چٹخ رہی تھیں۔

"اچھا ہوا کہ تم نے سلیمان شاہ سے مفاہمت کر لی۔"

"مفاہمت؟" اس کا لہجہ استہزائیہ تھا۔ "دوسرے یہی سمجھ رہے ہیں کہ میں اور سلیمان پھر سے ایک ہو گئے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے۔ اب ہم ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہیں۔"

"اس کے باوجود تم سلیمان شاہ کے ساتھ رہ رہی ہو۔"

"ہاں۔ شاید اس لیے کہ میں کوئی کمزور عورت نہیں ہوں یا پھر اس لیے کہ میں سلیمان شاہ کو فرار کا کوئی راستہ اختیار کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتی۔ میں چاہتی ہوں کہ میرا دشمن میری نگاہوں کے سامنے رہے۔ میں اس کی ایک ایک شاطرانہ چال کو ترتیب [illegible] کا دفاع کرنے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ [illegible] سلیمان شاہ کو کم از کم اس بات کا احساس ضرور ہو گیا ہے کہ میں نے اس کے مقابلے میں اپنی شکست نہیں قبول کی۔"

"لیکن سلیمان شاہ کے خطرناک آدمی کسی وقت بھی تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

"مجھے خوشی ہے تمہیں ماہ رخ کا خیال اب بھی ہے۔" اس نے جذباتی انداز میں کہا پھر سنجیدگی سے بولی۔ "اب اس کوٹھی کی وہ پوزیشن نہیں رہی جو پہلے تھی۔ سلیمان شاہ کے زر خرید شکاری کتوں کی طرح میرے وفادار آدمی بھی ہر لمحہ ایک دوسرے کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ کسی وقت آگ کی چنگاریاں بھڑک کر خطرناک شعلوں کا روپ اختیار کر سکتی ہیں۔ خون خرابے میں بیس پچیس افراد بھی خرچ ہو سکتے ہیں لیکن میں اتنا جانتی ہوں کہ سلیمان شاہ براہ راست مجھے نشانہ بنانے کی حماقت نہیں کرے گا۔ میں نے بھی اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ بھی اس کے گندے خون سے ہاتھ نہ رنگیں۔ صرف اس کے اجرتی قاتلوں کو اس بات کا احساس دلاتے رہیں کہ میں بھی پوری طرح بیدار ہوں۔"

"آگ اور پٹرول کا ساتھ خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن ماچس کی ڈبیا کہیں گم ہو گئی ہے۔" ماہ رخ نے اپنے جملے کی وضاحت کرتے ہوئے سفاک انداز میں کہا۔ "میرا اشارہ اس حرافہ کی طرف ہے جس نے سلیمان شاہ کے کہنے پر مجھے زہر دینے کی کوشش کی تھی۔ جب تک وہ سامنے نہیں آجاتی ہمارے درمیان کھلم کھلا جنگ کا آغاز نہیں ہو گا۔"

"کیا ملیحہ کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں لگا؟" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"پہلے میرا خیال تھا کہ سلیمان شاہ کے اشارے پر اسے جان سے مار کر کہیں ویرانے میں گڑھا کھود کر دفن کر دیا ہو گا لیکن ایسا نہیں ہے۔ مجھے اپنے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس کے شکاری کتے اب بھی گلی کوچوں میں ملیحہ کی خوشبو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ میں نے ملیحہ کو کہیں روپوش کر رکھا ہے۔ کیا یہ سچویشن دلچسپ نہیں ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے پر ملیحہ کے سلسلے میں شک کر رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔"

"ہو سکتا ہے اس نے حالات کی سنگینی کو محسوس کر کے یہ ملک ہی چھوڑ دیا ہو؟"

"نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔" ماہ رخ نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "وہ کہیں روپوش ہو گئی لیکن ایک نہ ایک دن اسے سامنے آنا ہو گا۔"

"[illegible] تمہیں ابھی [illegible] کا علم ہے کہ سلیمان شاہ نے اس کی کس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر تمہارے خلاف ایک خطرناک قدم اٹھانے پر اکسایا ہو گا؟"

"ہو سکتا ہے ایسی ہی کوئی صورت ہو جیسی میرے اور تمہارے درمیان تھی۔" ماہ رخ نے بڑی بے باکی سے کہا۔ "سلیمان شاہ وہ تصویریں دیکھ کر برداشت نہیں کر سکا تھا جو اس کے ہاتھ لگ گئی تھیں۔ وہ خوفزدہ تھا کہ اگر ان تصویروں کی نمائش ہو گئی تو اس کی اصلیت کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ ملیحہ کو بھی کسی ایسی ہی کمزوری نے میرے خلاف انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کیا ہو گا۔ ورنہ میں اب بھی پورے وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ مجھے مارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"ابھی ہمارے درمیان سرد جنگ کا سلسلہ جاری ہے کوئی خاص بات رونما ہوئی تو تمہیں اخبارات کے ذریعے اس کا علم بھی ہو جائے گا۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ تم سلیمان شاہ سے علیحدگی اختیار کر لو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"پہلے میں نے اسپتال میں یہی سوچا تھا کہ سلیمان شاہ جیسے ٹیشن ناگ سے دور ہو جاؤں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے قرض دار ہیں۔ جب تک کسی ایک کا قرض چکتا نہیں ہو جاتا دوسرا اس سے علیحدگی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔" ماہ رخ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہم دونوں ایک دوسرے کی ضرورت بن چکے ہیں اور ہماری نجی زندگی کے تعلقات اس نہج تک پہنچ چکے ہیں جہاں سے کسی ایک ہی کی واپسی ممکن ہو سکتی ہے۔"

"کیا میں تمہارے کسی کام آسکتا ہوں؟" میں نے برسبیل تذکرہ ایک رسمی جملہ ادا کیا۔

"اپنا خیال رکھنا۔ میں تم سے ملنے کی کوشش کروں گی لیکن اس طرح کہ سلیمان شاہ کو اس کا علم نہ ہو سکے۔ میں نے تمہارا بہت سارا قیمتی وقت برباد کیا ہے۔ اس لیے فی الحال اجازت چاہتی ہوں۔ تمہاری ماہ رخ۔" اس نے آخری جملہ بڑے جذباتی انداز میں کہا پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔

میری حالت رفتہ رفتہ سنبھلتی جا رہی تھی پھر ایک روز شام کو میں دفتر سے گھر پہنچا تو ندیم اور سراج وہاں لان میں بیٹھے ہمارے منتظر تھے۔ میں نے بریف کیس ساجد کے حوالے کیا اور خود قدم اٹھاتا ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔

"مسٹر سراج خاصی دیر سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" ندیم نے کہا۔

"کوئی نئی اطلاع؟" میں نے سراج کو مخاطب کیا۔

"آپ کی چھٹی حس نے جو کچھ محسوس کیا تھا وہ درست ثابت ہوا۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "آج بھوشن کی ضمانت کی درخواست منظور ہو گئی ہے۔"

"گویا ایک سویا ہوا فتنہ پھر آزاد ہو گیا۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"رہائی کے فوراً بعد اس نے فون پر مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔" سراج بولا۔ "اس نے میرا شکریہ ادا کیا تھا کہ میں نے یا ڈی آئی جی نے اس کی ضمانت کی درخواست پر کھل کر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ لیکن اس کے شکریے کے اندر اس کا ایک خاموش پیغام بھی تھا جو میں محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا۔ اس نے ہماری بے بسی کا مذاق اڑانے کی کوشش کی ہے اور شاید یہ بھی کہ اب وہ بہت جلد ہمارے بارے میں کوئی اہم اقدام کی کوشش کرے گا۔"

"رمی کے قتل کے عینی گواہوں کے تحریری بیان کے باوجود۔"

"وہ عدالت میں جا کر منحرف ہو گئے۔" سراج پہلو بدل کر بولا۔ "میں نے آپ سے اس شک کا اظہار پہلے ہی کیا تھا کہ بھوشن کے لیے دو چار گواہوں کو خریدنا کوئی مشکل کام نہیں ہو گا۔"

"اب کیا سوچا ہے آپ نے؟"

"فی الحال ذہنی الجھن میں گرفتار ہوں۔ کل کیا ہو گا اس کا انحصار تو مقدمے کی کارروائی پر ہو گا لیکن میرا خیال ہے کہ پولیس یہ کیس ہار جائے گی۔" سراج نے شکستہ انداز میں جواب دیا۔ "کاغذی ثبوت اور گواہوں کے بیان ایک طرف لیکن نادیدہ قوتوں سے تو کوئی بھی نہیں جیت سکا۔ آپ پہلے بھی کئی موقعوں پر ان گندی قوتوں کا ناقابل یقین کارنامہ دیکھ چکے ہیں۔"

"میں نے آپ کو دبی زبان میں ایک مشورہ دیا تھا۔ یاد ہے آپ کو۔ میں نے کہا تھا کہ پولیس مقابلے کی آڑ لے کر بھوشن کا سر ہمیشہ کے لیے کچل دیں۔"

"مجھے یاد ہے لیکن میں شاید اب بھی کوئی غیر قانونی قدم اٹھانے پر تیار نہیں ہو سکوں گا۔"

"اس کے علاوہ میرا ایک مشورہ بھی ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "آپ کچھ دنوں کی رخصت حاصل کر لیں۔"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"شاید آپ کی غیر حاضری میں، میں آپ کے کسی کام آجاؤں۔"

"حماقت کی باتوں سے گریز کرو۔" ندیم نے مجھے ٹوکا۔ "بھوشن کی ضمانت منظور ہو جانے کے بعد اس کے خلاف کوئی خطرناک قدم اٹھایا گیا تو اس کا کیس اور مضبوط ہو جائے گا اور

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

خاص طور پر ایسی صورت میں کہ جب طاغوتی قوتیں بھوشن کی پشت پناہی کر رہی ہوں۔"

"مسٹر ندیم ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" سراج نے کہا۔ "آپ فی الحال اس معاملے سے دور ہی رہیں تو بہتر ہے۔"

"ایز یو وش۔" میں نے بے پروائی سے کندھے اچکائے پھر پوچھا۔ "آپ کے ڈی آئی جی کا کیا حال ہے؟"

"مجھے بھی حیرت ہے کہ عدالت نے بھوشن کی ضمانت کس طرح منظور کرلی؟"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟" ندیم نے کہا۔ "جب عینی شاہد ہی اپنے بیان سے منحرف ہو جائیں تو عدالت کیا کر سکتی ہے۔"

"مسٹر ندیم۔" سراج نے کچھ دیر بعد دوستانہ انداز میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب ہمارے درمیان خاصے دوستانہ تعلقات استوار ہو چکے ہیں۔"

"اور اب آپ شاید مجھ سے ملیحہ کے بارے میں دریافت کریں گے۔" ندیم نے مسکرا کر سراج کو دیکھا۔

"جس نامعلوم شخص نے ہمیں دوسری تمام وارداتوں کی اطلاعات دی تھیں وہ حرف بحرف درست ثابت ہوئی تھیں لیکن ملیحہ کے بارے میں ہمیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ میرا خیال ہے کہ جب تک ملیحہ منظر عام پر نہیں آتی اسی وقت تک وہ محفوظ بھی رہ سکتی ہے۔"

"گویا آپ جانتے ہیں کہ وہ کہاں روپوش ہے؟" سراج نے تیزی سے سوال کیا۔

"یہ میں نے کب کہا؟" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے تو محض اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ ملیحہ کے سامنے آتے ہی ماہ رخ اور سلیمان شاہ کے درمیان جو کشمکش شروع ہوگی وہ محکمہ پولیس کے لیے خاصی تشویش ناک بھی ہو سکتی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟" سراج نے وضاحت طلب کی تو ندیم مسکرا دیا۔

"فرض کر لیجئے کہ وہ لڑکی سامنے آجاتی ہے اور اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں آپ کا جھکاؤ کس کی سمت ہوگا؟ سلیمان شاہ کی طرف جو بے حد اثر و رسوخ والا ہے۔ جس کی شاخیں اندر ہی اندر بہت دور تک پھیلی ہوئی ہیں یا پھر ماہ رخ کی جانب جو سلیمان شاہ کی سب سے زیادہ دکھتی رگ ہے اور سلیمان شاہ کی خطرناک سازش کے علم میں آجانے کے بعد بھی بڑی دلیری سے اس کا ساتھ دے رہی ہے۔"

"ان ہی اندرونی جڑوں نے تو محکمہ پولیس کے راستے میں بارودی سرنگیں پھیلا رکھی ہیں۔" سراج نے جتاتے ہوئے کہا۔ "ہم جس سمت میں قدم اٹھا رہے ہوتے ہیں کہ محض اوپر کی ایک فون کال ہمیں دوسری جانب ٹاک ٹوئیاں مارنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ کیس کو داخل دفتر کرنے کی خاطر ہمیشہ کسی پہلے سے سزا یافتہ مجرم کو بلاوجہ پکڑنا پڑتا ہے خواہ وہ ایک بار سزا بھگتنے کے بعد کتنا ہی پارسا کیوں نہ بن گیا ہو۔ ان حالات میں بھلا جرائم کی بیخ کنی کس طرح ہو سکتی ہے۔ اگر حالات یہی رہے تو پھر عوام میں بغاوت کا آتش فشاں بھی جاگ سکتا ہے۔ معاشرے کی اصلاح کے بجائے عوام پولیس کی دشمن ہو جائے گی۔ دوسروں کو تحفظ فراہم کرنے والے خود اپنی حفاظت کے لیے پناہ ڈھونڈنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں۔" ندیم نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن اس میں ہمارا یا آپ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ہم اور آپ تو بے جان کٹھ پتلیاں ہیں۔ جس کی ڈور دوسروں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اسی ڈور کے اشارے پر ہم ناچتے ہیں۔ سارا قصور ہمارے سٹ اپ کا ہے۔ اگر آہنی ہاتھ سے نمٹنے والی دھواں دھار باتیں ختم کر دیں اور محض عوام کو دھوکہ دینے کی خاطر بار بار یہ کہہ کر تسلی نہ دی جائے کہ اب کسی کو جرم کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی تو حالات کے دھارے کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ ضرورت ان درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکنے کی ہے جن کے سائے تلے جرم پروان چڑھتا ہے۔ چھوٹی مچھلیوں کو شکار کرنے کے بجائے ان بڑی مچھلیوں کو 'نٹ' (net) کیا جائے جو چھوٹی مچھلیوں کو جنم دیتی ہیں لیکن ایسا ناممکن ہے۔ تالی صرف ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ عوام اور حکومت دونوں کو سر جوڑ کر سوچنا پڑے گا یا پھر انقلاب رونما ہو۔ کوئی ایسا طوفانی سیلاب آئے جو ہمارے ارد گرد کی تمام گندگی کو بہا کر لے جائے۔"

بڑی دیر تک ہمارے درمیان بھوشن کے موضوع کے حوالے سے اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی پھر سراج چلا گیا تو ندیم نے مجھ سے پوچھا۔

"کیا تم ایمانداری سے میرے ایک سوال کا جواب دو گے؟"

"کیوں۔ کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں رہا۔" میں نے شکوہ کیا۔

"تمہیں یاد ہے کہ آنٹی نے آخری وقت میں مجھ سے کہا تھا۔ تمہارا خیال رکھوں۔"

اس کا ذکر درمیان میں آیا تو میں اداس ہو گیا۔

"اس روز قبرستان میں تم نے وارثی کا گلا دبانے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

"شاید وہ میری وحشت یا دیوانگی تھی۔"

"میں نہیں مانتا۔" ندیم نے مجھے ٹٹولتی نگاہوں سے دیکھا۔ "کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہے جو تم مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

اُداس جنگل کی خُوشبو

------- ★ اے حمید

میں نے اس لڑکی کو دیکھا ہے، جس کی یہ ناکام داستان محبت ہے۔ وہ غروب ہوتے سورج کی غم زدہ روشنی میں چنار کے درختوں میں سے گزر رہی تھی۔ اس کا چہرہ اُداس تھا۔ اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ رخساروں پر رات کو بہائے ہوئے آنسوؤں کے نشان تھے۔

آنسو خشک ہو گئے، محبت کرنے والے جدا ہو گئے----

یادیں باقی رہ گئیں---- یہ لڑکی کون تھی؟

"اداس جنگل کی خُوشبو" اسی اداس چہرے والی لڑکی کی داستانِ محبت ہے۔

ناشر: مکتبہ القریش اُردو بازار - لاہور 2 قیمت -/100 روپے

ایک عظیم ناول ------------ ایک عظیم تاریخ

فاتح بیت المقدس

سلطان صلاح الدین ایوبی

عظیم ناول نگار الماس ایم۔ اے کے قلم سے

اُردو زبان کا سب سے زیادہ ضخیم و عظیم ناول

ناشر: مکتبہ القریش اُردو بازار - لاہور 2 قیمت -/450 روپے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"وہم کا علاج لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میرا دل نہیں مانتا۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے جو منظر دیکھا تھا جو جملے بولے تھے وہ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ تم نے وارثی کے اندر اپنے دشمن کی شکل کو دیکھا یا محسوس کیا تھا۔"

"کالکا۔" میں نے کالکا کی منحوس ذات کا سہارا لیتے ہوئے جواب دیا۔ "اس کی نادیدہ قوت نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ وارثی کے جسم کے اندر وہ ناپاک روح موجود ہے جو میری ماں کی قاتل تھی۔"

"تم والد صاحب کی موت کو کیوں فراموش کر رہے ہو۔ ان کی موت بھی حیرت انگیز طور پر واقع ہوئی تھی۔"

"تم نے وارثی سے ایک جملہ اور بھی کہا تھا کہ وہ نہ سہی لیکن اسی جیسی کسی پراسرار ہستی نے آنٹی کی موت کی دھمکی دی تھی۔ کیا تم اس نکتے کی وضاحت کرو گے؟ وہ نادیدہ قوت کون تھی جس نے تمہیں آنٹی کی موت کی دھمکی دی تھی۔"

"میں شاید اس وقت پوری طرح ہوش میں نہیں تھا۔"

"کیا کالکا نے بھی تم سے آنٹی کی موت کی بات کی تھی۔"

"ہاں لیکن میں نے اس کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔" میں نے الجھتے ہوئے جواب دیا پھر اٹھ کر اندر آ گیا جہاں عارفہ اور نسیم دونوں ناشتے کی میز پر ہماری منتظر تھیں۔

میں نے شاور لینے اور لباس تبدیل کرنے میں زیادہ وقت نہیں لیا تھا۔ چائے کے دوران ہمارے درمیان زیادہ بات چیت نہیں ہوئی۔ امی کی موت کا اثر ابھی تک دلوں سے پوری طرح نہیں چھٹا تھا۔ نسیم اور عارفہ دونوں میری دلجوئی میں لگی رہیں لیکن ندیم وہ کسی گہری سوچ میں غرق نظر آ رہا تھا۔

○☆○

میں اپنی کار میں بیٹھا پیش آنے والے حالات کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ مجھے اب کسی حد تک یقین آ رہا تھا کہ اکبر درانی اور عثمان غنی ایک ہی شخصیت کے دو روپ ہیں۔ وہ چونکہ جنوں کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اس لیے اپنی ہیئت بدلنے پر قادر تھا۔ کالکا کی قوتیں بھی اپنے رنگ کھل کر دکھا رہی تھیں۔ بھوشن کے سلسلے میں وہ مجھ سے کھلی دشمنی پر آمادہ ہو چکی تھی۔ اس نے ایک شرط پر مجھ سے دوستی کا وعدہ کیا تھا کہ میں پروفیسر ابرار کے سلسلے میں اس کی مدد کروں۔ انکار کی صورت میں اس نے مجھے خطرناک نتائج کی دھمکی دی تھی۔ ماں کی موت نے مجھے اندر سے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ اکبر درانی یا عثمان غنی نے قبرستان میں مجھے یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ میری ماں کی موت قطعی طبعی تھی لیکن میرے ذہن میں کالکا کے وہ الفاظ ابھی گونج رہے تھے جو میری ماں کی موت کے سلسلے میں کہے تھے۔ حال ہی میں [illegible] کے بعد جو حالات مجھے [illegible]

نے اپنی بے بسی کا احساس دلایا تھا وہیں مجھے اندر سے نڈر اور بے خوف بھی کر دیا تھا۔ بھوشن کی رہائی میرے لیے کالکا کی وجہ سے ایک چیلنج بن گئی تھی اس نے کہا تھا کہ کوئی طاقت بھوشن کو پھانسی کے پھندے تک نہیں لے جا سکتی۔ اس کے برعکس حسنہ نے مجھے یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ جب تک آگ کے شعلے میری حفاظت کر رہے ہیں کوئی ماورائی قوت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ اس کے ساتھ جگت نارائن کا نام بھی میرے ذہن میں گونج رہا تھا۔ وہ بھوشن کے ساتھ سازباز کر کے میرے خلاف برسرپیکار ہو گیا تھا۔ کبیر داس کے دلیش بھگت روپ نے اسے ہر خاص و عام کی نگاہوں میں اتنا ممتاز کر دیا تھا کہ کوئی بھی اس پر جگت نارائن ہونے کا الزام نہیں لگا سکتا تھا۔ میں ان ہی خیالات میں مستغرق تھا کہ ایک آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"ایسی بھی کیا بے پروائی کہ ایک کار تمہارے تعاقب میں ہے اور تم اپنی موت سے بے خبر ہو۔" وہ آواز کسی نوجوان کی تھی۔

"کون ہو تم؟"

"عثمان غنی۔ تمہارا دوست۔"

"اگر تم دوستی کا دعویٰ کر رہے ہو تو پھر اس حقیقت کا اعتراف بھی کر لو کہ تم ہی اکبر درانی بھی ہو۔"

"چلو تمہارے کہنے سے یہ اعتراف کیے لیتا ہوں لیکن آہستہ سے بالکل قدرتی انداز میں نظریں گھما کر دیکھو۔ سفید رنگ کی ویگن کے اندر تمہاری موت کے ہرکارے سفر کر رہے ہیں۔"

میں نے نظر گھمانے کے بجائے عقبی شیشے میں دیکھا۔ ایک سفید رنگ کی ویگن تیزی سے ٹریفک کو چیرتی پھاڑتی میری طرف بڑھ رہی تھی۔

"ساجد۔" میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے اپنے جاں نثار دوست کو آواز دی۔ "بس وہائٹ کلر کی ویگن پر نظر رکھو جو ہمارے تعاقب میں آ رہی ہے۔"

"میں اسے دیکھ چکا ہوں سر۔" ساجد نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "آپ فکر نہ کریں۔ میں پوری طرح محتاط ہوں۔"

"تمہارے ساتھی کے چالاک اور دلیر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔" اس بار وہ آواز میرے اتنے قریب سے آئی جیسے وہ نادیدہ جوان میرے ساتھ ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھا سفر کر رہا ہو۔ "لیکن تم شاید ابھی تک جگت نارائن کی شخصیت سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا تعاقب کرنے والے اسی کے آدمی ہیں۔"

"ہاں۔ کیوں کیا تمہیں میری بات کا یقین نہیں آیا۔"

"قبل از وقت میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کر سکتا لیکن [illegible] ہو گئے ہیں ...خادم، تو وہ نے کہا تھا کہ پشت سے کسی پر

وار کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ اپنے شکار کو للکار کر مارنا ان کا پہلا اصول ہے۔"

"اس نے غلط نہیں کہا تھا۔" عثمان کی آواز ابھری۔ "اس وقت وہ تمہیں جان سے نہیں ماریں گے۔ صرف جگت نارائن کی طاقت کا اندازہ دلانے کی کوشش کریں گے۔"

"کالکا کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟" میں نے اسے آزمانے کی خاطر کہا۔

"میں اسے کسی سائے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔"

"اگر اس کے باوجود وہ بھوشن کی ضمانت کرانے میں کامیاب ہو گئی؟"

"کیا تم بھوشن کو مارنا چاہتے ہو؟" اس نے بڑی بے پروائی سے پوچھا۔

"میں اسے صرف نیچا دکھانا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری خواہش پوری ہو سکتی ہے لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"تمہیں فوری طور پر مجھ سے ملاقات کرنی ہو گی۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"آہستہ آہستہ سب سمجھ جاؤ گے۔ فی الحال سنبھلنے کی کوشش کرو۔ سفید ویگن تیزی سے تمہارے قریب آنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

عثمان غنی نے غلط نہیں کہا تھا۔ سفید رنگ کی ویگن کسی آسیب کی طرح دندناتی ہوئی ہمارے سروں تک پہنچ چکی تھی۔ ساجد پوری طرح محتاط تھا۔ اس نے اپنی گاڑی کو سڑک پر ایک جانب کاٹنے کی کوشش کی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے سفید ویگن سے برسٹ مارا گیا تو میری گاڑی کے تمام ٹائر حیرت انگیز طور پر ہولناک دھماکے سے یکے بعد دیگرے پھٹتے چلے گئے۔ ہماری گاڑی معلق ہو کر فورس لینڈنگ کرنے والے کسی طیارے کی مانند دور تک رگڑتی چلی گئی۔ سفید ویگن نے اپنا مشن مکمل کرنے کے بعد حیرت انگیز طور پر ٹریفک کے ہجوم سے گزر کر دوسری سڑک کا رخ اختیار کر لیا تھا۔

اچانک حادثے سے کئی گاڑیاں آپس میں ٹکرا گئی تھیں۔ کچھ راہ گیر زخمی بھی ہوئے تھے۔ ٹریفک تقریباً "جام" ہو کر رہ گیا تھا۔ ساجد بری طرح تلملا رہا تھا۔

"سوری سر۔" اس نے کار سے باہر آنے میں میری مدد کرتے ہوئے کہا۔ "مجھ سے بس ایک لمحے کی چوک ہو گئی۔ میرا ارادہ بھی یہی تھا کہ سفید ویگن کو قریب آتے ہی اسے معلق کر دیا جائے لیکن وہ بازی لے گئی۔"

لوگوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ انہیں اس بات پر حیرت تھی کہ ہم دونوں اس ہولناک حادثے کے بعد بھی زندہ کس طرح بچ گئے۔ پولیس کے [illegible] سے

تماش بینوں کو ہٹانے میں بری طرح ناکام ہو رہے تھے۔ تماش بینوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا پھر اچانک پولیس کار کے سائرن کی آواز سن کر مجمع کائی کی طرح پھٹتا چلا گیا۔ سراج ایک گاڑی سے برآمد ہوا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ شاید جگت نارائن یا اس کے کسی آدمی نے سراج کو حادثے کی اطلاع پہلے سے دے دی تھی۔

"خدا کا شکر ہے آپ محفوظ رہے۔" سراج نے قریب آتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ آئے ہوئے دوسرے اہلکار ہجوم کو دور ہٹانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

"شاید میرے قسمت کے ستارے ابھی گردش میں نہیں آئے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"مجھے پہنچنے میں دیر ہو گئی۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "کاش میں کچھ دیر پہلے پہنچ جاتا۔"

"اچھا ہوا آپ بروقت نہیں پہنچے ورنہ بات بڑھ بھی سکتی تھی۔"

"کیا مطلب۔" سراج نے مجھے غور سے دیکھا۔ "کیا آپ کو اس حادثے کے بارے میں پہلے سے علم تھا۔"

"اگر پہلے سے علم ہوتا تو شاید پوزیشن اس کے برعکس ہوتی جو آپ کو اس وقت نظر آ رہی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "دشمن کے تعاقب کا علم مجھے اچانک ہوا تھا۔"

"وہ کس طرح؟"

"میری چھٹی حس۔" میں نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔

"گاڑی کا نمبر نوٹ کیا گیا یا نہیں۔" سراج نے ساجد سے سوال کیا۔

"سب کچھ اس قدر "آناً فاناً" ہوا کہ ہمیں کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔" ساجد نے میری توقع کے عین مطابق جواب دیا۔ میں بھی نہیں چاہتا تھا کہ سراج یا پولیس کے دوسرے کارندے کسی طور پر میری مدد کریں۔ میں اپنا حساب خود چکتا کرنے کے بارے میں پوری طرح سنجیدہ ہو گیا تھا۔

حادثے کے رونما ہونے کے بعد عثمان غنی کی آواز مجھے دوبارہ نہیں سنائی دی۔ شاید وہ بھی تماش بینوں میں شامل ہو گیا تھا۔ ٹریفک کا نظام کچھ دیر بعد بحال ہوا تو سراج مجھے اپنی کار میں لے گیا۔ ساجد کو میں نے کار کے قریب ہی رکنے کا اشارہ کیا تھا جہاں پولیس کے ماہرین ضابطے کی کارروائی اور جائے حادثہ کا نقشہ بنانے میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے میں مصروف تھے۔

"آپ کو حادثے کی اطلاع کس طرح ملی؟" میں نے کچھ دیر بعد سراج سے پوچھا۔

"کسی نامعلوم شخص نے فون کیا تھا جس نے [illegible] اور مادھو [illegible] اللہ کی [illegible] اطلاع دی تھی۔" سراج [illegible]

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

سنجیدگی سے کہا۔ "سوائے ملیحہ کے کیسینو میں موجود ہونے کے علاوہ اس کی تمام اطلاعات اب تک درست ثابت ہوئی ہیں۔"

"ہو سکتا ہے اس نے جان بوجھ کر ملیحہ کے سلسلے میں میرے دوست کی کاروباری ساکھ کو خراب کرنے کی کوشش کی ہو۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"میرا خیال ہے کہ اس میں بھی بھوشن اور اس کے اجرتی بدمعاشوں کا ہاتھ ہوگا۔" سراج نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ "ضمانت پر رہا ہونے کے بعد اب وہ ایک ایک کو للکارتا پھر رہا ہے۔ شاید وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔"

سراج نے مجھے میرے اصرار پر میرے دفتر کے نیچے چھوڑ دیا۔ میں نے اس سے درخواست کی تھی کہ اس حادثے میں میرا نام درمیان میں نہ آئے صرف ساجد کی موجودگی ظاہر کی جائے۔ سراج کے جانے کے بجائے میں لفٹ کی طرف بڑھنا چاہتا تھا کہ اچانک میرے ذہن میں عثمان غنی کی کہی ہوئی ایک بات گونجی اس نے کہا تھا کہ بھوشن کو پچھاڑ کھانے کے سلسلے میں میرا ملیحہ سے ملاقات کرنا ضروری تھا۔ کیوں؟ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ لیکن رونما ہونے والے حالات کے پیش نظر میں نے فوری طور پر ملیحہ سے ملنے کا فیصلہ کر لیا' بھوشن کو گھٹنے کے بل اپنے سامنے بیٹھا دیکھنے کی خاطر میں کچھ بھی کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک چپراسی کو اوپر بھیج کر دوسری گاڑی کی چابی منگوائی اور اس میں بیٹھ کر ندیم کے فارم ہاؤس کی طرف روانہ ہو گیا۔ جو شہر سے تقریباً بیس میل دور واقع تھا۔ مجھے وہاں پہنچنے میں بیس منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔ فارم ہاؤس کے عملے کے افراد مجھ سے واقف تھے اس لیے مجھے گیسٹ ہاؤس تک پہنچنے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا جہاں راجو پہلے سے موجود تھا۔ ہمیں اچانک ایک دوسرے کو دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔

"آپ ـــ" گفتگو کی پہل راجو نے کی۔

"ملیحہ کہاں ہے؟" میں نے براہ راست اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"وہ ـــ دراصل ـــ باس ـــ" راجو کچھ کہتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔

"صرف ایک جملے میں جواب دو۔" میں نے راجو کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "تم مجھے ملیحہ تک پہنچا سکتے ہو یا نہیں؟"

"کیا اس نے آپ کو ـــ"

"بکو مت ـــ" میں جھلا گیا۔ "ہاں ـــ یا ـــ نہیں۔"

راجو نے ایک لمحے کو میرے تیور کا اندازہ لگایا پھر مجھے گیسٹ ہاؤس کے اسٹور روم میں لے آیا جہاں سے ایک کھلا ہوا زینہ نیچے کی طرف جاتا نظر آرہا تھا۔ راجو نے کسی خاص نظام کے تحت زمین کے اس حصے کو کسی میکنزم کے ذریعے ہٹایا تھا' میں نے ایک نظر راجو کی طرف دیکھا پھر سیڑھیاں طے کرتا ہوا نیچے چلا گیا۔ سیڑھیاں ایک کشادہ ہال میں جا کر ختم ہوئی تھیں جہاں صرف ایک دروازہ نظر آرہا تھا۔ میں اسے کھول کر ملحقہ کمرے میں داخل ہوا تو ملیحہ ایک دیوان پر نیم دراز چھت کو گھورنے میں مصروف تھی۔ مجھے دیکھ کر تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی حسین اور کشادہ پیشانی پر یکلخت آڑی ترچھی لکیریں ابھر آئیں۔ یہ اور بات تھی کہ غصے میں وہ زیادہ حسین نظر آنے لگی تھی۔

"تم لوگ مجھے یہاں کب تک قید رکھو گے۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سپاٹ آواز میں سوال کیا۔

"اس کا فیصلہ میں نہیں میرا دوست کرے گا۔"

"پھر تم یہاں کیا کرنے آئے ہو۔"

"وہی جس کی بدولت سلیمان شاہ نے تمہیں ماہ رخ کی زندگی سے کھیلنے پر مجبور کیا تھا۔" میں نے غیر ارادی طور پر اس کے سراپا کا جائزہ لیا۔

"نہیں ـــ" وہ تیزی سے ایک قدم پیچھے ہو گئی۔ "تم میری مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے' میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گی۔"

"اس زمین دوز پنجرے میں تم ایک حسین پنچھی کی طرح قید ہو جو پھڑپھڑا تو سکتا ہے لیکن پنجرے کی آہنی بندشوں کو توڑ کر باہر نہیں جا سکتا۔"

"تم نے اگر کوئی غلط قدم اٹھایا تو تمہیں اس کی بہت بھاری قیمت ادا کرنی ہوگی۔" وہ پراعتماد لہجے میں بولی۔ "تم سلیمان شاہ سے پوری طرح واقف نہیں ہو' اسے میری تلاش ضرور ہے' ہو سکتا ہے میرے ہاتھ آجانے پر وہ میرے ساتھ ظلم و تشدد کا مظاہرہ بھی کرے لیکن وہ مارے گا نہیں اس لیے کہ ـــ"

"تم بھی اس کی کچھ دکھتی رگوں سے واقف ہو۔"

"چلے جاؤ یہاں سے۔" وہ تقریباً چیخ اٹھی۔ اپنے دفاع کے لیے اس نے لپک کر ڈریسنگ ٹیبل سے ایک قینچی اٹھالی تھی۔

ملیحہ غصے کی شدت سے لرز رہی تھی' اس کا تنفس اس قدر تیز ہو گیا تھا کہ اس کا ایک ایک زیروبم قیامت بن گیا تھا۔ میرے ذہن میں شیطان نے سر ابھارا' کوئی نادیدہ قوت مجھے اس کو پامال کرنے پر مجبور کر رہی تھی' میرے قدم اس طرح اس کی جانب آہستہ آہستہ اٹھنے لگے۔ جیسے میں خواب اور بیداری کی کیفیتوں سے دوچار ہوں۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹتے ہٹتے دیوار سے جا لگی۔

"رک جاؤ۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخی۔ "میں تمہیں

بتانے کو تیار ہوں کہ سلیمان شاہ نے کس وجہ سے مجھے ماہ رخ کو زہر آلود شراب کی سیل بند بوتل پہنچانے پر مجبور کیا تھا۔ تم ماہ رخ کے دوست ہو' مجھے تمہارے اور اس کے تعلقات کا بھی علم ہے' سلیمان شاہ نے مجھے تصویروں کا وہ سیٹ بھی دکھایا تھا جس نے اسے تمہیں اور ماہ رخ دونوں کو اپنے راستے سے ہٹانے پر مجبور کیا تھا۔ کچھ مجبوریاں میری بھی تھیں جو سلیمان شاہ کے علم میں پہلے سے تھیں ـــ میری بات کا یقین کرو میں ماہ رخ کو مارنا نہیں چاہتی تھی اس لیے کہ وہ مجھ پر مہربان تھی' میں بھی اس سے محبت کرتی تھی لیکن میری جگہ اگر تم ہوتے تو شاید تم بھی سلیمان شاہ کے اشاروں پر عمل کرنے پر مجبور ہو جاتے۔"

"فی الحال تو میں صرف دل کے اشاروں پر عمل کرنے پر مجبور ہوں۔"

"نہیں ـــ تم ایسا نہیں کر سکو گے۔" اس نے قینچی کو الٹا کر کے اپنے سینے کے درمیان رکھ لیا۔ فیصلہ کن آواز میں بولی۔ "اگر تم نے اب ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو میں اپنے آپ کو ہلاک کر لوں گی۔"

میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ میں سنگ مرمر کے اس حسین مجسمے کو ٹوٹتا نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن اس سے دست بردار ہو جانا بھی میرے اختیار میں نہیں تھا۔ وہ اپنی جگہ کھڑی سہمی سہمی نظروں سے گھورتی رہی اور میں اس کے خوفزدہ حسن کی لذتوں سے سرشار ہوتا رہا۔ میرے ذہن پر ایک نشہ سا طاری ہو رہا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح کالکا نے میرے دفتر میں آکر مجھے تسخیر کیا تھا۔ ہوش آنے پر میں اسے محض خواب سمجھا تھا لیکن کالکا کے چہرے کی آسودگی کچھ اور ہی کہانی سنا رہی تھی۔ اس وقت بھی شاید میں خواب کی کیفیتوں سے سرشار تھا' میرے ذہن میں کسی بچے کی طرح بس ایک ہی خیال رہ رہ کر مچل رہا تھا' کسی طرح اس جیتے جاگتے اور پسندیدہ کھلونے کو اپنے ہاتھوں میں دبوچ لوں جو مجھ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ محض ایک جست مجھے اس کے قریب پہنچا سکتی تھی لیکن اس نے اپنی موت کی دھمکی دے کر مجھے رک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"تم جو پوچھنا چاہو پوچھ سکتے ہو میں غلط بیانی سے کام نہیں لوں گی لیکن صرف اس شرط پر کہ تم مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔" وہ اپنے نفس پر قابو پانے کی جدوجہد میں اور قیامت بنتی جا رہی تھی۔

"سلیمان شاہ کے ہاتھ میں تمہاری کیا کمزوری تھی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا لیکن میری بھوکی عقابی نظریں بدستور اپنے سہمے ہوئے شکار پر مرکوز تھیں۔

"اسے کسی طرح میرے اور سلمان قیصر کے تعلقات کا علم ہو گیا تھا۔"

"سلمان قیصر ـــ" میں چونک اٹھا میری نظروں میں جمیل پارک کا وہ منظر گھوم گیا جب نغمہ نے درمیان میں آکر نند کشور کو سلمان قیصر سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی۔ پھر نند کشور نے کسی وجہ سے خوفزدہ ہو کر بے تحاشا بھاگنا شروع کر دیا تھا لیکن ایک دھماکے کی آواز کے ساتھ ہی اس کے جسم کے چیتھڑے اڑ کر فضا میں بکھر گئے تھے۔ جس جگہ اس کی موت واقع ہوئی تھی وہیں سے ایک سکہ پولیس کے ہاتھوں لگا تھا جس کی ایک جانب JN کے حروف جلی انداز میں کندہ تھے اور دوسری جانب چیتے کی شکل بنی ہوئی تھی۔ وہ سکہ جگت نارائن کا ٹریڈ مارک تھا۔ میرے ذہن میں بے شمار سوال گونجنے لگے۔

"سلمان قیصر کون ہے۔" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"وہ محض ایک شاعر ہے لیکن اس کے خیالات کی پرواز نے مجھے تسخیر کر لیا تھا۔" ملیحہ نے بے باکی سے جواب دیا۔ "وہ میرے ایک ایک انگ' ایک ایک نشیب و فراز اور جسم کے پیچ و خم کے بارے میں خوبصورت شعر کہا کرتا تھا۔ میں اس کے سحر میں ڈوبتی چلی گئی پھر جب میں چونکی تو پوری طرح لٹ چکی تھی' جس وقت سلیمان شاہ نے مجھے میری اور سلمان قیصر کی شرمناک تصویریں دکھائیں تو میں ششدر رہ گئی' نہ جانے وہ کون تھا جو ہماری نجی مصروفیات کی عکاسی چوری چھپے کرتا رہا تھا۔"

"اور تم نے محض ان تصاویر کی وجہ سے ماہ رخ کو موت کے گھاٹ اتارنے کی ناپاک سازش میں سلیمان شاہ کا ہاتھ بٹانے کی ہامی بھر لی۔"

"نہیں ـــ" وہ تیزی سے بولی۔ "مجھے میڈم کی موت کی سازش میں زبردستی شامل کیا گیا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"سلیمان شاہ نے مجھے تصویریں دکھائی تھیں مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ اگر مجھے بدنام کرنے کی کوشش کرتا تو میرے پاس بھی اس کے خلاف کچھ ایسا مواد موجود تھا جو اسے خود اپنے ہاتھوں سے خودکشی کرنے پر مجبور کر سکتا تھا۔" وہ ایک لمحے کو خاموش ہو گئی پھر بولی۔ "اس نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اگر میں نے میڈم کے ذاتی اسٹاک میں زہر آلود شراب کی بوتل رکھنے سے انکار کیا تو وہ ـــ سلمان قیصر کو مروا دے گا۔ میں اس خوبصورت شاعر کی موت گوارا نہیں کر سکتی تھی اس لیے جھک گئی۔"

"سیٹھ نعمان کی بیٹی نغمہ سے واقف ہو۔"

"مجھے معلوم ہے۔" ملیحہ نے رقابت بھرے انداز میں جواب دیا۔ "آج کل وہ سلمان قیصر پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کر رہی ہے۔ کروڑپتی باپ کی بیٹی ہے اس لیے وہ سلمان پر بے دریغ دولت خرچ کر رہی ہے لیکن ـــ" وہ کچھ کہتے کہتے رک

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

گئی۔

"لیکن کیا۔۔۔؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ سلمان قیصر آسانی سے اسے قبول نہیں کرے گا۔"

"اس غلط فہمی کی کوئی وجہ؟"

"وہ نفاست پسند طبیعت کا مالک ہے۔" ملیحہ نے بڑی حقارت سے کہا۔ "بازاری چیزوں پر منہ مارنا اس کی فطرت کے خلاف ہے۔"

"سلیمان شاہ تمہاری طویل گمشدگی سے تنگ آ کر بھی تمہارے نفاست پسند شاعر کو اپنا ہدف بنا سکتا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"پھر تم سامنے آنے سے گریز کیوں کر رہی ہو؟"

"میں میڈم کے سامنے جانے کی ہمت نہیں کر سکتی' ان کے بڑے احسانات ہیں مجھ پر۔" ملیحہ نے عجیب انداز اختیار کیا۔ "بات اگر سلمان قیصر کے علاوہ کچھ اور ہوتی تو شاید میں میڈم کو اس سازش سے قبل از وقت آگاہ کر دیتی۔ اسی لیے میں نے تم دونوں سے درخواست کی تھی کہ مجھے کہیں سے تھوڑا زہر لا دو میں اب حالات سے تنگ آ چکی ہوں۔ میرے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

وہ آہستہ آہستہ سلمان قیصر کی محبت کے احساس سے کمزور پڑ رہی تھی۔ قینچی پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی تھی پھر یکلخت وہ مجھے حقارت سے گھورتی ہوئی بولی۔

"تم اگر میری مجبوری اور بے بسی سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو میں اس کے لیے بھی تیار ہو سکتی ہوں لیکن صرف اسی شرط پر کہ تم مجھے زہر فراہم کرو گے۔"

میں نے اس کے سراپا کو ایک بار پھر بہت غور سے دیکھا' وہ موم کی طرح آہستہ آہستہ اپنے حسین وجود میں پگھل رہی تھی' اس کی نگاہوں سے اب خوف کے بجائے بے چارگی جھلک رہی تھی۔ قینچی کو اس نے ایک طرف فرش پر اچھال دیا تھا۔

میں خود کو ایک دوراہے پر کھڑا محسوس کر رہا تھا۔ ایک طرف ہمدردی کا جذبہ تھا جو میرے پیروں کی زنجیر بن رہا تھا اور دوسری طرف میرے اندر آتش فشاں کا لاوا ابل رہا تھا۔ میرے ذہن پر آہستہ آہستہ غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ میری آنکھیں ملیحہ کی جسمانی تراش خراش پر پھسل رہی تھیں پھر میں اچانک کسی عقاب کی مانند جھپٹ پڑا۔ میرے اندر کا شیطان پوری طرح جاگ اٹھا۔ ملیحہ کی مزاحمت اس کے کسی کام نہ آسکی' کسی شکاری کی طرح وہ عقاب کے شکاری پنجوں کی نوک سے چھلنی ہوتی چلی گئی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں بادلوں میں بہت بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔

میں ہوش میں آیا تو ملیحہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ مجھے اپنی غلطی کا بڑی شدت سے احساس ہوا لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا اس کی واپسی میرے اختیار میں نہیں تھی' مجھے وہ سب بھی خواب سا لگ رہا تھا' اس لیے کہ میں اس مسہری سے دور کھڑا تھا جس پر ایک ساحرانہ حسن کی تمام تر حشر سامانیاں بکھری پڑی تھیں۔

"آپ یہاں سے چپ چاپ نکل جائیں۔" عثمان غنی کی آواز میرے قریب سے سنائی دی۔

"میرے جانے کے بعد ہوش آنے پر یہ مظلوم لڑکی شاید خودکشی کر لے گی۔"

"نہیں۔ یہ ایسا نہیں کرے گی' یہ میرا وعدہ ہے۔"

"راجو مجھے یہاں آتے دیکھ چکا ہے وہ ندیم سے۔۔۔"

"کچھ نہیں کہہ سکے گا۔" عثمان غنی نے پراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "تم نے میری خواہش کا احترام کیا ہے اس لیے اب تم بھوشن کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکتے ہو۔ چاہو تو اسے کسی حقیر کیڑے کی طرح پیروں تلے کچل کر نالی میں پھینک دو لیکن فی الحال یہ مناسب نہیں ہو سکتا' بھوشن اگر سسک سسک کر دم توڑے تو تمہیں زیادہ خوشی ہو گی۔"

"لیکن کاکا نے قسم کھائی ہے کہ وہ۔۔۔"

"بھول جاؤ ان باتوں کو۔۔۔ اب کوئی قوت تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' خاموشی سے تہ خانے سے نکل کر اوپر آ گیا جہاں راجو ایک آرام کرسی پر نیم دراز خراٹے لے رہا تھا۔ میں متضاد کیفیتوں سے دوچار ہوا' مجھے کسی بات کا ہوش نہیں تھا' پھر میرے ذہن سے جب دھند چھٹی تو میں اپنے آفس میں بیٹھا تھا۔ مجھے کچھ یاد نہیں کہ جو کچھ میں نے دیکھا' محسوس کیا وہ حقیقت تھی یا محض ایک خواب تھا جو میری پلکوں سے ہو کر گزر گیا۔ پھر فون کی گھنٹی میرے کانوں میں گونجی تو میں اس طرح ہڑبڑایا جیسے سوتے میں اچانک آنکھ کھل گئی ہو۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کانوں سے لگایا' دوسری طرف سے ندیم کی آواز ابھری۔

"میں بہت دیر سے تمہیں کال کر رہا ہوں' کہاں تھے؟"

"کیوں۔۔۔؟" میں نے قدرے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"کیا تمہارے ماسٹری نے کچھ نہیں بتایا۔"

"تم اب تک کہاں تھے؟"

"سراج کے ساتھ۔"

"کوئی رپورٹ درج نہیں کرائی۔"

"نہیں' میں نے اس کی ضرورت نہیں محسوس کی۔"

"شکر ہے۔۔۔" ندیم نے خوشی کا اظہار کیا۔ "میں بھی یہی چاہتا تھا کہ بات پولیس کے ریکارڈ پر نہ آنے پائے۔"

"ماسٹری کی کیا رپورٹ ہے؟" میں نے سنجیدگی سے معلوم کیا۔

"سفید وین کو ماسٹری اور اس کے آدمیوں نے گھیرنے کی کوشش کی تھی لیکن شاید ان میں بیٹھے بدنصیب افراد کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ موت ان کے سروں پر منڈلا رہی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"ہائی وے پر ٹول پلازہ سے آگے نکلتے ہی وہ ایک خوفناک دھماکے سے اڑ گئی۔ انسانی جسم کے ٹکڑے دور دور تک بکھر گئے۔ ماسٹری نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا لیکن اس کا خیال ہے کہ وین میں دو یا دو سے زیادہ آدمی ضرور موجود تھے۔"

"بات سمجھ میں آ گئی۔" میں نے سادگی کا اظہار کیا۔ "اگر وہ مجھے نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو گئے تھے تو پھر ان کو کیوں شکار کیا گیا۔"

"اس کے بارے میں شام کو گفتگو ہو گی۔"

میں نے ریسیور کریڈل پر رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی دوبارہ بجی اس بار دوسری جانب سے ڈی ایس پی سراج کی آواز سنائی دی۔ اس نے بھی مجھے کم و بیش وہی اطلاع دی جو مجھے ندیم کے ذریعے مل چکی تھی۔ البتہ سراج کی بات سے ایک عقدہ ضرور حل ہو گیا تھا۔ جائے حادثہ کے قریب ہی سے دو ٹکڑے ملے تھے جن پر ایک طرف JN اور دوسری جانب کسی آدم خور چیتے کا کھلا ہوا منہ بنا ہوا تھا۔

میرے ذہن میں فوری طور پر جگت نارائن ہی کا نام ابھرا۔ سراج نے بھی اسی شک کا اظہار کیا تھا۔ اس نے خاص طور پر مجھے زیادہ محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا' میری حفاظت کی خاطر اس نے سادہ لباس میں دو تین مسلح کمانڈو ٹائپ گارڈ تعینات کرنے کی بھی پیش کش کی تھی جسے میں نے بڑی خوبصورتی سے منع کر دیا تھا۔

☆ —— ❖ —— ☆

ساجد میری گاڑی گیراج بھجوا کر ڈیوٹی پر آ گیا تھا' میں نے اس کے ساتھ دفتر آنا چھوڑ دیا تھا۔ ندیم نے میرے اس فیصلے پر سخت تنقید کی تھی لیکن میں نے اس کی بات سننے سے انکار کر دیا۔

"کیا یہ پوچھ سکتا ہوں کہ تمہارے اندر یہ تبدیلیاں کیوں رونما ہو رہی ہیں؟" ندیم نے مجھ سے پوچھ ہی لیا۔

"شاید امی کی موت کے بعد اب مجھے اپنی زندگی کا کوئی خوف باقی نہیں رہا۔"

"عارفہ کو کیوں بھول رہے ہو۔"

"موت برحق ہے' مجھے یا عارفہ کو بھی کسی وقت آ سکتی ہے پھر خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا پھر کچھ سوچ کر ندیم کو ٹٹولنے کی خاطر دریافت کیا۔

"راجو آج کل کہاں ہے؟"

"خیریت۔۔۔" ندیم نے چونک کر میری جانب دیکھا۔ "تمہیں اس وقت راجو کی یاد کیسے آ گئی۔"

"بہت عرصے سے ملاقات نہیں ہوئی۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ آنٹی کی موت کے بعد سے تمہارے اندر خاصی تبدیلی آتی جا رہی ہے۔"

"یہ کوئی غیر فطری بات بھی نہیں ہے۔"

"جن لوگوں نے تمہاری کار کو ناکارہ بنایا تھا اور بعد میں خود بھی ہولناک تباہی کا شکار ہو گئے تھے' جانتے ہو کون تھے؟"

"بھوشن کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔" میں نے پھر بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"کاکا نے اپنی خباثتیں بہت تیز کر دی ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "کیا اس حملے کے بارے میں اس نے تمہیں کوئی دھمکی دی تھی۔"

"نہیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا پھر دفتر جانے کے لیے باہر نکلا تو ندیم نے میرے قریب آ کر سنجیدگی سے کہا۔

"کیا تمہیں محتاط رہنے کا مشورہ دے سکتا ہوں۔"

"کیوں نہیں۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "تمہارے بہت احسانات ہیں مجھ پر' تم جو چاہو مشورہ دے سکتے ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ ابھی تمہیں ساجد کی ضرورت ہے۔"

"میں سوچ رہا ہوں اسے دفتر کے کسی اہم کام پر لگا دوں' خاصا کارآمد آدمی ہے۔" میں نے گول مول جواب دیا پھر دفتر کے لیے روانہ ہو گیا۔

مجھے خود اپنے اندر رونما ہونے والی تبدیلی پر حیرت ہو رہی تھی۔ وقت کے بدلتے دھاروں نے میری زندگی اور سوچ کا رخ بھی بدل دیا تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ ماں کی موت کے بعد مجھے کسی بات کی کوئی پروا نہیں رہ گئی تھی' میرا خیال ہے کہ دنیا کا ہر شخص اپنی کوئی قیمتی شے کھو جانے کے بعد اس کا اثر ضرور لیتا ہے۔ ماں تو میرے لیے زندگی کا سب سے قیمتی اثاثہ تھی۔ میں اس درد کی شدتوں کو سہنے کے لیے مجبور تھا اور اسی مجبوری نے شاید مجھے نڈر بنا دیا تھا۔

دفتر جاتے جاتے میں نے اپنی گاڑی کا رخ اچانک کیپر واس کی کوٹھی کی طرف موڑ دیا۔ میرے ذہن میں کوئی واضح اسکیم نہیں تھی۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس کی حقیقت کیا تھی۔ کیا اصلیت تھی' اس کے بارے میں مجھے دو سوں کے ذریعے دھماکہ خیز خبریں ملی تھیں۔ مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی تھی کہ جگت نارائن کی حیثیت میں اس نے بھوشن کی مدد کا فیصلہ کر لیا' وہ مجھے اپنی قوت کا اندازہ دلانے کی

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

خاطر خطرناک کھیل دکھا رہا تھا۔ اسی بہانے وہ پولیس کو بھی احساس دلانا چاہتا تھا کہ اس تک ان کی رسائی بھی ناممکن ہے' اسی خیال کے تحت میں بس اچانک کسی سوچے سمجھے پروگرام کے بغیر کبیر داس سے ملنے کی ٹھان لی تھی۔ اس کی کوٹھی ایک پوش علاقے میں "دھرم آشرم" کے نام سے مشہور تھی مجھے اس کی تلاش میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔

"دھرم آشرم" کی حیثیت کسی ایسے قلعے سے مختلف نہیں تھی جسے چاروں طرف سے پوری طرح محفوظ کر دیا گیا ہو' اس کے اطراف خالی پلاٹوں پر بے شمار خیمے نظر آ رہے تھے جس میں اس کے پجاری اور سادھو لوگوں کی تعداد زیادہ تھی۔ کوٹھی کے اندر جانے والے صدر دروازے پر بھگوان کی بڑی بڑی مورتیاں موجود تھیں' پہرے دار قسم کی کوئی چیز بظاہر نظر نہیں آ رہی تھی' ہو سکتا ہے کہ سادہ لباس میں نظر آنے والے اس کے نوکر چاکر ہی "دھرم آشرم" کے محافظ ہوں اور پوری طرح مسلح ہوں' گیٹ پر صرف ایک دھوتی بدن کے گرد لپیٹے ایک ادھیڑ عمر کا پروہت نما شخص موجود تھا جو آنے جانے والوں کے سواگت پر مامور تھا۔ اس کے قویٰ خاصے مضبوط نظر آ رہے تھے لیکن دو سہوں کے سامنے اس کے بار بار جھک کر پرنام کرنے کا انداز مذہب سے اس کے گہرے لگاؤ کی ترجمانی کر رہا تھا۔ میں مدھم رفتار سے گاڑی چلاتا ہوا دروازے کے قریب پہنچا تو وہ لپکتا ہوا میرے قریب آ گیا۔

"نا میرے مترا۔" اس نے مجھے روکتے ہوئے کہا۔ "مہاراج کے آشرم میں کوئی گاڑی نہیں جا سکتی تمہیں پیدل ہی چل کر مہاراج تک جانا ہو گا۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا اس کی نظریں کسی کھوجی کی طرح میری اصلیت کا کھوج لگا رہی تھیں۔ میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ بائیں جانب کھڑی ہوئی دوسری گاڑیوں کے ساتھ اپنی کار کھڑی کر کے واپس صدر دروازے کے قریب پہنچا تو ایک بار پھر وہی پروہت نما شخص میرے راستے میں آ گیا۔

"آپ کا شبھ نام؟"

"شہباز خان۔" میں نے جھجکے بغیر سنجیدگی سے جواب دیا۔

"سب اسی کی لیلا ہے بالک۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرا کر بولا۔ "مہاراج کی شکتی کا چمتکار ہے کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پینے پر مجبور ہیں بڑے بڑے بلوان بھی یہاں آتے ہیں تو نظریں جھکا کر چلتے ہیں۔ ڈرتے ہیں کہ کہیں مہاراج کا اپمان نہ ہو جائے۔"

"کیا میں بھی تمہارے مہاراج سے مل سکتا ہوں؟"

"اوش مل سکتے ہو بالک' پرنتو ملنے کا کارن کیا ہے۔"

"کیول چرن چھونے کی غرض سے آیا ہوں۔" میں نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"اسی میں سیوکوں کی مکتی ہے۔" وہ ہاتھ باندھ کر لہراتا ہوا بولا۔ "مہاراج کی کرپا ہو جائے تو پتھر بھی کندن ہو جاتا ہے۔"

"کیا کبیر داس مہاراج سیوکوں کی کٹھنائیوں کو دور کرنے کی خاطر جنتر منتر کرتے ہیں۔"

"تم مہاراج کا اپمان کر رہے ہو۔" اس کا لہجہ یکلخت کرخت ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے خود کو کنٹرول کرتے ہوئے اپنی روایتی شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "مہاراج کوئی پنڈت پجاری یا سادھو نہیں ہیں' کیول دیش بھگت ہیں جو سب کی سہائتا کرتے ہیں' کبھی کسی کو نراش نہیں کرتے' جانے کتنے بھکاری مہاراج کے ٹکڑوں پر پل رہے ہیں' پاٹھ شالائیں اور دوا آشرم کی دل کھول کر دھن دولت سے سہائتا کرتے ہیں۔ دیش بھگتی اور دھرم بھگتی میں زمین آسمان کا فرق ہے پرنتو مہاراج نے زمین اور آکاش کو بھی گلے ملا دیا ہے۔"

"اب کیا میں تمہارے مہاراج کے درشن کرنے اندر جا سکتا ہوں۔" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔

"دھیرج بالک' دھیرج۔" اس نے سامنے بنے ہال نما حصے کی طرف اشارہ کیا۔ "کچھ دیر سستا لو' کچھ جل پانی کر لو' ہم تمہارا شبھ نام مہاراج تک پہنچا دیں گے۔ نمبر آنے پر ہی تم مل سکتے ہو۔ مہاراج ایک سمے میں کسی ایک ہی ویکتی سے ملتے ہیں۔"

میرے جی میں آیا کہ واپس لوٹ جاؤں لیکن میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اتنی دور آنے کے بعد خالی ہاتھ واپس جانا مجھے منظور نہیں تھا۔ میں اس شخص کو ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا جو ایک طرف پتھر کی مورتی کی طرح پوجا جاتا تھا اور دوسری طرف جگت بلادائن کے روپ میں اس نے قانون نافذ کرنے والے تمام اداروں کو ناکوں چنے چبوا رکھے تھے۔ ایک جانب وہ قابل احترام تھا جب کہ اس کا دوسرا رخ بڑا ہی بھیانک اور ہولناک تھا۔ انسانی زندگی کی اس کی نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں تھی' وہ اپنے ہی کارندوں کو اس طرح موت سے ہمکنار کرا دیتا تھا کہ اس کی ذات پر کسی کو شبہ نہیں ہوتا تھا۔ اونچے طبقے اور سرکاری حلقوں میں بھی اس کی پہنچ دور تک تھی۔ وہ اتنی دولت کا مالک تھا کہ شاید اسے خود بھی اپنی امارت کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ اس کے کاروبار دور تک پھیلے ہوئے تھے۔

ہال میں اور بھی بے شمار لوگ موجود تھے جنہیں باری باری آواز لگا کر بلایا جا رہا تھا۔ مردوں کے علاوہ کچھ ایسی نازک اندام اور خوب صورت حسینائیں بھی تھیں جو عام حالات میں شاید اس کمرے کی رنگ میں ایک پل گزارنا بھی گوارا نہ کرتیں۔ میرے خیال میں وہ سب ہی صاحب ثروت لوگ نظر آ رہے تھے۔ بھلا وہ کبیر داس سے ملنے کی غرض سے کیوں آئے تھے؟ تو جھے گھنٹے کے انتظار کے بعد میری اکتاہٹ میں اضافہ

...نے لگا' میرے اپنے حساب اور اعداد و شمار کے اعتبار سے ...را نمبر آنے میں دو گھنٹے بھی لگ سکتے تھے' میں تنگ آ کر جانے کے ارادے سے اٹھا ہی تھا کہ ایک شخص نے قریب آتے ...ے پوچھا۔

"شہباز خان آپ ہی کا نام ہے۔"

"اتفاق سے۔" میں نے بے زاری کا اظہار کیا۔

"مہاراج آپ کو یاد کر رہے ہیں۔"

مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ اتنی جلدی میرا نمبر کیسے آ گیا؟ میں نے سوچا کیا کبیر داس کو میری آمد کی اطلاع مل ...گئی تھی' وہ چاہتا تو مجھے انتظار کی گھڑیاں بھی گنوا سکتا تھا لیکن ...کی مخبری کا انجام یقیناً احساس تھا۔ اسے جتانا میرے جانے ...ہو گیا تھا۔ شاید اس ہال کے اندر کسی خفیہ جگہ پر کیمرے ...کوئی ایسی آنکھ ضرور موجود تھی جو کبیر داس کو ایک ایک پل کی ...خبر اور ہر ایک کی نقل و حرکت سے آگاہ کرتی ہوگی۔ میں نے ...لمحے کو بیٹھ سوچا پھر نوجوان کے ساتھ ساتھ ہو لیا' کبیر داس ...تک پہنچنے کے لیے مجھے کئی رکاوٹوں سے گزرنا پڑا تھا۔ ایک ...ے میں ایک بے حد حسین اور خوبصورت لڑکی نے میرا خیر ...مقدم کیا۔ اس کے کشادہ ماتھے پر لگی لال بندیا اس کی ذات کا ...ن کر رہی تھی۔ فوری طور پر میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ ...یٹ سکریٹری نما کوئی چیز رہی ہوگی۔ میرا اندازہ غلط نہیں ...

"آپ کا شبھ نام شری شہباز خان ہے نا۔" اس کی آواز ...ے کانوں میں رس گھول گئی لیکن میں نے خشک لہجہ اختیار ...

"آپ مجھے مسٹر شہباز خان بھی کہہ سکتی تھیں۔" میں نے ...ناگوار انداز میں جواب دیا۔

"برا لگا ہو تو شما کیجئے۔" وہ ایک ادا سے بولی پھر اپنے ...ے ہاتھ کی جانب نظر آنے والے دروازے کی سمت اشارہ ...ے کہا۔ "آپ اس دروازے سے گزر کر مہاراج کبیر داس ...سے ملاقات کر سکتے ہیں۔"

میں نے دروازے کی سمت دوسرا ہی قدم اٹھایا تھا کہ اس ...نے تیزی سے مخاطب کیا۔

"اندر جانے سے پہلے آپ بغلی ہولسٹر میں رکھا ہوا پستول ...ے حوالے کر دیں۔ شری کبیر داس جی لوہے کے کھلونوں کو ...کی پاپ سمجھتے ہیں' وہ پریم اور بھائی چارے کا تو درش... کا قائل ہیں۔"

میں نے خاموشی سے اپنا پستول نکال کر اس کے سامنے میز ...دیا۔ میں جن کمروں سے ہو کر گزرا تھا وہاں راستے میں ...لیس اسکریننگ مشین ضرور نصب تھی جس نے ...بغلی ہولسٹر کی موجودگی سے انہیں قبل از وقت آگاہ کر دیا' مجھے اس بات پر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ پستول میز پر رکھنے کے بعد میں قدم بڑھاتا ملحقہ دروازے سے اندر داخل ہوا تو ایک لمحے کو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں کسی شیش محل میں داخل ہو گیا ہوں' وہاں کی ہر چیز نہایت قیمتی اور اعلیٰ تھی۔ دیواروں پر ہر طرف شیشے کے نازک کام نظر آ رہے تھے سامنے صوفے پر سفید دھوتی اور کرتے میں ایک بھاری بھرکم شخص بیٹھا میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے اطراف کئی قیمتی صوفے اور بھی موجود تھے۔ میں قدم بڑھاتا اس کے قریب جا کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ پولیس کے محکمے میں ایک ذمہ دار عہدے پر فائز رہنے کے باوجود میں پہلی نظر میں کبیر داس کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کر سکا تھا' بظاہر وہ نیک دل اور ملنسار ہی نظر آ رہا تھا لیکن اس کے ٹھاٹ باٹ بتا رہے تھے کہ وہ غریبوں کا ہمدرد ہونے کے باوجود نہایت شان سے رہنے کا عادی ہے۔ بھاری بھرکم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ متوازن جسم کا مالک بھی تھا۔ اس کی آنکھوں میں بظاہر ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی جس کی بنا پر اسے قاتل یا دہشت ناک کہا جا سکتا۔ شاید اسے اپنے تاثرات پر قابو پانے میں خاصی مہارت حاصل تھی۔

"میں جب بھی اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملتا ہوں تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔" اس نے شگفتہ انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔ "رنگ و نسل' ذات پات' سیاہ و سفید اور اونچ نیچ کے چکروں نے ہمارا سکون برباد کر دیا ہے لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ ان کا پالن ہار ایک ہی ہے' جب تک ہم انسان نہیں بنیں گے اپنے اندر سوئی ہوئی انسانیت کو جھنجوڑ کر بیدار نہیں کریں گے ہمارے درمیان آپس میں کھٹ پٹ ہوتی رہے گی۔"

"میں آپ کے خیالات سے صد فی صد متفق ہوں۔"

"سب یہی کہتے ہیں لیکن ان کے ظاہر و باطن میں بڑا تضاد ہوتا ہے۔" کبیر داس نے بڑی شستہ اردو میں جواب دیا لیکن اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔ "ہم باہر سے کچھ نظر آتے ہیں لیکن اندر سے ہماری آتما اتنی اجلی نہیں ہوتی۔"

"ابھی سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی کہ انسان کے ضمیر کو پرکھنے کی کوئی کسوٹی تیار کر سکے۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر کہا۔ "میرا تعلق بزنس میں آنے سے پہلے محکمہ پولیس سے تھا۔ میں اپنے تجربے کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں کہ میرا واسطہ کچھ ایسے مجرموں سے بھی پڑا ہے جو روز مرہ زندگی میں بے انتہا لائق فائق اور شریف کہلاتے تھے لیکن ان کا دوسرا رخ بڑا گھناؤنا ہوتا تھا' ملک اور قوم کو نقصان پہنچانے کی خاطر اور جرائم کی دنیا میں تہلکہ مچانے کی غرض سے وہ نت نئے تجربات کرنے کے عادی تھے لیکن ان کی آخری منزل پھانسی کا پھندا یا پھر عبرت ناک موت ہی ہوتی ہے۔"

"آپ نے کاروبار میں آنے کی ضرورت کیوں محسوس

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

کی؟" اس نے دوستانہ انداز میں مسکرا کر پوچھا۔ "میرا مطلب ہے کہ پولیس میں رہ کر آپ ہمارے دیس کی زیادہ خدمت کر سکتے تھے۔"

"آپ کا خیال درست ہے لیکن۔"

"کچھ لوگ ہوتے ہیں جو خطرات سے بہت جلدی خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔" اس نے میری بات کاٹی، پھر پہلو بدل کر بولا۔ "صاف ستھرے کاروبار میں چار پیسے کما کر ان کو زیادہ سکون ملتا ہے۔"

"میرے ملازمت چھوڑنے کی وجہ کچھ اور تھی۔"

"ہو گی۔" وہ بے پروائی سے بولا۔ "فرمائیے یہ سیوک آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہے؟"

"میری خواہش ہے کہ آپ کے ساتھ مل کر کوئی بڑا کاروبار کروں۔"

"نہیں۔" اس نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ اس لیے نہیں کہ میں آپ کے ساتھ کاروبار کرنے سے کتراتا ہوں، بلکہ اس لیے کہ میں ساجھے کی ہنڈیا میں شریک نہیں ہوتا اس لیے کہ ساجھے کی ہانڈی ہمیشہ بیچ چوراہے پر پھوٹتی ہے۔"

"اس میں اپنی اپنی نیت کو بھی بڑا دخل ہوتا ہے۔" میں نے دبی دبی زبان میں جواب دیا تو وہ مسکرا دیا۔

"نیت خراب ہونے میں دیر بھی نہیں لگتی۔ یہ دھن دولت بڑی بری چیز ہے شہباز صاحب، بھائی کو بھائی کا گلا کاٹنے پر مجبور کر دیتی ہے۔"

"مجھے آپ سے ملنے کا بڑا اشتیاق تھا۔" میں نے رسمی طور پر کہا۔

"اچھا کیا جو ملنے چلے آئے۔" اس نے پہلی بار فاتحانہ انداز میں پہلو بدل کر کہا۔ "ملتے جلتے رہنے سے انسان ایک دوسرے کو سمجھ سکتا ہے، آپس میں مل بیٹھ کر اگر فیصلہ کر لیا جائے تو دس برائیاں جنم لینے سے رک سکتی ہیں۔"

"آج کل کچھ دشمن میرے کاروبار کو تباہ کرنے کے لیے میرے پیچھے پڑے ہیں۔"

"اس دشمنی کی وجہ کیا ہے؟" اس نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"کمینگی۔" میں نے قدرے درشت لہجے میں جواب دیا۔ "وہ چھپ کر پشت سے میری پیٹھ میں خنجر گھونپنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"تو پھر میں آپ کے کس کام آ سکتا ہوں۔" اس نے مسکرا کر دریافت کیا۔ اس کی مسکراہٹ میں میری تضحیک کا پہلو خاصا نمایاں تھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ آپس میں مل بیٹھ کر کوئی فیصلہ کر لیا جائے۔" میں نے اسی کی بات دہرائی۔ "اس طرح دس برائیاں جنم لینے سے روکی جا سکتی ہیں۔"

"آپ کا دشمن کون ہے؟"

"کوئی ایسا شخص جس کے ظاہر و باطن میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔" میں نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "جرائم کی دنیا میں اسے جگت نارائن یا JN کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ابھی تک قانون کو اس کے خلاف کوئی ایسا ثبوت نہیں مل سکا جس سے اس پر ہاتھ ڈالا جا سکے۔"

"بڑے اچنبھے کی بات ہے۔" اس نے سنجیدگی اختیار کی پھر کچھ تامل سے بولا۔ "جگت نارائن۔ میں یہ نام شاید پہلے کہیں سن چکا ہوں۔"

"دوسری حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ براہ راست میرا دشمن نہیں ہے، کسی کے کہنے پر ایک بڑی رقم طے کر لینے کے بعد مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"کس کے کہنے پر؟"

"بھوشن۔" میں نے مختصراً کہا تو کیرداس کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"آپ شاید اس دوغلے کی بات کر رہے ہیں، جس کے باپ اور ماں الگ الگ دھرم سے تعلق رکھتے تھے لیکن میں نے سنا تھا کہ وہ قتل کے کسی جرم میں گرفتار ہو گیا تھا۔"

"پرانی بات ہے، اب وہ ضمانت پر چھوٹ چکا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اس کے لیے آپ کو میرے پاس آنے کے بجائے پولیس کے اعلیٰ حکام سے ملاقات کرنی چاہیے تھی۔" وہ نرم آواز میں بولا۔ "میں دنگے فساد سے ہمیشہ دور رہتا ہوں۔ گند میں پتھر پھینکنے سے ہمیشہ اپنے ہی اجلے کپڑے خراب ہوتے ہیں۔"

"کیا آپ میرے لیے اپنے اثر و رسوخ استعمال نہیں کر سکتے؟" میں نے اسے غور سے گھورا۔

"مجھے افسوس ہے۔" اس نے روکھے لہجے میں جواب دیا۔ "میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی سہایتا نہیں کر سکتا۔"

"گویا اب مجھے اس حرامزادے جگت نارائن سے براہ راست دو دو ہاتھ کرنا پڑیں گے۔" میں نے کیرداس کی دکھتی رگ پر پاؤں رکھ کر اسے غصہ دلانے کی کوشش کی، جواب میں ایک لمحے کے لیے اس کے تیور بدلے تھے لیکن دوسرے ہی لمحے وہ ٹھنڈے انداز میں بولا۔ "بری بات ہے مسٹر شہباز، کسی کو گالی نکالنے سے مسئلے حل نہیں ہوتے اور پھر ایسی صورت میں جب آپ اپنے دشمن کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔"

"ہاں لیکن جس دن ڈور کا ایک سرا میرے ہاتھ آ گیا اس دن جگت نارائن میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکے گا۔" میں نے زیادہ برہمی کا اظہار کیا۔ "میں اس بدذات کو خارش زدہ کتے سے بدتر حالات سے دوچار کر دوں گا۔"

کیرداس کے چہرے کا رنگ بدل گیا، اس کے تیور میں بھی ایک نمایاں تبدیلی محسوس ہوئی تھی لیکن قبل اس کے کہ وہ جواب میں کچھ کہتا وہ خوبصورت خاتون دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی جس نے مجھے کیرداس سے ملنے کے آخری مرحلے کو طے کرایا تھا۔

"میں شما چاہتی ہوں۔" اس نے ہاتھ باندھ کر کیرداس سے کہا۔ "پرتو ایک دھرم شالہ کا منیم آپ سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہے۔"

"کارن؟"

"اسے کسی معاملے میں آپ کی آگیا کی ضرورت ہے۔" لڑکی نے اس بار دزدیدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھ کر کہا۔ اس کی جانب میری پشت تھی لیکن سامنے آئینے میں اس کی حرکت کو بطور خاص نوٹ کیا تھا۔ وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "آپ سے مل کر وہ کچھ حساب کتاب کرنا چاہتا ہے۔"

"میں حساب کتاب کرنے کا عادی نہیں ہوں کوشلیا۔" کیرداس نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔ "منیم سے کہہ دو کہ دھرم کرم کے کاموں میں دولت میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی اگر اسے کچھ رقم کی ضرورت ہے تو تمہیں میری طرف سے اجازت حاصل ہے، جو مناسب سمجھو چیک کی صورت میں اسے دان کر دو۔"

کوشلیا چلی گئی تو کیرداس کسی خیال میں گم ہو گیا۔ نہ جانے کیوں میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اس وقت ہماری گفتگو کے دوران کوشلیا کی آمد بلاوجہ نہیں تھی، کسی منیم کا تذکرہ محض دکھاوے کی خاطر درمیان میں لایا گیا تھا۔

"آپ کیا سوچ رہے ہیں کیرداس جی؟" میں نے دھیمے لہجے میں کہا تو وہ چونکتے ہوئے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ میں نے آپ کا بہت سارا قیمتی سمے برباد کر دیا۔"

"کوئی بات نہیں۔" اس نے دوستانہ انداز میں جواب دیا۔ "میں آپ کے ساتھ ہمدردی کے سوا کچھ اور نہیں کر سکتا لیکن ایک نصیحت ضرور کروں گا۔ بھوشن جیسے دو منہے سانپ سے جتنا دور رہیں اتنا ہی اچھا ہے۔ کاروباری دنیا میں کوئی بھی اسے اچھے نام سے یاد نہیں کرتا۔"

"میں آپ کی نصیحت کا خیال رکھوں گا۔"

"اگر میرے لائق کوئی اور خدمت ہو تو ضرور یاد کیجئے گا۔" کیرداس نے اس بار بھی بڑی اپنائیت کا اظہار کیا۔ "اگر میں آپ کی کوئی سیوا کر سکا تو مجھے خوشی ہو گی۔"

"آپ کی اس محبت کا بہت بہت شکریہ۔" میں الٹے قدم کیرداس کے شش محل سے باہر نکل کر کوشلیا کے کمرے میں آ گیا۔ اس نے تقاضا کیے بغیر میرا پستول میرے حوالے کرتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا۔

"مجھے وشواس ہے کہ آپ نے پستول کے سلسلے میں میری بات کا برا نہیں منایا ہو گا۔"

"آپ کی بات کا بھلا کون برا منا سکتا ہے۔" میں نے اسے سرتاپا غور سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے خوشی ہے کہ آپ نے اپنے فرض سے کوتاہی نہیں کی البتہ مجھے ایک بات کی شکایت ضرور ہے۔"

"وہ کیا؟" اس نے پلکیں جھپکاتے ہوئے مجھے قاتلانہ نظروں سے دیکھا۔ "کوئی بھول ہو گئی مجھ سے؟"

"آپ سے بھی اور کیرداس جی سے بھی، آپ دونوں نے مجھ سے جل پانی کے لیے نہیں پوچھا۔ بہرحال ادھار رہا آپ پر۔" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا پھر پلٹ کر باہر آ گیا۔

دفتر جاتے ہوئے بھی میں کیرداس کے بارے میں یہ فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ جگت نارائن اسی کا دوسرا روپ ہے لیکن ایک بات بہرحال طے تھی کہ کیرداس گفتگو کرتے وقت ضرورت سے زیادہ محتاط رہنے کا عادی تھا۔ اسے اپنے چہرے کے تاثرات پر مکمل اختیار تھا۔ جگت نارائن کے سلسلے میں میں نے جو تاؤ کھایا اور سخت جملے کہے تھے وہ انہیں بھی امرت سمجھ کر پی گیا تھا۔

راستے میں میری نگاہ بار بار عقبی شیشے کی جانب اٹھ رہی تھی میں کسی ممکنہ تعاقب یا اچانک ہونے والے حملے کے پیش نظر خاصا محتاط تھا لیکن بظاہر میں کسی گاڑی پر شبہ نہیں کر سکا پھر میرے ذہن میں اچانک ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ کیا ندیم نے واقعی میری درخواست پر اپنے آدمیوں کو میری نگرانی اور حفاظت کرنے سے روک دیا تھا؟

میں دفتر پہنچا تو وہ حسنہ پہلے سے میرے دفتر میں موجود تھی۔ وہ کچھ مضطرب نظر آ رہی تھی میرے بیٹھنے کے بعد اس نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔

"اب بھوشن کی موت کا وقت آ گیا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اب آپ کو اس نیک کام کے کر گزرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

"میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ اب بھوشن میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکے گا۔"

"لیکن کچھ دشواریاں پیش آ سکتی ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"آپ نے براہ راست کیرداس یا جگت نارائن کے گھر جا کر اچھا نہیں کیا، کچھ کالی طاقتیں آپ کے خلاف سر ابھار رہی ہیں۔"

"کالکا۔" میں نے حسنہ کے چہرے کو غور سے دیکھا۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"اس نے کہا تھا کہ دنیا کی کوئی قوت اس کی موجودگی میں بھوشن کو پھانسی کے پھندے تک نہیں لے جا سکتی۔"

"میں نے تندی طاقتوں سے اب ڈرنا چھوڑ دیا ہے۔"

"وجہ پوچھ سکتی ہوں؟" حسنہ نے مجھے بڑی سنجیدگی سے مخاطب کیا۔

"ماں کی موت۔" میرے اعصاب میں کھنچاؤ پیدا ہونے لگا۔ "اس نے ایک بار مجھے دھمکی دی تھی کہ میرے والد کے بعد۔"

"یہ آپ کی ذاتی رائے ہے لیکن کم از کم کالکا کا آپ کی ماں کی موت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتی ہو؟" میں الجھنے لگا۔

"میرے علاوہ کسی اور نے بھی آپ کو اس بات کا یقین دلایا تھا۔"

"میرے ذہن میں عثمان غنی کا تصور ابھرا میں نے حسنہ کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں کی گہرائی اس بات کی ترجمانی کر رہی تھی کہ وہ عثمان غنی کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتی ہے۔ میں نے اسے کریدنے کی خاطر دریافت کیا۔

"تم نے جس کی جانب اشارہ کیا ہے اس کے بارے میں اور کیا جانتی ہو؟"

"کالکا نے ایک موقع پر آپ سے کہا تھا کہ آپ کے قدم ڈگمگانے کا وقت آگیا ہے۔ اس نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"جس حادثے کو آپ خواب سمجھ رہے ہیں وہ خواب نہیں حقیقت۔"

"کیا کہنا چاہ رہی ہو؟"

"بلیہ سے ملاقات میں آپ کے ارادے کو دخل نہیں تھا۔ جو کچھ فارم ہاؤس میں ہوا اس کا علم وہاں موجود لوگوں کے ذہنوں سے بھی مٹا دیا گیا ہے لیکن ان لمحات کے کچھ اہم ثبوت حاصل کر لیے گئے ہیں جو آپ کو کسی اشارے پر چلنے کو مجبور کر سکتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی طاقت آپ کے بہت کام آئے گی۔ شاید کالکا بھی اس طوفان کے سامنے قدم نہ جما سکے لیکن۔"

"لیکن کیا؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "تمہارا اشارہ کس کی طرف ہے؟"

"جو ہونا تھا وہ ہو چکا' جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔" حسنہ نے گول مول جواب دیا پھر اپنا مطالبہ دہراتے ہوئے بولی۔ "بھوشن کے سلسلے میں مجھ سے اب زیادہ انتظار ممکن نہیں ہوگا۔"

"لیکن تم نے کہا تھا کہ ابھی میرے راستے میں کچھ دشواریاں بھی حائل ہو سکتی ہیں۔"

"وہ رکاوٹیں وقتی ہوں گی۔" اس کے لہجے میں اعتماد کے علاوہ مسرت کا بھرپور اظہار بھی تھا۔

"اکبر درانی کے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟"

"وہی جو آپ سمجھ رہے ہیں۔"

"میں تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں۔"

"میں مجبور ہوں۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں بھوشن کی موت تک آپ کا ساتھ دے سکتی ہوں اس کے بعد ہمارے راستے ہمیشہ کے لیے الگ الگ ہو جائیں گے۔"

"کوئی ایسی بات جو تم بتانا نہیں چاہتیں۔"

"بھوشن کی موت کے بعد آپ کو میرے بارے میں بھی سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔" اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر قدم اٹھاتی آفس سے باہر چلی گئی۔

میرے ذہن میں عثمان غنی کا تصور ابھر آیا۔ حسنہ نے اس بات کی تصدیق کی تھی کہ فارم ہاؤس میں میرے اور بلیہ کے درمیان جو چھین جھپٹ ہوئی تھی وہ محض میرا وہم نہیں حقیقت تھی جس کے کچھ ثبوت بھی کسی کے ہاتھ لگ چکے ہیں۔ ندیم سے سرسری استفسار کے بعد مجھے اس بات کا یقین آگیا تھا کہ اسے میرے فارم ہاؤس جانے یا وہاں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے' راجو نے مجھے بہت قریب سے دیکھا تھا' میرے اس کے درمیان گفتگو بھی ہوئی تھی لیکن حسنہ کے بیان کے مطابق کسی نادیدہ قوت نے راجو کے ذہن کو بھی پوری طرح واش کر دیا تھا۔ اس خیال کے ساتھ ہی میرے ذہن میں دانش کی کہی ہوئی بات گونجی اس نے عثمان غنی کے بارے میں یہی کہا تھا کہ وہ جنوں کے کسی قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمارے اغواء کے بعد وہ جس آسانی سے لوہے کے مضبوط اور وزنی دروازے کو چوکھٹ سمیت کسی کھلونے کی طرح ہٹا کر نکل گیا تھا وہی اس کی بے پناہ قوت کے اظہار کے لیے بہت کافی تھا۔

میں نے کتابوں میں یہی پڑھا تھا اس پوشیدہ مخلوق کو ہمارے عقیدے کے مطابق آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ مستقل مزاج اور عام انسانوں کے مقابلے میں زیادہ کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس پوشیدہ مخلوق میں کچھ شریف النسل بھی ہوتے ہیں اور کچھ ضدی اور شہ زور بن جاتے ہیں اور اپنی شیطان صفت طبیعت سے انسان کو پریشان کرنے میں خاص لطف حاصل کرتے ہیں۔ شاید عثمان غنی بھی ان ہی بدکردار جنوں میں سے ایک تھا جو کسی سائے اور ہوا کی طرح میرے پیچھے پڑ گیا تھا۔ حسنہ نے مجھے یقین دلایا تھا کہ جب تک آگ کے لپکتے بھڑکتے شعلے میرے ساتھ ہیں کوئی دوسری قوت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ کالکا کی باتوں سے بھی یہی اندازہ ہوا تھا کہ

صندلی انگوٹھی کے گم ہو جانے کے بعد وہ میرے دل کا حال پڑھنے کے قابل ہو گئی تھی لیکن دو موقعوں پر بھڑکتے شعلوں نے اسے بھی راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

کالکا' حسنہ اور عثمان غنی کے بارے میں سوچتے سوچتے میرا ذہن لیڈی مکلارنس کی طرف چلا گیا۔ اس نے حسنہ کے سلسلے میں مجھ سے سفارش کی تھی کہ وہ میرے لیے کارآمد ثابت ہو سکتی ہے لیکن اس کے بعد ایک طویل عرصے سے اس نے مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر اسے یاد کیا۔ اس نے عہد کیا تھا میں جب بھی اسے یاد کروں گا وہ ضرور میرے پاس آئے گی لیکن اس سے پہلے کہ لیڈی مکلارنس میرے سامنے آتی میں نے خلاف توقع نغمہ کو آفس میں داخل ہوتے دیکھا اس کے ساتھ ایک دوہرے بدن کا شخص بھی تھا جو مجھے باڈی گارڈ قسم کی کوئی چیز دکھائی دے رہا تھا۔

نغمہ کے تیور اچھے نہیں تھے' وہ مجھے کرخت نگاہوں سے گھورتی ہوئی بغیر اجازت کے میرے سامنے سینہ تان کر بیٹھ گئی۔ دوہرے بدن اور گٹھے ہوئے جسم کا مالک اس کی پشت پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کی سپاٹ نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ چہرے کے آثرات سے پتا چلتا تھا کہ وہ نغمہ کے ایک اشارے پر مجھے موت کے گھاٹ اتارنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔

"تم نے پہچانا مجھے؟" نغمہ نے گفتگو کی ابتدا بڑے تلخ انداز میں کی تھی۔

میں نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے ایک مخصوص سوئچ کو پاؤں کے دباؤ سے آن کیا تو میرے دونوں گارڈ خودکار رائفل تانے اندر آگئے۔ "ان صاحب کو باہر بٹھاؤ۔" میں نے نغمہ کی پشت پر کھڑے ہوئے شخص کی طرف اشارہ کیا' گارڈز کے مسلح ہونے کے باوجود اس کی خود اعتمادی میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا تھا۔ شاید اسے اپنی صلاحیتوں پر بہت زیادہ اعتماد تھا۔ میرا جملہ سنتے ہی اس کے ہاتھ تیزی سے نیچے ہوئے تھے لیکن اس سے پیشتر کہ کسی سے ٹکراؤ کی صورت پیدا ہوتی نغمہ نے ہاتھ بلند کر کے اشارے سے اسے باہر جانے کو کہا۔ جواب میں اس نے سر کو خفیف سی جنبش دی پھر مجھے کینہ توز نگاہوں سے گھورتا ہوا باہر چلا گیا۔

"معاف کیجئے گا محترمہ۔" میں نے نغمہ کو انجان نظروں سے گھورتے ہوئے معذرت کی۔ "میں اپنے آفس میں پرائیویٹ اور مسلح گارڈز قسم کی کسی شے کو پسند نہیں کرتا۔ مجھے حیرت ہے کہ اسے اندر کس طرح آنے دیا گیا۔"

"تمہارے مسلح گارڈز اس کی تلاشی لے چکے تھے۔" اس نے بدستور نفرت کا اظہار کیا۔ "اس کے پاس سے ہتھیار قسم کی کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی تھی۔"

"پھر اس کو ساتھ لانے کا مقصد کیا تھا؟" میں نے بڑی سادگی سے پوچھا۔ "کیا وہ آپ کا سیکریٹری یا پی اے تھا۔"

"نہیں۔ وہ میرا محافظ ہے لیکن اسلحے کے بغیر بھی وہ چار پانچ مسلح آدمیوں کے لیے بہت بھاری ہے' میں کئی موقعوں پر اس کی طاقت کا حیرت انگیز کھیل تماشا دیکھ چکی ہوں۔"

"ہو سکتا ہے آپ درست فرما رہی ہوں لیکن۔"

"تم نے ابھی وقت میرے یہاں آنے کا مقصد نہیں پوچھا؟" اس نے مجھے خطرناک اور تیز نظروں سے گھورا۔

"فرمائیے' میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" میں نے بدستور شرافت کا مظاہرہ کیا۔

"میں اس دو کوڑی کے کرائم رپورٹر سے ملنے آئی ہوں جس نے مجھے فون پر بلیک میل کرنے کی جرات کی تھی۔"

"میرا خیال ہے آپ غلط جگہ پر آگئی ہیں۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "یہ کسی اخبار کا دفتر نہیں ہے۔"

"تم نے مجھے منگلی ساحل پر کیفے ون پلس میں آنے کی دعوت کیوں دی تھی؟" اس کا لہجہ تضحیک آمیز تھا۔

"آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے اس لیے کہ میں آپ سے ابھی پوری طرح سے واقف بھی نہیں ہوں۔"

"کروڑپتی تاجر سیٹھ نعمان کا نام سنا ہے کبھی۔" اس نے تکبر سے جواب دیا۔ "میں ان کی بیٹی نغمہ ہوں۔"

"خوبصورت نام ہے لیکن آپ کی گفتگو میں کسی نام کی کوئی بات اب تک مجھے نظر۔"

"شٹ اپ۔" وہ یکلخت بھڑک گئی۔ میز پر مکا مارتے ہوئے بولی۔ "مجھے صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ تم نے کرائم رپورٹر بن کر مجھ سے ملنے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

"غلط فہمی کا علاج شاید لقمان حکیم کے پاس بھی۔"

"لیکن میرے پاس ہے۔" وہ میرا جملہ کاٹ کر بولی پھر پرس سے اپنی چیک بک نکالتے ہوئے کہا۔ "بولو۔ تمہیں کتنی رقم درکار ہے؟"

"کس سلسلے میں؟" میں نے ایک بار پھر انجان بننے کی کوشش کی لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ کالکا نے اپنے کہنے کے مطابق نغمہ کو میری فون کال کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہوگا لیکن بظاہر نغمہ کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں تھا کہ میں نے ہی کرائم رپورٹر بن کر اسے فون کیا تھا۔

"اپنی زبان بند رکھنے کے سلسلے میں۔" وہ کسی ناگن کی طرح پھن پھیلا کر بولی۔ "کیا تم اس بات سے بھی انکار کرو گے کہ جس روز جمیل پارک میں چائنیز گھر کے سفاری سوٹ والے کے جسم کی دھجیاں ایک دھماکے سے اڑ گئی تھیں۔ اس روز تم وہاں موجود نہیں تھے؟"

"ہاں سی۔" میں پہلی بار چونکا پھر تجسس بھرے انداز میں

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

پوچھا۔ "لیکن آپ کا اس دھماکے سے کیا تعلق تھا؟"

"دھماکے یا کسی کے جسم کی دھجیوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ میرا نام کسی عنوان سے اخبارات میں شائع ہو۔"

"کیا اس روز آپ بھی جمیل پارک میں۔۔۔"

"ہاں، میں اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گی۔"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"تم مجھے ماہ رخ کی قطار میں کھڑا کرنے کی حماقت سے باز آجاؤ ورنہ۔۔۔"

"میرا خیال ہے کہ اب آپ ایک حسین اور خوبصورت خاتون ہونے کی حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہیں۔" میرے لہجے میں بھی تلخی آ گئی۔ "میں اپنی نجی مصروفیات کے سلسلے میں کسی قسم کی۔۔۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں۔" وہ حیرت انگیز طور پر سنجیدہ ہو گئی پھر کچھ توقف سے بولی۔ "مجھے معلوم ہے کہ سلمان قیصر کسی ایک کا غلام بن کر نہیں رہ سکتا۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ تمہاری ماہ رخ کی حسین سیکرٹری ملیحہ بھی اس کا شکار ہو چکی ہے لیکن میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔" وہ بے باک ہونے لگی۔ "جو چیز مجھے ایک بار پسند آجائے میں اسے ہر قیمت پر حاصل کر لینے کی عادی ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ اسے حاصل کر لینے کے بعد میں نے بلندی پر لے جا کر اس طرح نیچے پھینک دوں کہ وہ شیشے کے برتن کی طرح ٹوٹ کر ہمیشہ کے لیے چکنا چور ہو جائے۔"

"کیا یہ سلمان قیصر جیسے خوبصورت شاعر کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا۔" میں نے دبی زبان میں سرگوشی کی۔

"یہ سوچنا میرا کام ہے۔" وہ ہاتھ ملتے ہوئے بولی۔ "تم نے جو کچھ جمیل پارک میں دیکھا یا سنا ہے اسے بھول جاؤ، میں صرف یہی کہنے آئی ہوں اور میں تمہیں اس کی قیمت بھی دے سکتی ہوں۔"

"کچھ چیزیں بڑی انمول ہوتی ہیں۔" میں نے جان بوجھ کر اس کی نیلی آنکھوں کی گہرائیوں میں غوطہ لگاتے ہوئے مدھم لہجے میں کہا۔ "میں نے اس روز جمیل پارک میں اس چاکلیٹ کلر میں ملبوس سفاری سوٹ والے کو سلمان قیصر کی طرف بڑھتے دیکھا تھا۔ اس کے ارادے نیک نہیں تھے پھر آپ اچانک درمیان میں آ گئی تھیں۔ اس کے بعد سفاری سوٹ والا کسی نامعلوم خطرے کی بو سونگھ کر بے تحاشا بھاگا تھا لیکن ایک ہولناک دھماکے کے ساتھ ہی۔۔۔"

"یقین کرو۔ میرا اس دھماکے سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن اگر یہ بات اخبارات میں آ گئی تو۔۔۔"

"آپ بدنام ہو جائیں گی۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

نغمہ نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ثانئے تک خاموش بیٹھی نچلا ہونٹ چباتی رہی پھر میری طرف دیکھ کر مدھم آواز میں بولی۔ "کیا میں امید رکھوں کہ آپ میری درخواست قبول کر لیں گے۔"

"مجبوری ہے ورنہ آپ کا باڈی گارڈ غیر مسلح ہونے کے باوجود چار پانچ افراد پر بھاری پڑ سکتا ہے۔"

"میں اس وقت غصے میں تھی۔" اس نے جلدی سے وضاحت کی پھر مسکرا کر بولی۔ "کبھی گھر پر تشریف لائیے اطمینان سے باتیں ہوں گی۔" اس نے اپنا کارڈ نکال کر میرے سامنے میز پر رکھ دیا۔

"ماہ رخ اور کرائم رپورٹر والی باتیں آپ کو کس ذریعے سے معلوم ہوئی تھیں۔" میں نے پہلی بار معنی خیز لہجے میں پوچھا۔

"گویا آپ مانتے ہیں کہ میری انفارمیشن غلط نہیں ہے۔" وہ دوستانہ لہجے میں بولی۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔"

"آپ بھی تشریف لائیں گھر پر۔" وہ ایک ادا سے مسکرا کر اٹھتے ہوئے بولی۔ "آپ کو تمام سوالات کے جوابات پوری وضاحت سے مل جائیں گے۔"

"کہیں یہ میرے لیے کوئی ماؤس ٹریپ تو نہیں ثابت ہوگا۔" میں بھی کرسی سے اٹھ گیا۔ شاید اس کے حسن کی حشر سامانیوں نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"ٹریپ کا لطف تو ٹریپ ہو جانے کے بعد ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔" اس کا لہجہ معنی خیز تھا پھر وہ اپنا پرس لہراتی میرے دل پر بجلی گراتی آفس سے باہر چلی گئی۔

میں کھلے دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔ میرے اندر کا سویا ہوا شیطان پھر آہستہ آہستہ سر ابھار رہا تھا لیکن شاید اس میں میرے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔

* —— * —— *

ہر چند کہ نغمہ نے ماہ رخ اور کرائم رپورٹر والے سلسلے میں میری بات کا جواب نہیں دیا تھا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ اس میں صرف کالکا کی خباثتوں کے سوا کسی اور کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔ میں کچھ دیر خاموش کھڑا اس دروازے کی جانب دیکھتا رہا جس سے نغمہ کسی معطر ہوا کے جھونکے کی مانند گزر کر گئی تھی پھر میں اس طرح چونکا جیسے کسی سحر سے آزاد ہو گیا ہوں۔ میں دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھا تو ایک مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میرے بچے تم نے مجھے یاد کیا تھا؟"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ لیڈی مکلارنس میرے سامنے ہمیشہ کی طرح اپنے اسی لباس میں موجود تھی جس میں میں نے اسے روز اول دیکھا تھا۔ مجھے یاد آ گیا۔ نغمہ کے آنے سے پہلے میں نے اسے ذہنی طور پر آواز دی تھی۔

"میں الجھ گیا ہوں لیڈی مکلارنس۔" میں نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مجھے تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"رہنمائی۔" وہ بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "رہنمائی کے لیے تمہاری اپنی مقدس کتاب موجود ہے۔ روز اول سے روز آخر تک ہر سوال اور اس کا جواب تمہاری کتاب میں موجود ہے، اسے سمجھنے، پڑھنے اور سمجھنے کی عادت اختیار کرو۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"ہاں، میں سفید فام ہونے کے باوجود تمہاری اس کتاب پر ایمان رکھتی ہوں۔"

"اور اس کے ساتھ ساتھ بلیک میجک اور پیش گوئیاں بھی کرتی ہو۔" میں نے ہلکا سا طنز کیا۔

"میری بات چھوڑو۔ تم ابھی کہہ رہے تھے کہ بہت الجھ گئے ہو۔" لیڈی مکلارنس نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہاری الجھن کیا ہے؟"

"حسنہ کون ہے۔" میں نے دریافت کیا۔ "تم نے کہا تھا کہ وہ میرے کام آ سکتی ہے۔"

"ہاں، میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ کیا وہ تمہیں اپنی بیش قیمت معلومات سے آگاہ نہیں کر رہی ہے۔"

"لیکن۔۔۔"

"کچھ باتوں کا جواب قبل از وقت دینا ہمارے بس کی بات نہیں ہوتی۔" اس نے میری بات سنے بغیر کہا۔ "ہر سپر پاور پر بھی کوئی نہ کوئی پابندی ضروری ہوتی ہے۔"

"وہ بھوشن کی موت کی خواہاں کیوں ہے۔"

"کیوں۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔ "کیا تم بھوشن کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو۔"

"نغمہ کو میرے بارے میں کس نے اطلاعات فراہم کی ہیں؟" میں نے دوسرا رخ اختیار کیا۔

"تمہاری کالکا رانی نے۔" اس بار لیڈی مکلارنس کرسی پر پہلو بدل کر بولی۔ "حالات کی توڑ پھوڑ نے اب اسے بھی کینچلی بدلنے پر مجبور کر دیا ہے۔ وہ تمہارے خلاف بہت سارے محاذ کھولنا چاہتی ہے۔ شاید اس لیے کہ اب اس کی کالی اور ناپاک قوتیں بھی تمہارے حق میں غیر موثر ثابت ہو رہی ہیں۔"

"عثمان غنی کی وجہ سے؟" میں نے اسے کریدنے کی خاطر تیزی سے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے کبیرداس سے مل کر اچھا نہیں کیا۔" وہ میرے سوال کو نظرانداز کر کے بولی۔ "وہ تمہارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"حیرت ہے۔" میں نے استہزائیہ انداز اختیار کیا۔ "جب مجھے تمہاری اور عثمان غنی کی حمایت حاصل ہے تو پھر کبیرداس یا جگت نارائن میرا کیا بگاڑ سکتا ہے۔"

"فی الحال میں اس کا جواب بھی نہیں دوں گی البتہ اس بات کی پیش گوئی کر سکتی ہوں کہ تمہارے اوپر ایک برا وقت بھی آنے والا ہے جو تمہارے لیے ایک آزمائش ہوگا۔"

"بھوشن۔۔۔ یا۔۔۔ جگت نارائن۔" میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "تمہارا اشارہ کس کی طرف ہے؟"

"اجلی سفید پوشاک پر سیاہ چکنائی کا دھبہ لگ جائے تو مشکل سے جاتا ہے۔"

"کیا میں یہ سمجھوں کہ اب تم بھی کالکا کے خلاف زبان کھولنے سے گھبرا رہی ہو؟"

"کالکا۔" لیڈی مکلارنس کے چہرے پر زلزلے کی کیفیت طاری ہونے لگی۔ "میرے سامنے وہ ایک کھلونے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ اس کی موت میرے گلشن والی لائبریری میں شیشے کے ایک باکس میں بند ہے۔ اس کی روح میری ایک معمولی سی غلطی سے میرے قبضے میں آتے آتے نکل گئی لیکن وہ زیادہ دنوں تک مجھ سے نہیں بچ سکے گی۔ میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ ایک بار پھر میں تمہیں اپنی لائبریری کی سیر کراؤں گی۔ اس روز تم کھل کر اپنی کالکا رانی سے بات کر لینا لیکن آخری بات۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ میں مرنے سے پہلے اپنی لائبریری کو تباہ کر دوں اگر وہ تباہ ہوئی تو وہ تمام ارواح بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گی۔"

"میرے اوپر آنے والے برے وقت کے بارے میں۔۔۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں تمہیں صرف آگاہ کر سکتی ہوں۔ کوئی تفصیل نہیں بتا سکتی اور مشورہ بھی نہیں دے سکتی۔"

"گویا تم بھی سپر پاورز کی لپیٹ میں آ گئی ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔"

"بھوشن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"تمہیں حسنہ کی خواہش کا احترام کرنا ہوگا۔" لیڈی مکلارنس نے دبی زبان میں کہا پھر وہ اچانک کچھ سراسیمہ نظر آنے لگی۔ اس کی نگاہیں اس طرح ماحول کا جائزہ لے رہی تھیں جیسے وہ کسی آنے والے خطرے کی بو سونگھ رہی ہو پھر اس سے پیشتر کہ میں کچھ پوچھتا وہ یکلخت میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

لیڈی مکلارنس کا اس طرح واپس لوٹ جانا کوئی نیک شگون نہیں تھا پھر اس سے پیشتر کہ میں اس کی گول مول باتوں سے کوئی نتیجہ اخذ کر سکتا باہر سے افراتفری کی آوازیں سنائی دیں، کوئی میرے آفس کے باہر کراہتا ہوا گرا تھا۔ شاید آنے والوں نے میرے گارڈز کو قابو کر لیا تھا یا پھر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ خطرے کے احساس کے ساتھ ہی میں نے برق رفتاری سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اچانک تین سات نقاب

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

پوش رائفل تانے دندناتے ہوئے اندر گھس آئے تھے۔ میں نے فوری طور پر کوئی جوابی کارروائی کا ارادہ ترک کر دیا۔

"تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔" ایک نقاب پوش نے آگے آتے ہوئے سرد اور سفاک لہجے میں حکم دیا۔ "کسی قسم کی حماقت کی کوشش تمہیں جہنم رسید کر سکتی ہے۔"

"کس کے آدمی ہو؟"

"حکومت کے۔" وہ غرایا۔ "ہم یہاں تمہارے سوالات کے جواب دینے نہیں آئے ہیں۔"

"حکومت! ان کو شاید میرا لہجہ اس سے ملنا پسند نہیں آیا۔ میں نے خود کو بے پرواہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔

"ہم کو ان باتوں سے کوئی غرض نہیں۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ تم کس کی بات کر رہے ہو۔"

"لیکن کسی نہ کسی نے تمہیں۔"

"وقت مت ضائع کرو۔" اس نے سرد لہجے میں کہا پھر اس کے اشارے پر دو آدمیوں نے آگے بڑھ کر مجھے پوری قوت سے پکڑ کر دروازے کی طرف دھکا دیا تو میں بپھر اٹھا۔ وہ فولادی قوت کے مالک تھے میری کھوپڑی چٹخنے لگی لیکن میں نے احتیاط سے کام لیا۔ میں پوری طرح ان کے نرغے میں تھا اور ان کے ارادے نیک نہیں تھے۔ میرے پاس ان کے حکم کی تعمیل میں قدم اٹھانے کے سوا کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔

وہ مجھے خودکار رائفلوں سے دھکیلتے ہوئے باہر لے آئے۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ میرے دونوں گارڈز باہر فرش پر اوندھے پڑے تھے۔ جس کمرے میں میرا لالا جیتا تھا اور دوسرے شعبے کام کرتے تھے اس کے باہر بھی دو نقاب پوش پوری طرح چوکس نظر آرہے تھے گویا انہوں نے پورے فلور کو کنٹرول میں لے رکھا تھا۔ میں ان کے اشارے پر عمل کرتا ہوا لفٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ ایک نقاب پوش نے آگے بڑھ کر لفٹ کو کال کرنے کا بٹن دبا دیا۔ وہ تمام کے تمام ہر خطرے سے بے نیاز نظر آرہے تھے۔

"مجھے تم لوگ کہاں لے جاؤ گے؟"

"پرستان۔" ایک نقاب پوش نے کرخت لہجے میں جواب دیا۔ "وہاں خوبصورت پریاں تمہاری تن مالش کریں گی۔"

"تم شاید حالات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"ہمیں حالات کی نہیں صرف اپنے فائدے کی فکر رہتی ہے اور اپنے فائدے کے لیے ہم ناجائز اور جائز کے چکر میں نہیں پڑتے۔"

"خودکار اسلحے کے بل بوتے پر بدمعاشی کرنا میرے نزدیک سورمائی نہیں کہلاتی۔"

"تقریر مت کرو۔" وہ قہر آلود لہجے میں بولا۔ "ہمارے ساتھ چلو۔ ہم تمہیں بغیر اسلحہ کے بھی فری اسٹائل کرنے کی دعوت ضرور دیں گے۔ ون ٹو ون کے اصول پر۔ اس کے بعد تمہیں شاید ہماری جسمانی طاقت کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔"

لفٹ کے پاس کھڑا ہوا نقاب پوش بھی میری طرف متوجہ تھا اس لیے وہ بھی لفٹ کا دروازہ کھلتے نہیں دیکھ سکا لیکن میں نے لفٹ کھلتے ہی خطرے کی بو محسوس کر لی تھی۔ لفٹ کے اندر سے برسٹ مارا گیا اور تین نقاب پوش پہلے ہی ہلے میں ڈھیر ہو گئے۔ میں نے تیزی سے خود کو زمین پر گرا لیا۔ مجھے گھیرنے والے افراد کو شاید اس اچانک افتاد کی توقع نہیں تھی۔ اس سے پیشتر کہ وہ سنبھل پاتے دوسرا برسٹ مارا گیا۔ دو آدمی اور زمین بوس ہو گئے۔ باقی نے بڑی پھرتی سے پوزیشن سنبھال لی۔ میں بھی فرش پر قلابازیاں کھاتا ہوا ایک پائے کی آڑ میں ـ جو کہ لفٹ سے نکلنے والے تین افراد نے بھی برق رفتار انداز میں پوزیشن سنبھال لی تھیں۔ ان میں سے ایک ماسٹر کی تھا جسے میں نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا۔

دونوں جانب سے اندھا دھند فائرنگ ہو رہی تھی میں فرش پر کرالنگ کرتا ہوا ایک اور محفوظ مقام تک پہنچ گیا۔ اب میرا آٹومیٹک ریوالور میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے فرش سے اٹھنے کی کوشش نہیں کی ورنہ دوسری شکل میں تڑتڑانے والی گولیوں میں سے کوئی ایک میرے وجود کو بھی چاٹ جانے سے گریز نہ کرتی۔ مجھے اپنے دشمنوں کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں تھا لیکن میرے محتاط اندازے کے مطابق اب ان کی تعداد گھٹ کر چار پانچ تک رہ گئی تھی۔ اچانک میری نگاہوں کے سامنے ایک شعلہ سا لپکا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا پھر دو نقاب پوش اور فضا میں اڑتے ہوئے خاک نشین ہو گئے۔

"ہتھیار پھینک دو۔" ماسٹر کی کی آواز کچھ فاصلے سے ابھری۔ اس نے غالباً اسٹور روم کے آس پاس کہیں پوزیشن سنبھال رکھی تھی۔ "مقابلے کی صورت میں تمہارے باقی ساتھی بھی کام آجائیں گے۔ باقی ٹیموں پر انحصار نہ کرنا انہیں ہم نیچے تمہاری گاڑی میں آرام کی نیند سلا آئے ہیں۔"

جواب میں گولیوں کی تڑتڑاہٹ دوبارہ گونج اٹھی مجھے ساتھ لے جانے والوں نے شاید آخری نفری تک مقابلے کی ٹھان رکھی تھی۔ انہیں موت اور زندگی کی کوئی پروا نہیں تھی۔ اچانک میری نظر ایک نقاب پوش پر پڑی جو دبے قدموں میری طرف آرہا تھا۔ میں نے اسے نشانہ بنانے کی کوشش کی لیکن شاید دیر ہو چکی تھی۔ اس کی ٹھوکر ہوا میں لہرائی تھی۔ میرا پستول ہاتھ سے نکل گیا پھر دوسری ٹھوکر بھی اتنی شدید تھی کہ میں کراہ کر رہ گیا۔ اس کے بعد مجھے گریبان پکڑ کر اٹھا لیا گیا۔ وہ بے پناہ قوت اور آہنی ارادوں کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ مجھے اپنی چھاتی سے لگا کر اس نے الٹے ہاتھ کا پھندہ اس طرح میرے

گلے میں ڈال لیا کہ مجھے سینے میں اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا۔ اس کے ہاتھ فولاد سے زیادہ مضبوط محسوس ہو رہے تھے۔

"اپنے ساتھیوں سے کہو کہ ہتھیار پھینک دیں اور ہاتھ بلند کر کے سامنے آجائیں ورنہ تمہاری کھوپڑی اڑا دوں گا۔" اس نے سفاک لہجے میں سرگوشی کی پھر ایک جھٹکا دیا تو میری آنکھیں حلقوں سے ابل کر باہر آتے آتے رہ گئیں۔

"میں شہباز خان بول رہا ہوں۔" میں نے موت کا حلقہ تنگ ہوتے محسوس کیا تو گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔ "تم لوگ اپنے ہتھیار پھینک کر باہر آجاؤ' ہاتھ بلند کر کے' ورنہ میری موت اب یقینی ہو چکی ہے۔"

"شاباش۔ تم عقلمند آدمی معلوم ہوتے ہو۔" آہنی قوت رکھنے والے نے کہا۔

میرے جواب دینے سے پیشتر دو آدمی رائفل پھینک کر سامنے آگئے۔ ان کے چہروں پر بلیک اپ تھا لیکن میں نے انہیں پہچان لیا۔ وہ ندیم کے ٹولے کے آدمی تھے لیکن ان میں ماسٹر کی نہیں تھا۔

"اپنے باقی ساتھیوں سے کہو کہ وہ بھی سامنے آجائیں۔" اس بار مجھے گرفت میں جکڑے رکھنے والے نے بذات خود بلند آواز میں کہا۔ "میں صرف پانچ تک گنوں گا۔ اس کے بعد تم دونوں کے ساتھ ساتھ شہباز خان کو بھی مار کر ختم کر دیا جائے گا۔"

"ہم صرف دو ہی تھے۔" ہاتھ اٹھائے ہوئے آدمیوں میں سے ایک نے بے جگری سے جواب دیا۔ "تم چاہو تو اپنی تسلی کر سکتے ہو پھر ہمیں ٹھکانے ہی لگاؤ۔ اس کے بعد اطمینان سے کونے کھدروں میں جھانک کر ہماری بات کی تصدیق کر لینا۔"

"نیچے تمہارے کتنے ساتھی موجود ہیں؟"

"صرف ایک۔ وہ ڈرائیور ہے۔"

"تم دونوں کس کے آدمی ہو؟"

"یہ ہم دونوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا ہمیں اچانک فون پر احکامات موصول ہوتے ہیں اور ہم حکم سر کرنے کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگانے کی خاطر دوڑ پڑتے ہیں۔"

"اس کا نام کیا ہے؟"

"ہمیں نام سے نہیں صرف حسب منشا دام سے غرض ہوتی ہے بالکل تمہاری ہی طرح۔"

"تم ہمارے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"صرف اتنا کہ تم بھی ہماری طرح کسی نہ کسی ولد الحرام لونڈے سے تعلق رکھتے ہو۔" اس بار بھی بے پروائی سے جواب آیا۔

اچانک دو نقاب پوش نکل کر سامنے آگئے۔ انہوں نے دونوں غیر مسلح آدمیوں کو کور کر لیا تھا پھر ایک کے اشارے پر دوسرے نے ان دونوں کی تلاشی لی لیکن ان کے پاس سے کوئی ہتھیار برآمد نہیں کر سکے۔

"میرا خیال ہے تم اپنے ساتھیوں کے بارے میں غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔" تیسرے نقاب پوش نے جس نے مجھے اپنے آہنی شکنجے میں جکڑ رکھا تھا سفاک لہجے میں کہا۔ "تمہارے ساتھ ایک دبلا پتلا شخص اور بھی تھا۔ میری نگاہیں دھوکا نہیں کھا سکتیں۔"

"وہ ہمارے ساتھ لفٹ میں ضرور سوار تھا لیکن ہم سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔"

"کیا ضمانت ہے کہ تم سچ ہی بول رہے ہو؟"

"اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم جسے اپنا باپ سمجھتے ہو وہ تمہارا اصل باپ نہ ہو۔" غیر مسلح افراد میں سے اس بار دوسرے نے حقارت سے جواب دیا۔ "ہم جس راستے کے مسافر ہیں وہاں گولیوں کے علاوہ کوئی اور زبان نہیں سمجھی جاتی۔"

جواب میں ایک فائر کی آواز گونجی اور بولنے والا کراہتا ہوا زمین پر گرا لیکن پھر دوسرے ہی لمحے اس نے جوڈو کراٹے کے کسی ماہر کی طرح ایک ہاتھ زمین پر ٹیک کر اس تیزی سے فضا میں چکر کھایا تھا کہ اس کی لاتوں کی ضرب دونوں مسلح نقاب پوشوں پر پڑی۔ وہ سنبھل نہ سکے اور اسی لمحے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے دوسرے ساتھی نے ان دونوں کا اسلحہ سمیٹ کر فضا میں ایک سمت چھلانگ لگا دی۔ مجھے قابو میں لینے والے کی رائفل جاگ اٹھی لیکن اس کے تینوں راؤنڈ بیکار گئے۔ رائفل کے استعمال کے وقت اس کے لیے ہاتھ کا حلقہ ذرا ڈھیلا پڑا تو میں نے دونوں کہنیوں کو جوڑ کر اس کے پیٹ پر اتنی کاری ضرب لگائی کہ وہ سنبھل نہ سکا پھر اس سے پیشتر کہ وہ سنبھل پاتا اسٹور کی جانب سے ایک فائر ہوا اور آہنی طاقت کے مالک کے سیدھے ہاتھ کی کہنی جھلس گئی۔ رائفل اس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ دو فائر اور ہوئے اور دونوں نئے نقاب پوش بھی پھرکی کی طرح تڑپ کر گھومے پھر زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ میں نے برق رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے زخمی نقاب پوش کی رائفل پر قبضہ کر لیا۔ میں چاہتا تو اسے بھون سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔

"اب بتاؤ۔" میں نے اسے للکارا۔ "تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

"کام کی نوعیت نہیں پوچھو گے؟" وہ کہنی سے بہتے ہوئے خون کو بے پروائی سے جھٹک کر بولا۔ "ہمارے ذمے بس ایک کام تھا اور بس۔ تمہیں اغوا کر کے ایک ایسے چور سے ان تک پہنچانا جہاں تمہاری موت تمہارے تصور سے بھی زیادہ

aazzamm@yahoo.com

خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔"

"لیکن بازی اب پلٹ چکی ہے۔ اب تمہاری زندگی میرے رحم و کرم پر ہے۔"

"ہو سکتا ہے تم جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہے ہو۔" اس نے حقارت سے جواب دیا۔ "کاش! ہمیں تمہیں اغوا کرنے کے بجائے تمہاری موت کا حکم دیا جاتا تو صورت حال اس وقت کچھ اور ہی ہوتی۔"

"نکل چلو۔" مجھے ماسٹر کی اصلی آواز سنائی دی۔ وہ اپنے آدمیوں سے مخاطب تھا۔ "لائن صاف ہو چکی ہے لیکن پولیس کسی لمحے بھی پہنچ سکتی ہے۔"

پھر بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں، ماسٹر نے لفٹ کے بجائے واپس جانے پر شاید عقبی راستے کو ترجیح دی تھی، زخمی نقاب پوش کو وہ غالباً میری صوابدید پر چھوڑ گیا تھا۔

"میرا خیال ہے اب کھل ہی جاؤ ورنہ پولیس کا ڈرائنگ روم ٹریٹمنٹ تمہاری زبان کھولنے پر مجبور کر دے گا۔"

"مجبوری ہے۔" وہ عجیب انداز میں بولا۔ "تم شاید مجھے ہنسانے کی کوشش کر رہے ہو۔ ہمارے بارے میں تمہیں شاید علم نہیں ہے۔ ہم پولیس کی تحویل میں جانا پسند نہیں کرتے۔ استاد کا بھی یہی حکم ہے۔"

"چلو استاد ہی کا نام بتا دو۔"

"تم گولی چلاؤ گے یا میں کوئی حرکت کروں۔"

اچانک نیچے سے پولیس کار کے سائرن کی آواز سنائی دی پھر میگا فون پر سراج کی آواز ابھری۔

"تم پوری طرح گھیرے جا چکے ہو۔ زندگی چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک کر خود کو قانون کے حوالے کر دو۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ ہم دس تک گنیں گے اس کے بعد تمہارے خلاف کارروائی شروع کر دی جائے گی۔ ایک۔"

"سنا تم نے۔" زخمی نقاب پوش جو رائفل کی زد اور میرے رحم و کرم پر تھا حقارت سے مسکرایا۔ "سائنس کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے لیکن ہماری پولیس ابھی تک گھسے پٹے ٹیپ کی طرح بجتی ہے۔"

"تم اسے ہمارے وسائل کی کمی بھی کہہ سکتے ہو۔"

"دو۔ تین۔ چار۔" نیچے سے گنتی شمار کی جا رہی تھی۔

"وسائل کی نہیں بلکہ خود غرضی اور کمینگی کی ہے۔" وہ غرایا۔ "قومی خزانے پر جب شب خون اور ڈاکے مارے جائیں گے تو ہمارے وسائل کبھی بھی پورے نہیں ہو سکتے۔"

"تم دہشت گرد اور قاتل ہونے کے باوجود پڑھے لکھے آدمیوں جیسی بات کر رہے ہو۔"

"پانچ۔ چھ۔ سات۔" سراج تھوڑے تھوڑے وقفے سے اپنی رٹی ہوئی وارننگ کے لیے گن رہا تھا۔

"اب بھی وقت ہے، اپنی زبان کھول دو ورنہ۔"

جواب میں اس نے اپنے جبڑوں پر زور دے کر اسے بھینچا پھر زبان کھول دی لیکن کوئی لفظ اس کی زبان سے ادا نہیں ہوا۔ نیلے رنگ کا جھاگ اس کے منہ سے جاری ہوا۔ اس کی خونخوار آنکھیں اپنے حلقے میں ساکت ہو گئیں پھر وہ کسی تناور درخت کی طرح زمین بوس ہو گیا۔ اس نے پولیس تحویل میں جانے کے بجائے کسی ایسے سریع الاثر زہر کے کیپسول کو چبا لیا تھا جو غالباً اس نے جبڑوں میں رکھا تھا۔

"اُف نو۔"

میں نے کسی خیال کے تحت تیزی سے مرنے والے کی تلاشی لی، میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ اس کے لباس کی اندرونی جیب سے وہی سکہ برآمد ہوا جس کے ایک جانب چیتے کا کھلا ہوا دہانہ نظر آ رہا تھا اور دوسری جانب J.N کے حروف کندہ تھے۔ میں نے اس سکے کو بھی جیب میں رکھا پھر کھڑکی کے آڑ میں ہو کر زور سے بولا۔ "مسٹر سراج۔ کھیل ختم ہو چکا ہے۔ آپ بلا دھڑک اوپر آ سکتے ہیں۔"

ایک ڈیڑھ گھنٹے کی ضروری کارروائی کے بعد مرنے والے نقاب پوشوں کی لاشیں پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کر دی گئیں۔ نقاب کے پیچھے ایسے ہی چہرے نظر آئے تھے جو پولیس کو متعدد جرائم میں مطلوب تھے۔ J.N کے مخصوص ٹریڈ مارک والے وہ سکے اور برآمد ہوئے تھے جنہیں سراج نے اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ پولیس کے کارندوں نے پوری نو عدد لاشوں کو میرے دفتر اور فلور کے دوسرے حصوں سے برآمد کیا تھا۔ نیچے اس لینڈ روور پر بھی قبضہ کر لیا گیا جس میں دو افراد بے ہوشی کی حالت میں ملے تھے۔ ضروری کاغذات کی تکمیل کے بعد سراج نے اپنے آدمیوں کو ہدایت دے کر روانہ کر دیا پھر میرے آفس میں آ گیا۔ "یہ نقاب پوش یہاں کس ارادے سے آئے تھے؟"

"وہ مجھے اغوا کر کے کہیں لے جانا چاہتے تھے۔" میں نے پرسکون آواز میں جواب دیا۔

"کیا آپ کے آدمیوں نے ان نقاب پوشوں کو ٹھکانے لگایا تھا؟" سراج نے خالص پولیس افسروں جیسے انداز میں سوال کیا۔

"جی نہیں۔" میں نے سراج کا مطلب سمجھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "میرے دفتر میں سوائے گارڈز اور میرے علاوہ کوئی مسلح شخص نہیں ہوتا۔ گارڈز کو وہ پہلے ہی بے ہوش کر چکے تھے۔ اس کے بعد باہر سے گولیاں چلنے کی آوازیں ابھری شروع ہو گئی تھیں۔ شاید ان کے درمیان آپس میں کوئی ان بن ہو گئی تھی یا پھر کوئی دوسری پارٹی۔"

"دوسری پارٹی سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

صحرا کا چاند

اس کا معصوم حُسن صحرائی راتوں میں چمکنے والے چاند کو شرماتا تھا۔

دُوسری جنگ عظیم ایک پاکستانی نوجوان کو صحرا کے اس درخشاں چاندنی میں لے آئی تھی----

----دونوں نے ایک دُوسرے کو دیکھا اور ایک دُوسرے کی رُوح میں محبّت کی مہک بن کر سما گئے۔ لیکن زندگی صرف محبّت کی خُوشبو ہی نہیں۔

زہریلے کانٹوں کا جنگل بھی ہے۔ اِنسانی محبّت اور نفرت کے صحرا میں طلوع ہونے والے چاند کی سچی داستان جسے اے حمید کے رومان پرور قلم نے لکھا۔

ناشر: مکتبہ القریش اُردو بازار۔ لاہور 2 — قیمت -/80 روپے

صاحب طرز ادیب قمر اجنالوی کا نام تاریخ

اٹھارہ سو

★ جب کمپنی سرکار والی

★ جب انگریز حکمران ا

★ ایک خانہ بدوش جو و

★ ایک شہزادی جو خانہ

آزادی کی عجیب و غریب لرزہ خیز د

ناشر: مکتبہ القریش اُر

Scanned By Ali and Azam

Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"میں نے ایک امکانی پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔" میں نے محتاط انداز میں جواب دیا پھر تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "صرف آخری آدمی میرے قبضے میں تھا لیکن اس نے خودکشی کرلی۔"

"کیا جگت نارائن نے آپ کو فون پر کسی قسم کی کوئی دھمکی دی تھی۔"

"جی ہاں۔" میں نے فوری طور پر کچھ سوچ کر کہا۔ "لیکن میرا خیال تھا کہ وہ میرے جواب سے۔"

"اس نے فون پر آپ سے کیا کہا تھا؟" سراج نے تیزی سے سوال کیا۔

"یہی کہ میں آپ کو بھوشن کے سلسلے میں زیادہ ہاتھ پاؤں مارنے سے روک سکوں۔"

"فون کب آیا تھا؟" سراج نے میرے چہرے پر نظر جمائے ہوئے دریافت کیا۔

"کوئی دو گھنٹے پہلے کی بات ہے۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "میں نے اس فون کو محض کسی دیوانے کی بڑ سمجھ کر نظر انداز کردیا تھا۔"

"لیکن ایسا نہیں ہوا۔"

"جی ہاں۔" میں شانے اچکا کر بولا۔ "اب صورت حال آپ کے سامنے ہے۔"

"کاش آپ نے مجھے بروقت اس اطلاع سے آگاہ کردیا ہوتا۔" سراج نے کسمساتے ہوئے کہا پھر بات ختم کرکے بولا۔ "کیا آپ نے دوسری پارٹی کے کسی فرد کو بھی دیکھا تھا۔"

"میں نے محض قیاس آرائی کی تھی۔ ظاہر ہے کہ فرشتوں نے ان نوخطاب پوشوں کو نہیں مارا ہوگا جن کی لاشیں پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کی گئی ہیں۔"

"جانتے ہیں مجھے اس واردات کی اطلاع کس نے دی تھی۔"

"کس نے؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اسی شخص نے جو اس سے پہلے ہونے والی تین وارداتوں کی اطلاع دے چکا ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ وہ بھی N.J.ی کا کوئی نمائندہ ہو جو پولیس کو باری باری مایوسی سے دوچار کرکے بھوشن کے سلسلے میں پردہ ڈالنے کی کوشش کررہا ہو۔"

"اور یہ لاشیں۔ کیا یہ بطور ایندھن استعمال کی جارہی ہیں۔" سراج نے قدرے جھلا کر کہا۔ "اب تک جتنے مردہ آدمی پولیس کے ہاتھ لگے ہیں ان کا تعلق جرائم پیشہ افراد کی اس فہرست سے ہے جو ہمارے پاس پہلے سے موجود ہے۔ ان کے خلاف بے شمار سنگین جرائم کے مقدمات بھی درج ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سراج کی بے بسی قابل دید تھی۔ وہ زیادہ دیر نہیں رکا۔ کاغذی خانہ پری کی خاطر اس نے میرا بیان قلم بند کیا پھر خاموشی سے واپس چلا گیا۔ سراج کے جاتے ہی مجھے ندیم کی کال موصول ہوئی۔

"تم کبیر داس کی کوٹھی پر کس مقصد کے تحت گئے تھے۔" اس نے کسی تمہید کے بغیر سوال کیا۔

"وہ قوم کی فلاح اور بہبود کے لیے کام کررہا ہے۔ بے شمار رفاہی ادارے اس کی سرپرستی میں چل رہے ہیں اور۔"

"میں نے تمہارے وہاں جانے کا مقصد دریافت کیا تھا؟"

"صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کہیں اس خدمت خلق کی آڑ میں۔"

"تمہیں اس کا شبہ کس طرح ہوا؟" ندیم نے پھر میرا جملہ کاٹا۔

"کیا کوئی اہم بات ہے؟"

"ہاں۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہارے اوپر جو حملہ ہوا ہے وہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ماسٹر کی واقعی حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے۔" میں نے کہا۔ "اس نے جس ڈرامائی انداز میں بساط کا رخ پلٹا تھا وہ۔"

"میرا خیال ہے کہ اب تمہاری بھی سرگرمیاں بہت بڑھتی جارہی ہیں۔"

"ہاں۔ شاید اسی کی موت نے میرا ذہنی توازن بگاڑ دیا ہے۔" میں نے سرد آواز میں کہا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ میں ندیم کی مدد کے بغیر ہی درپیش مسائل کا حل تلاش کرنا چاہتا تھا جس میں بھوشن کی موت سرفہرست تھی۔

* —— * —— *

رات کے کھانے کے بعد ندیم باہر لان پر میرے ساتھ بیٹھا گفتگو کررہا تھا کہ ملازم نے سراج کے فون کی اطلاع دی۔ ندیم نے کارڈلیس آن کرکے کان سے لگایا پھر رسمی سلام دعا کے بعد کارڈلیس میرے حوالے کردیا۔

"میں آپ کو اسی وقت ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔"

"آپ کی اس نوازش کو کیا سمجھوں؟" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں آپ کا محض دوست ہوں کوئی مخبر نہیں کہ آپ ہر کیس کی اطلاع مجھے دیں۔"

"سلمان قیصر کو قتل کردیا گیا ہے۔" سراج نے میری بات کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ اس خبر سے بھی آپ کا کوئی گہرا تعلق ہو۔"

"میں کسی سلمان قیصر کو نہیں جانتا۔"

"جمیل پارک میں ہونے والے حادثے میں اسی کی شخصیت سب سے اہم تھی۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "نغمہ نعمان نے اس خبر کو اخبار میں نہیں دیا تھا لیکن اسی نے سفاری سوٹ والے کو سلمان قیصر کے قریب جانے سے روکا تھا پھر جو کچھ ہوا وہ آپ کے علاوہ سیکڑوں افراد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔"

"ٹی وی۔" میں مجبوراً سنجیدہ ہوگیا۔ "آپ شاید اس شاعر کی بات کررہے ہیں جو ادھر کچھ دنوں سے خاصی شہرت حاصل کررہا تھا؟"

"آپ کے دفتر پر جن لوگوں نے آپ کو اغوا کرنے کی کوشش کی تھی ان کا تعلق بھی جگت نارائن سے تھا۔"

"بھی سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"سلمان قیصر کو گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا ہے۔" سراج بولا۔ "اس کی لاش کے قریب سے بھی ویسا ہی سکہ ملا ہے جو جگت نارائن کی نشانی ہے۔"

میں نے ایک لمحے کو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ نغمہ اسی سلمان قیصر کی وجہ سے مجھ سے ملی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ کالکا نے اسے میرے خلاف بھڑکایا ہوگا کرائم رپورٹر والی حیثیت کا انکشاف بھی کالکا کی شرارت تھی پھر نغمہ کے جانے کے بعد جگت نارائن نے مجھے اغوا کرانے کی کوشش کی تھی جسے ندیم کے سادہ لباس والے نوٹے نے ناکام بنایا تھا اور اب سلمان قیصر کو راستے سے ہٹا دیا گیا۔ بظاہر اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی تھی کہ جگت نارائن کسی وجہ سے نغمہ اور میرے درمیان نفرت اور انتقام کے بیج بونا چاہتا ہو۔

"آپ کیا سوچنے لگے مسٹر شہباز؟" سراج کی آواز دوبارہ ریسیور پر ابھری۔

"نغمہ نے اس خبر کو اخبار میں آنے سے روکنے کے سلسلے میں اخبارات کو بھاری قیمت ادا کی تھی۔" میں نے کچھ سوچ کر سراج سے نغمہ کے اپنے دفتر آنے والی بات کو قدرے توڑ موڑ کر بیان کرتے ہوئے کہا۔ "وہ میرے پاس بھی اسی مقصد کے تحت آئی تھی کہ میں اپنی زبان بند رکھوں۔"

"آپ ہی کے پاس کیوں؟" سراج نے ایک پولیس افسر کے نقطہ نگاہ کو سامنے رکھ کر سوال کیا۔ "جمیل پارک میں جس وقت وہ حادثہ پیش آیا وہاں شہر کی کچھ اور اہم اور جانی پہچانی شخصیات بھی ضرور موجود ہوں گی۔"

"آپ کا شبہ درست ہے۔" میں نے جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ اس بار نادیدہ قوتوں نے دشمنوں کے ہتھکنڈوں کو استعمال کرکے پوری طرح مجھے گھیرنے کی کوشش کی ہو۔ نغمہ کے جانے کے بعد سلمان قیصر کا قتل اسے بھی میرے خلاف مشکوک کرنے کا کام کرسکتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے آپ کا اندازہ درست ہو لیکن آپ پر دفتر میں جو حملہ کیا گیا تھا اس میں ایک نہیں دو پارٹیاں ملوث تھیں۔" سراج نے جواب دیا۔ "اگر وہ ایک ہی گروپ کے آدمی تھے اور نادیدہ قوتیں آپ کے خلاف برسرپیکار ہیں تو پھر ایک ہی گروپ میں پیدا ہونے والی نااتفاقی کے امکان کو خارج کرنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں یہ سوال اور اہم ہوجاتا ہے کہ وہ دوسری پارٹی کون تھی؟ جس نے آپ کے اغوا کی کوشش کو ناکام بنانے کی کوشش کی تھی۔"

"میں اس سلسلے میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "ویسے ہوسکتا ہے کہ کیس کو الجھانے کے لیے خود نادیدہ طاقت یا پھر جگت نارائن نے یہ چال چلی ہو تاکہ میری شخصیت اور زیادہ مشکوک ہوجائے۔"

"میں کوشش کروں گا کہ اغوا والے حادثے میں آپ کی پوزیشن صاف کرسکوں لیکن ایک بات پھر مجھے الجھا رہی ہے۔ پلیز، میری بات کو غلط رنگ دینے کی کوشش نہ کیجئے گا یہ بات اپنی جگہ اہمیت کی حامل ضرور ہے۔ ہر معاملے میں کسی نہ کسی زاویے سے آپ ہی کا نام درمیان میں کیوں آتا ہے کیا اتنے سارے اتفاق ایک ہی فرد واحد کے ساتھ رونما ہوسکتے ہیں۔ پلیز ون منٹ، لائن بند مت کیجئے گا۔" سراج نے مجھے ہولڈ کرنے کو کہا۔ اس کی بات اپنی جگہ غلط نہیں تھی۔ میں اس کی سیٹ پر ہوتا تو یہ خیال قدرتی طور پر میرے ذہن میں بھی ضرور ابھرتا۔

میں بڑی سنجیدگی سے سلمان قیصر کی موت کے بارے میں سوچنے لگا۔ متعدد امکانی پہلو میرے ذہن میں گونج رہے تھے کیا سلمان قیصر کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی نغمہ میں دلچسپی لے رہے تھے۔ جنھوں نے سلمان قیصر کو محض رقابت کی بنا پر قتل کرا دیا لیکن جگت نارائن ہی کے درمیان میں آنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس قتل کے لیے اور بھی بے شمار اجرتی قاتلوں کی خدمات حاصل کی جاسکتی تھیں۔ پھر قتل ہی کیا ضروری تھا اگر بات رقابت اور نغمہ کے حصول کی تھی تو پھر سلمان قیصر کو اغوا کرانے کے بعد نغمہ کو بہ آسانی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جاسکتا تھا۔ دوسری بات جو سب سے اہم تھی وہ یہ تھی کہ کبیر داس سے میری ملاقات کے بعد سے جگت نارائن کی سرگرمیاں تیز ہوگئی تھیں۔ وہ محض خوف اور دہشت اور مجھے مرعوب کرنے کی خاطر اپنے قیمتی آدمیوں کی زندگی اور موت کی ہولی کھیلنے پر کیوں آمادہ ہوگیا تھا اگر وہ صرف میری موت کا خواہاں تھا تو پھر مجھے اغوا کرانے والی کوشش کسی خانے میں فٹ نہیں آتی تھی۔ جو لوگ میرے گارڈز کی رکاوٹ دور کرکے میرے آفس تک آگئے تھے وہ مجھے شوٹ بھی کرسکتے تھے۔ شاید ایسی صورت میں ماسٹر کی اور اس کے ساتھیوں کو میرا بچاؤ کرنے کے لیے موقع بھی میسر نہ آسکتا۔

"مسٹر شہباز۔" سراج کی گھبرائی ہوئی آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔ "دوسری لائن پر ڈی آئی جی کی کال تھی۔"

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

نامعلوم آدمی نے کچھ دیر پیشتر فون پر اس بات کی دھمکی دی ہے کہ اگر بھوشن کو موت کی سزا دلوانے کی کوشش ترک نہ کی گئی تو ڈی آئی جی صاحب کی موت بھی بہت اذیت ناک ثابت ہو سکتی ہے۔"

"خدا کا شکر ہے کہ کم از کم میرا نام درمیان میں نہیں آیا۔" میں نے ہلکا سا استہزائیہ انداز اختیار کیا پھر فوراً ہی سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ "میرا مشورہ ہے کہ جو گارڈز اس وقت ڈی آئی جی کی حفاظت پر مامور ہیں انھیں فوری طور پر ہٹا کر آپ اپنے اعتماد کے آدمیوں کو یہ اہم ذمے داری سونپ دیں۔"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے۔" سراج نے گفتگو ختم کرنے کی خاطر کہا۔ "مجھے فوری طور پر ڈی آئی جی صاحب سے ملاقات کرنی ہے اس لیے آپ سے کل کسی وقت گفتگو ہوگی۔"

"ایک اہم نکتہ باقی رہ جاتا ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ڈی آئی جی یوں کیس' فائل اور تمام ضروری بیانات آپ کے پاس موجود ہیں' عدالت میں بھوشن کے خلاف مقدمے کی کارروائی بھی آپ ہی کو نپٹانے کا فرض نبھانا ہوگا' ایسی صورت میں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے الجھتے ہوئے جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے کہ جگت نارائن یا کالی قوتیں ایک بار پھر مجھے بھوشن کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنا چاہتی ہوں۔"

دوسری جانب سے سلسلہ منقطع ہو گیا تو میں نے ندیم کو تمام تفصیل سے آگاہ کر دینا ہی مناسب سمجھا' وہ میری بات غور سے سنتا رہا پھر میں نے گفتگو ختم کی تو اس نے مسکرا کر کہا۔

"کیا بات مضحکہ خیز نہیں ہے کہ نغمہ کی خاطر صرف سلمان قیصری کو ختم کرایا گیا جبکہ میری معلومات کے مطابق اس کے چاہنے والوں کی فہرست خاصی طویل ہے۔"

"لیکن ان دنوں شاید وہ صرف سلمان قیصر میں دلچسپی لے رہی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس کا اقرار اس نے مجھ سے بھی کیا تھا۔"

"ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے اس نے سلمان قیصر کو اپنے جال میں پھنسانے کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہو ورنہ اس کے ناپ کو لوک داستانوں والی ہیروئنوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔"

"اوہ' گویا تم بھی نغمہ کے سلسلے میں خاصی معلومات رکھتے ہو۔"

"رکھنی پڑتی ہیں مائی ڈیئر۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "میرا تعلق جس بزنس سے ہے اس میں ماہ رخ' نغمہ اور اسی قماش کی دوسری لڑکیاں بہت اہم رول پلے کرتی ہیں۔"

"[illegible] معلوم ہوں' میرا مطلب ہے کہ وہ ماہ رخ کے سلسلے میں کچھ کھلی یا اب بھی اسی پرانے [illegible] اڑی ہوئی ہے۔"

"اس کا پرانا بیان ہی مجھے مستند نظر آ رہا ہے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔" ندیم نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "اب اس نے اپنے لیے زہر مانگنے کے بجائے ایک عدد ڈارٹ گن GUN DART کی فرمائش کی ہے' جس کے ذریعے چلائی جانے والی زہریلی سوئی انسان کی زندگی کو نہایت پرسکون انداز میں زندگی کی سرحد پار کرا دینے میں خاصی موثر ثابت ہوتی ہے۔"

"پھر۔ تم نے کیا سوچا ہے؟"

"میں نے اس سے کچھ دنوں کی مہلت طلب کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس عرصے میں سلیمان شاہ اور ماہ رخ کے دل میں بھرا ہوا غبار کوئی آخری شکل اختیار کر لے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا اب بلیو خودکشی کرنے کے بجائے۔"

"ہاں۔ وہ کسی طرح سلیمان شاہ کا قصہ پاک کر کے تصاویر اور ان کے نگیٹوز حاصل کرنا چاہتی ہے' جس نے ماہ رخ کو زہریلی شراب فراہم کرنے کے سلسلے میں سلیمان [illegible] کی بات مجبوراً مان لی تھی۔"

"کیا ماہ رخ اسے معاف کر دے گی؟"

"یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا اندازہ ہے کہ اب [illegible] رخ کو اس بات کا اندازہ ہو گیا ہے کہ بلیو نے اس کے خلاف خطرناک قدم اٹھایا تھا وہ کسی مجبوری کی خاطر اٹھایا تھا۔"

"اس موضوع پر ماہ رخ سے تمہاری کوئی بات ہوئی تھی؟" میں نے ندیم کو گھورا۔

"ہاں۔" ندیم نے کہا۔ "ماہ رخ کو میں نے اس حقیقت سے بھی آگاہ کر دیا ہے کہ بلیو میرے پاس پوری طرح محفوظ ہے۔"

"اور وہ یہ خبر پا کر آگ کی طرح نہیں بھڑکی؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"نہیں۔ میں نے اسے بھڑکنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔" ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "البتہ ماہ رخ نے ایک خواہش کا اظہار کیا ہے۔ وہ براہ راست بلیو سے ملنا چاہتی ہے۔"

"کہیں اس ملاقات کے پیچھے کوئی سازش تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ بلیو کو سلیمان شاہ کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کرے۔"

"حالات کے پیش نظر بلیو اس سمجھوتے کو اس وقت تک قبول نہیں کرے گی جب تک اس کی کمزوری سلیمان شاہ کے پاس موجود ہے۔"

"ماہ رخ اس تہمت کو مٹانے کی پوری کوشش کرے گی۔"

ندیم نے جواب دیا۔ "وہ سلیمان شاہ کے ہزاروں راز جانتی ہے اور یہ بھی کہ وہ دوسروں کے خلاف استعمال کرنے والا بلیک میلنگ اسٹف کہاں چھپا کر رکھتا ہے۔"

"یہ تصویر کا ایک رخ ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ ماہ رخ اچانک جذبات میں آ کر کوئی ایسا قدم اٹھا لے کہ۔"

"جگت نارائن کے بارے میں تمہاری معلومات کہاں تک پہنچیں؟" ندیم نے گفتگو کا رخ اچانک بدلا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اپنے پیروں پر کھڑا ہونا بڑی اچھی بات ہے لیکن کسی کو دوست سمجھ کر مشورہ لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"میں اسے کوئی اہمیت نہیں دے رہا ہوں اس لیے کہ وہ محض بھوشن کی وجہ سے۔"

"صرف بھوشن نہیں بلکہ اس میں تمہاری کالکا رانی کا ہاتھ بھی ضرور شامل ہوگا۔"

"کالکا۔" میں نے اس نام کو دہرایا جو میری زندگی کے ساتھ جونک کی طرح چمٹ کر رہ گیا تھا۔ میرے وجود کے اندر کہیں الجھن سی شروع ہو گئی تھی۔

دوسری صبح میں نے دفتر جانے کے بجائے پروفیسر ابرار سے ملنے اس کی لیبارٹری کی طرف روانہ ہو گیا۔ کالکا نے یہی شرط لگائی تھی کہ اگر میں فارمولے کی چوری کے سلسلے میں اس کی مدد کروں تو وہ میرے حق میں کچھ رعایتیں دے سکتی تھی لیکن میں اس وقت فارمولا چوری کرنے کے بہانے سے نہیں بلکہ ایک محب وطن ہونے کے ناتے پروفیسر سے ملنا چاہتا تھا۔ اسے بتانا چاہتا تھا کہ ابھی تک کمزور طاقتیں جو ہمارے میں اپنا جواب نہیں رکھتیں اب بھی اس کے فارمولے کے حصول کا خواب دیکھ رہی تھیں۔ میرا خیال تھا کہ کالکا میری نقل و حرکت سے بے خبر نہ ہوگی۔ نغمہ کو میرے خلاف بھڑکا کر اس نے اپنی جانب سے کھلی جنگ کا آغاز کر دیا تھا۔ اسے اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی تھی جس کے فوراً بعد اس نے جگت نارائن کے آدمیوں کو میرے خلاف برسرِ پیکار ہونے پر اکسایا تھا مگر ماسٹر کی اور اس کے صرف دو ساتھیوں نے بساط کا رخ پلٹ دیا تھا۔ اس شکست سے دوچار ہونے کے بعد سلمان قیصر کو راستے سے ہٹا دیا گیا مگر اس سلسلے میں ابھی نہ میں نے نغمہ سے بات کی تھی نہ اس نے مجھے فون کیا تھا۔ البتہ مجھے پوری توقع تھی کہ سلمان قیصری موت نے نغمہ کو ذہنی کوفت اور اذیت سے ضرور دوچار کیا ہوگا۔ دفتر میں مجھے اغوا کرنے کی کوشش کے بعد سے اب تک رخسانہ نے بھی مجھ سے ملنے کی کوشش نہیں کی تھی وہ شاید بھوشن کے سلسلے میں مجھ سے شاکی تھی۔

پروفیسر کی لیبارٹری تک پہنچنے کی خاطر مجھے متعدد چیک پوسٹ سے ہو کر گزرنا پڑا' پہلے کے مقابلے میں اب لیبارٹری تک کسی بھی نووارد کے آنے جانے کے سلسلے میں پابندیاں پہلے سے زیادہ سخت کر دی گئی تھیں۔ ہر چیک پوسٹ سے لیبارٹری بات کی جاتی اس کے بعد ہی آگے جانے کی اجازت ملتی تھی لیکن میں ایک بات بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ کب کالکا جو سیاہ طاقتوں کی مالک تھی اس نے کچھ اہم لوگوں کے دماغ کو پلٹ کر اپنے ساتھ نہ ملا لیا ہوگا۔ وہ ذہنوں پر قابض ہونے کی صلاحیت رکھتی تھی میرے علاوہ اس نے یقینی طور پر کچھ اور لوگوں کو بھی ورغلانے کی کوشش کی ہوگی اور اس بات کے قوی امکانات تھے کہ وہ قریب کے لوگ جو پروفیسر کے اعتماد کے ہوں' وہ کالکا کی طاغوتی قوت کی وجہ سے اس کے غلام بھی بن چکے ہوں۔

پروفیسر سے ملاقات کا ارادہ میں نے دفتر جاتے جاتے بس اچانک ہی کیا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اب وہاں کی صورت حال کیا ہے' پروفیسر کی لیب کے ریسپشن روم میں پہنچ کر میں نے سکون کا سانس لیا' مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ کالکا نے مجھے راستے میں روکنے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی۔ وہ چاہتی تو کسی ہیوی ڈیوٹی ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے کسی خطرناک حادثے سے بھی دوچار کر سکتی تھی۔

"کیا پروفیسر سے آپ کا پہلے سے کوئی ملاقات کا وقت طے ہے؟" ایک دراز قد اور چھریرے بدن کے شخص نے اندر داخل ہو کر بڑے مہذب لہجے میں دریافت کیا۔

"آپ کی تعریف۔"

"خاکسار کو احمد غوری کہتے ہیں۔" اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ایک خوبصورت ڈائری کے کھلے ہوئے صفحے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "دس گیارہ سال سے پروفیسر کے ساتھ کام کر رہا ہوں۔ ملاقات کرنے والوں کو پروفیسر سے مشورہ کرنے کے بعد کوئی وقت دینا بھی میرے فرائض میں داخل ہے لیکن آج کی تاریخ میں آپ کے نام کا کوئی اندراج نہیں ہے اس لیے۔"

"آپ کی فرض شناسی قابل تحسین ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "دراصل میں نے براہ راست پروفیسر ابرار سے ملاقات کی درخواست کی تھی اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید سیکورٹی کا وہ عملہ جو چیک پوسٹس پر موجود ہے مجھے آسانی سے یہاں تک آنے کی اجازت بھی نہ دیتا۔"

"ملاقات کی نوعیت کیا ہوگی؟" اس نے دوسرا سوال کیا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "دراصل پروفیسر ابرار اتنے مصروف شخص ہیں کہ اکثر انھیں کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔ آپ کا نام اگر ان کے ذہن میں محفوظ ہوتا تو وہ آپ کو یہاں تک آنے کی اجازت بھی نہ دیتے لیکن انھیں یہ یاد نہیں آ رہا ہے کہ آپ جیسی [illegible] سے ان کی ملاقات کب اور کہاں

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

ہوئی تھی۔"

"آپ ان سے مسز مارگریٹ کی موت کا ذکر کریں۔ وہ مجھے پہچان جائیں گے۔"

احمد غوری نے مارگریٹ کی موت کا ذکر میری زبان سے سننے کے بعد حیرت سے مجھے دیکھا لیکن کچھ کہے بغیر اندر چلا گیا۔ اس کے جانے کے تقریباً بیس منٹ بعد پروفیسر اپنی عینک ٹھیک کرتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک نوعمر لڑکی بھی تھی۔ دونوں نے لیبارٹری کا مخصوص لباس پہن رکھا تھا۔ لڑکی خاصی قبول صورت تھی اور اس کے اندر کام کرنے کی لگن بھی نظر آرہی تھی۔

پروفیسر ابرار بھی احمد غوری کی طرح کچھ دیر تک مجھے خالی نظروں سے دیکھتا رہا پھر خشک لہجے میں بولا۔

"مارگریٹ کو انتقال کیے۔"

"آخری بار آپ اپنی مسز کے ہمارے ساتھ ہی ملے تھے۔" میں نے ایک اشارہ دیا تو وہ چونکا۔

"سوری۔ سوری۔" وہ معذرت کرتا ہوا میرے قریب آکر بیٹھ گیا۔ "آپ کا نام میرے ذہن میں محفوظ تھا لیکن۔"

"مجھے احساس ہے کہ آپ کس قدر مصروف آدمی ہیں۔" فرمائیے اس وقت کیسے آنا ہوا؟"

"کیا ہم یہاں۔" میں نے اپنا جملہ نامکمل چھوڑ کر نوعمر لڑکی کی جانب دیکھا۔

"مارگریٹ کے بعد اب کیا باقی رہ گیا ہے۔" پروفیسر نے اداس لہجے میں جواب دیا۔ "میں نے اب اپنی رہائش بھی یہیں لیبارٹری میں اختیار کرلی ہے۔"

"مجھے احساس ہے کہ مسز کے انتقال کے بعد۔"

"آپ کسی کام سے آئے تھے؟" اس نے میری بات کاٹ دی خلاف توقع وہ بہت سنجیدہ ہوگیا تھا۔ شاید مارگریٹ کے ذکر نے اس کے سکون کو برباد کردیا تھا۔

"مجھے شبہ ہے کہ کچھ لوگ اب بھی۔"

"دنیا کے ہر ملک میں ہوتا ہے۔" پروفیسر نے چڑچڑے پن کا مظاہرہ کیا۔ "نیوکلیئر پاور کے خاص خاص ٹھکانے اور دفاعی فارمولوں پر کام کرنے والے افراد پر دشمن کی نظر رہتی ہے۔ حفاظتی انتظامات کبھی موثر ثابت ہوتے ہیں اور کبھی دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ میں موت سے نہیں ڈرتا جب آنا ہوگی بن بلائے آجائے گی۔ رہا کسی چوری کا سوال یا کسی کے اچانک اغوا ہونے کا معاملہ تو یہ سوچنا میرا نہیں حکومت کا کام ہے۔ میں جو کچھ کررہا ہوں وہ بھی ملک کے مفاد میں کررہا ہوں اگر ذاتی مفاد کا خیال ہوتا تو شاید مارگریٹ۔"

"سر۔" لڑکی نے کہا۔ "آپ کو شاید فریش جوس کی ضرورت۔ میں ابھی لائی۔" وہ یہ کہتی ہوئی باہر نکل گئی میں محسوس کررہا تھا کہ مارگریٹ کی موت کے غم نے پروفیسر ابرار کو ذہنی طور پر پہلے کے مقابلے میں کچھ زیادہ چڑچڑا اور بدمزاج کردیا تھا۔

"اگر آپ کو میرا یہاں آنا ناگوار خاطر گزرا ہے تو۔"

"جو گزرنا تھا وہ گزر چکا۔" وہ مجھے تیز نظروں سے گھور کر بولا۔ "آپ نے پھر کسی پر شک کا اظہار کیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ مخلص ہیں لیکن میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں ایک ایک کی دم اٹھا کر نر اور مادہ کی شناخت کرتا پھروں۔ جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ میں یا آپ کوئی اسے روک نہیں سکتے۔"

"درست ہے لیکن احتیاط کرنا بہرحال شرط ہے۔"

"صرف ایک ہی طریقہ ممکن ہے کہ میں خودکشی کرلوں۔" وہ بدستور جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "اس طرح وہ فارمولا بھی میرے ساتھ ہی دفن ہوجائے گا۔"

اسی وقت لڑکی بڑی نفاست سے اورنج کلر کا جوس لیے دوبارہ اندر داخل ہوئی۔

"اسی جوس کا کرشمہ ہے جو پروفیسر اپنی شخصیت سے بھی بے نیاز ہوتا جارہا ہے۔" عثمان غنی کی آواز مجھے بہت قریب سے سنائی دی۔ "فکر مت کرو' پروفیسر اب یہ جوس نہیں پی سکے گا۔"

پھر وہی ہوا جو عثمان غنی نے سرگوشی میں کہا تھا۔ لڑکی کو اچانک ایسا جھٹکا لگا تھا جیسے کسی نے پشت سے دھکا دیا ہو۔ گلاس پروفیسر ابرار کے ہاتھ میں جانے سے پہلے ہی گر کر چکنا چور ہوگیا۔ لڑکی بری طرح سہمی سہمی نظر آرہی تھی۔ پروفیسر نے جوس یا گلاس کے ضائع ہوجانے پر کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن ٹھیک اسی لمحے احمد غوری تیزی سے اندر داخل ہوا۔ وہ لڑکی کو تیز نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

"مس ندا۔ میں محسوس کررہا ہوں کہ تم کچھ دنوں سے۔"

"دفع ہوجاؤ۔" پروفیسر نے ہاتھ جھٹک کر حقارت سے غوری کو مخاطب کیا پھر قدم اٹھاتا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا ہوا ملاقاتی کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

"میرا خیال ہے پروفیسر اب دوبارہ نہیں آئیں گے۔" غوری نے مجھ سے کہا۔ اس کے لہجے میں سرد مہری تھی۔

"یہ حضرت بھی اس نوعمر لڑکی کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔" عثمان غنی کی آواز ابھری۔ "تم یہاں نہ آتے تو شاید میں ادھر کا رخ بھی نہ کرتا لیکن اب پروفیسر کا خیال رکھنا میری ذمے داری ہے۔ تمہارا اب یہاں رکنا کسی طرح بھی کارآمد نہیں ہوگا۔"

عثمان غنی نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ غوری جوس گر جانے کے بعد ابھی تک الجھا الجھا نظر آرہا تھا۔

"جوس میں کیا تھا؟" میں نے دل ہی دل میں عثمان غنی کو مخاطب کیا۔

"ایک مخصوص دوا جو آہستہ آہستہ پروفیسر کے ذہن کو کمزور کررہی ہے۔ آٹھ دس خوراکیں اور پروفیسر کے معدے میں منتقل ہوگئیں تو وہ اپنی خوداعتمادی بھی کھودے گا اور جب انسان خوداعتمادی کھودے تو پھر اسے بڑی آسانی سے ٹریپ کیا جاسکتا ہے۔ اب واپس چلو۔"

میں نے احمد غوری کو بہت غور سے دیکھا پھر کچھ کہے بغیر باہر آگیا۔ میرے رخصت ہوتے وقت بھی ندا کچھ زیادہ ہی نروس نظر آرہی تھی۔ آخری چیک پوسٹ تک میں نے خاموشی اختیار کررکھی پھر آہستہ سے بولا۔

"کیا تم اب بھی یہیں کہیں میرے آس پاس موجود ہو۔"

"پریشان مت ہو۔ میں پشت کی سیٹ پر لیٹا آرام کررہا ہوں۔"

"میں شکر گزار ہوں کہ تم نے متعدد موقعوں پر میری مدد کی ہے۔" میں سنبھل کر بولا۔

"تالی ایک ہاتھ سے نہیں۔ دونوں سے بجتی ہے۔" اس کا جواب معنی خیز تھا۔

"سلیمان قیصری کی موت میں کن لوگوں کا ہاتھ ہے؟"

"ہر کام میں ٹانگ اڑانا اچھا نہیں ہوتا۔ زندگی بڑی مختصر ہوتی ہے' اس مختصر عرصے میں انسان کو تفکرات پالنے کے بجائے صرف ان حسین اور خوبصورت چہروں پر نظر رکھنی چاہیے جو زندگی گزارنے کی حسین علامتیں ہوتی ہیں۔ ندا تمہیں کیسی لگی؟"

"میرا خیال ہے کہ اب اس کا برا وقت قریب آگیا ہے۔"

"نہیں۔" بے پروائی سے جواب دیا گیا۔ "احمد غوری ندا کا بال بھی بیکا نہیں کرسکے گا۔"

"حکمت نارائن کی شعبدے بازیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"وقت برباد کررہا ہے۔" جواب بڑے پُراعتماد لہجے میں دیا گیا۔ "جب تک میں تمہارا دوست۔ تمہارے ساتھ ہوں تمہیں کسی بات کی پروا نہیں کرنی چاہیے لیکن اس شرط پر کہ تمہیں میری خوشیوں کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔"

"کیا تمہارا تعلق۔"

"ہاں۔ تمہارے دوست نے غلط نہیں کہا تھا۔ میرا تعلق جنوں کے ہی ایک قبیلے سے ہے۔"

"کیا میں تمہیں۔"

"اگر تمہاری یہی خوشی ہے تو مجھے دیکھ بھی لو۔" اس بار آواز میرے برابر والی سیٹ سے آئی تھی۔ میں نے نگاہوں کا زاویہ بدلا تو چونک اٹھا۔ اس وقت میرے ساتھ ایک خوبصورت اور معصوم چہرے والا لڑکا بھی سفر کررہا تھا جس کی عمر سترہ اٹھارہ سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔

"تم۔ کیا یہی تمہارا اصلی چہرہ ہے؟" میں نے سنبھل کر دریافت کیا۔

"جو لوگ اصلی اور نقلی کے چکر میں الجھ جاتے ہیں وہ کبھی سکون کا سانس نہیں لے سکتے۔" اس نے بڑی بے باکی سے بائیں آنکھ کی پلک جھپکاتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔ "بہرحال میں تمہیں جب بھی نظر آؤں گا اسی چہرے میں نظر آؤں گا لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ میرا چہرہ اور میری آواز تمہارے سوا کوئی اور نہیں دیکھ سکے گا اس لیے کبھی غلطی سے دوسروں کی موجودگی میں مجھ سے باتیں کرنے کی حماقت نہ کرنا ورنہ تماشا بن جاؤ گے۔"

"کیا تم مجھے حسنہ کینیڈی مکارتس اور کاکا کے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے؟" میں نے ایک سنہری موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔

"فی الحال ندا کو تمہاری ضرورت ہے۔" وہ میرے سوال کو نظر انداز کرکے بولا۔ "اگر کسی عاشق کی نگاہوں کے سامنے اس کے محبوب کو قتل کردیا جائے تو اسے سنبھلنے میں کچھ وقت درکار ہوتا ہے' ایسے میں کسی اپنے کی رفاقت بھی زخم کے لیے تریاق ثابت ہوتی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔ تم کس کی بات کررہے ہو؟"

"سلیمان قیصری کی جو بن کھلے مرجھا گیا۔" عثمان غنی نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے جواب دیا۔ "جس وقت سلیمان قیصر کا قتل ہوا اس سے دو منٹ پہلے ندا اس کی آغوش میں سر رکھے محبت کے خواب دیکھ رہی تھی۔ میں نے اگر اسے وہاں سے ہٹا نہ دیا ہوتا تو شاید اس کا پھول جیسا نازک اور مہکتا ہوا وجود بھی مٹی میں مل جاتا۔"

"کیا ندا کو۔"

"نہیں۔" وہ میری بات سمجھ کر تیزی سے بولا۔ "تمہارے علاوہ میرا کسی اور سے کوئی تعلق نہیں ہے' تم بھی اس بات کو راز رکھنا ورنہ شاید صندلی انگوٹھی کی طرح تم مجھے بھی کھو دو گے۔"

"تم صندلی انگوٹھی کے راز سے۔" میں چونکا۔

"ندا کو تمہاری محبت کے دو بول کی شدید ضرورت ہے' کسی وقت موقع نکال کر اس سے ضرور مل لینا۔" وہ میرے سوال کو یکسر نظر انداز کرگیا۔

"کیا ہیرے کے سلسلے میں بھی تم ہی نے مجھے اکسایا تھا؟"

"صرف ایک اشارہ کیا تھا اور تم پھرکی کی طرح ناچنے لگے۔ پروفیسر اور ندا کی فکر مت کرو' میں کم از کم ندا کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ دولت کی ہوس نے اسے اندھا کردیا ہے لیکن اس کے باوجود اس کی نوعمری اور حسن کی رعنائیاں

aazzamm@yahoo.com

اپنی جگہ بدستور قائم ہیں۔" اس نے پھر میری بات کو کوئی اہمیت دیے بغیر کہا پھر مسکرا کر دوبارہ بولا۔ "اب تمہارے ذہن میں شاید بھوشن کی موت کا تصور کلبلا رہا ہے لیکن تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تم میرے اشارے پر عمل کرتے رہو اور تمام خطروں سے بے نیاز ہو جاؤ۔ میں تمہاری حفاظت کا خیال رکھوں گا۔ نغمہ سے ملنے کا خیال رکھنا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا پھر ہوا کی طرح نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اب یہ بات میری سمجھ میں کچھ کچھ آ رہی تھی کہ کالکا نے پروفیسر ابرار تک پہنچنے کے سلسلے میں میرا راستہ کاٹنے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی۔

عثمان غنی کے بارے میں ساجد کا بیان درست ثابت ہوا۔ اس نے انسانی روپ میں آکر مجھ سے گفتگو کی تھی۔ اس کی گفتگو سے یہی ظاہر ہوا تھا کہ اس کا تعلق رنگین مزاج جن کے ٹولے سے ہے۔ بار بار وہ بلیک 'نغمہ' ماہ رخ اور ندا کے بارے میں چٹخارے لے لے کر باتیں کر رہا تھا۔ شاید میں اسی کے اشارے پر بلیک سے ملا تھا اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی تھی۔ راجو نے مجھے نہ صرف دیکھا تھا بلکہ میرے اور اس کے درمیان ندیم کے فارم ہاؤس پر گفتگو بھی ہوئی تھی لیکن اس نے ندیم سے کچھ نہیں کہا۔ یقیناً عثمان غنی نے اپنی آتشی قوتوں سے اس کا ذہن واش کر دیا ہوگا۔

بھوشن کے سلسلے میں اس نے اپنی طاقت کی کھل کر وضاحت کر دی تھی۔ اس نے صاف الفاظ میں کہا تھا کہ میں اس کے اشاروں پر عمل کرتا رہوں اور تمام خطروں سے بے نیاز ہو جاؤں۔ میں اشاروں والی بات سے محض ایک مقصد اخذ کر سکا تھا۔ اس نے مجھے زندگی کی بھرپور مسرتوں اور حسین لڑکیوں کے ساحرانہ انداز سے لطف اندوز ہونے پر اکسانے کی کوشش کی تھی۔ جنوں کے بارے میں میں نے اکثر سنا تھا کہ وہ جس لڑکی پر بھی عاشق ہو جاتے ہیں آسانی سے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے لیکن عثمان غنی اس کے برعکس ثابت ہوا تھا۔ وہ مجھے حسین چہروں کے جلوؤں سے سرشار ہوتے دیکھ کر نہ جانے اپنے کس جذبے کو تسکین دینا چاہتا تھا۔ میری نگاہوں سے اوجھل ہوتے وقت بھی اس نے خاص طور پر نغمہ سے مل کر اس سے ہمدردی کے دو بول بولنے کی تاکید کی تھی۔

عثمان غنی سے بات ہونے کے بعد مجھے اس بات کا اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ وہ میری مصروفیات کے بارے میں بھی خاصا علم رکھتا ہے۔ حسنہ نے بھی یہی کہا تھا کہ جب تک وہ میرا ساتھ دیتا رہے گا کوئی اور قوت مجھے گزند نہیں پہنچا سکے گی لیکن عثمان غنی نے حسنہ کے سلسلے میں مجھے اکسانے کی کوئی بات نہیں کی تھی۔ کیا وہ حسنہ کی اصلیت سے واقف تھا؟ اس نے خاص طور پر حسنہ کو نظرانداز کرنے کی کوشش [illegible]

انگوٹھی کی طرح میں اسے بھی کھو دوں گا۔

دفتر پہنچ کر میں نے دو چار ضروری کام نمٹائے پھر اٹھنے لگا تو حسنہ آگئی۔ اس وقت وہ بہت خوش دکھائی دے رہی تھی۔

"کیا میں تمہاری خوشی کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟" میں نے دو چار رسمی جملوں کے بعد کرید نے کی خاطر پوچھا۔

"بھوشن۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ "میں دیکھ رہی ہوں کہ اب اسے اذیتوں سے دوچار ہونے میں زیادہ دن نہیں لگیں گے۔ خوشی اس بات کی ہے وہ اذیتیں اسے تمہاری طرف سے نصیب ہوں گی۔"

میں نے حسنہ سے کھل کر باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت سراج آگیا۔ حسنہ خاموشی سے اٹھ کر باہر چلی گئی۔ سراج اس وقت بری طرح بوکھلایا ہوا اور الجھا الجھا سا لگ رہا تھا پھر اس کی وجہ بھی اسی نے بیان کر دی۔

"اوپر سے نیچے فونوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "خاصی اونچی اونچی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ذمے دار شخص بھی سلمان قیصر کے قاتلوں کو تلاش کرنے اور قرار واقعی سزا دینے پر مجبور کر رہے ہیں۔ میرے محکمے کے اعلیٰ ترین افسران بھی اس مشن میں برابر کے شریک ہیں کہ قاتل یا قاتلوں کو فوری طور پر قانونی شکنجوں میں جکڑا جا سکے۔"

"کیا ان میں نغمہ اور نعمان سیٹھ بھی شامل ہیں؟"

"نہیں۔ ابھی تک ان دونوں میں سے کسی کا فون نہیں آیا۔" سراج نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "آپ نے خاص طور پر سیٹھ نعمان یا نغمہ کے بارے میں کیوں دریافت کیا؟"

"جمیل پارک والے حادثے کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ نغمہ بھی سلمان قیصر میں دلچسپی لے رہی تھی۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ کل تک سلمان قیصر کا شمار اہم شخصیتوں کی فہرست میں دور دور تک کہیں نظر نہیں آتا تھا لیکن موت کے فوراً بعد اچانک وہ اتنی اہمیت کس طرح اختیار کر گیا۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس میں بڑے اور اونچے گھرانے کی لڑکیوں اور خواتین کے علاوہ کچھ اور بھی پردہ نشینوں کے نام آتے ہوں جس کی وجہ سے وہ اچانک شہرت پا گیا۔"

"مجھے قاتلوں کو گرفتار کرنے کے لیے صرف ایک ہفتے کی مہلت دی گئی ہے۔" سراج نے تلملا کر جواب دیا۔

پھر قبل اس کے کہ میں اس کی بات کا جواب دیتا عثمان غنی مجھے سراج کے برابر بیٹھا نظر آیا۔ اسی کی ایما پر میں نے بڑی سنجیدگی سے سراج کو ہاتھ دکھانے کی فرمائش کی۔

"کیا مطلب۔" سراج نے جھلاہٹ کے باوجود مسکرا کر کہا۔ "یہ آپ نے پامسٹری میں کب سے شوق لینا شروع کر دیا۔

"جی۔ یوں ہی کبھی کبھی شوق کر لیتا ہوں۔" میں نے سراج کا ہاتھ تھام کر اس کی ہتھیلی پر لکیروں کے جال دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ کے ستارے آج کل آپ کے حق میں ہیں۔ ہو سکتا ہے ان ہی ستاروں کی موافقت آپ کو سلمان قیصر کے قاتل تک پہنچانے میں معاون ثابت ہو۔"

"اب۔ آپ شاید میری ساتھ مذاق کے موڈ میں ہیں۔"

میں نے سراج کی بات کا جواب نہیں دیا بلکہ ایک لمحے کو اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی ہدایت بھی مجھے عثمان غنی نے دی تھی۔ اس کی آواز صرف مجھے سنائی دے رہی تھی۔ میں اس کی باتوں کو نوٹ کرتا رہا پھر سب کچھ سمجھ لینے اور سن لینے کے بعد میں نے آنکھیں کھول کر سراج کو بہت غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"قاتل آپ کے اردگرد منڈلا رہا ہے اور آپ اس کی گرفتاری کے لیے پریشان ہو رہے ہیں۔ ایک ہفتے کی مہلت تو بہت زیادہ ہے۔ آپ اگر چاہیں تو آپ کی صرف ایک فون کال سلمان قیصر کے قاتل کو گرفتار کرانے کے سلسلے میں بہت کافی ہوگی۔"

"کیا بزنس چھوڑ کر اب راسپوتین کے نقش قدم پر چلنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔" سراج میری سنجیدگی پر مسکرایا۔ "شوق برا نہیں۔ خاص طور پر خوبصورت جوان لڑکیاں ایسے پامسٹ کی تلاش میں رہتی ہیں جو انہیں محبت میں کامیابی یا ناکامی کے سلسلے میں قبل از وقت آگاہ کر سکے ویسے ہمارے ملک میں ضعیف الاعتقاد لوگوں کی کمی نہیں۔ ان میں بڑے بڑے کروڑپتی بھی شامل ہیں اور وہ لوگ بھی جو سٹے کے نمبر معلوم کرنے کی خاطر دربدر بھٹکتے پھرتے ہیں۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے عثمان غنی کے کہنے پر اپنی سنجیدہ اداکاری جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ نے میرے علم کو راسپوتین جیسے بدکردار کی مثال دے کر شاید اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش کی ہے ورنہ نجوم ایک ایسا علم ہے جو۔۔۔"

"پلیز مسٹر شہباز میں اس وقت سنجیدہ ہوں۔" سراج اب بھی میری حرکتوں کو مذاق سمجھ رہا تھا۔ اپنا ہاتھ کھینچ کر بولا۔ "آپ کن کھیل تماشوں سے مجھے بہلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

فون آپ کے قریب موجود ہے۔ اسے اٹھا کر اپنے دفتر کے نمبر ملائیں اور اپنے کسی قابل اعتماد ماتحت کو حکم دیں کہ وہ باہر نکل کر اس گہرے کلر کے تھری پیس سوٹ والے کو گرفتار کر لے جو دفتر کے سامنے بس اسٹاپ کے پاس ایک کھمبے سے ٹیک لگائے کھڑا بار بار دستی گھڑی دیکھ رہا ہے۔ اسے بس کا نہیں 'اپنی کار' کا انتظار ہے جو اس کا ڈرائیور کسی معمولی خامی دور کرانے کی غرض سے لے گیا ہے۔" "آپ آپ"۔۔۔

"کم آن مسٹر شہباز پلیز۔" سراج نے کچھ کہنا چاہا لیکن میں اور زیادہ سنجیدہ ہو گیا۔

"وقت کم ہے مسٹر سراج۔ دس منٹ بعد سلمان قیصر کا قاتل آپ کی دسترس سے بہت دور نکل جائے گا اور پھر شاید۔"

"کیا آپ واقعی سیریس ہیں؟"

"آزمائش صداقت کی کسوٹی ہوتی ہے۔"

سراج نے میری سنجیدگی کو برقرار دیکھا تو فون اٹھا کر اپنے دفتر کے نمبر ملائے اور وہ اطلاع پاس آن کر دی جو میں نے اسے دی تھی۔ فون پر گفتگو مکمل ہونے کے بعد اس نے مجھے پھر غور سے دیکھا۔

"اگر یہ محض ایک مذاق ہے تو پھر۔۔۔"

"آپ کس کی بات کو مذاق سمجھ رہے ہیں۔" میں عثمان غنی کی ہدایت پر دوبارہ اپنی جون میں واپس آگیا۔ "آپ شاید ابھی سلمان قیصر کے قاتل یا قاتلوں کے سلسلے میں اوپر سے پڑنے والے پریشر کی بات کر رہے تھے۔"

"اور آپ نے مجھے اپنے علم نجوم سے اس قاتل کو گرفتار کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا۔"

"میں نے؟" میں نے حیرت سے چونک کر سراج کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ علم نجوم کا ذکر درمیان میں کہاں سے آگیا۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے مجھے بہت غور سے گھورا۔ "کیا آپ نے ابھی مجھے اپنے دفتر سے رابطہ قائم کرنے کا مشورہ نہیں دیا تھا اور وہ گہرے کلر کا سوٹ والا۔۔۔"

"تعجب ہے مسٹر سراج۔" میں نے سراج کو شوخ نظروں سے دیکھا۔ "ابھی کچھ دیر پیشتر تو آپ بالکل نارمل انسانوں کی طرح باتیں کر رہے تھے پھر اچانک یہ فون کال 'علم نجوم' اور گہرے کلر کا سوٹ والا درمیان میں کہاں سے آگیا۔ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے نارمل طور پر ریسیور اٹھایا پھر اسے سراج کی طرف بڑھا دیا۔ سراج نے کال اٹینڈ کی تو اس کے چہرے کے تاثرات یکلخت تبدیل ہونے شروع ہو گئے۔ کبھی وہ گفتگو سننے لگتا تھا اور کبھی آنکھ پھاڑ کر حیرت سے مجھے تکنے لگتا تھا۔ "ٹھیک ہے۔ آپ اس پر کڑی نگرانی رکھیں۔ میں فوراً پہنچ رہا ہوں۔"

"کوئی خاص بات۔" میں نے بڑی معصومیت سے سراج کو دیکھا تو وہ دانت چبا کر رہ گیا۔ میں نے دوبارہ وضاحت چاہی۔ "آپ اس طرح مجھے کیا دیکھ رہے ہیں۔ کیا بھوشن یا اس کے اجرتی قاتلوں نے پھر میرے خلاف کوئی [illegible] کی خاطر [illegible]

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"ہم۔ میں پھر کسی وقت آپ سے تفصیل سے ملاقات کروں گا۔" سراج نے بدستور مجھے گھورتے ہوئے کہا پھر تیزی سے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آفس سے نکل گیا۔ میں نے مسکرا کر نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا۔ لیکن وہ کرسی اب خالی نظر آرہی تھی جس پر ایک لمحہ قبل عثمان غنی بیٹھا مجھے سلمان قیصر کے قاتل کے بارے میں اطلاع فراہم کر رہا تھا۔ میں خود اپنی کیفیت پر مسکرا دیا' حالات نے مجھے بڑی دلچسپ صورت حال سے دوچار کر دیا تھا۔

پینتالیس منٹ بعد مجھے ندیم کا فون موصول ہوا۔

"یہ تم نے علم نجوم کا مطالعہ کب سے شروع کر دیا ہے۔"

"سراج نے فون کیا ہوگا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے وہ میرے دفتر میں بیٹھا اسی قسم کی بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا۔ پے درپے ہونے والے جرائم نے شاید اس کی اچھی خاصی کھوپڑی کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے۔"

"کیا تم نے اسے سلمان قیصر کے قاتل کے بارے میں کوئی انفارمیشن نہیں دی تھی۔" ندیم کے لہجے میں بھی سنجیدگی آگئی۔

"پلیز... مجھے سچ سچ بتاؤ۔" میں نے تیزی سے تفصیل طلب انداز اختیار کیا۔ "کیا سراج جیسا قابل افسر بھی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔"

"یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن ابھی چند منٹ پہلے اس نے فون کر کے مجھے یہی اطلاع دی ہے کہ تم نے اس کا ہاتھ دیکھ کر ستاروں کی چال اور نجوم کی روشنی میں سلمان قیصر کے قاتل کے بارے میں کچھ بتایا تھا۔"

"اوہ نو..." میں نے ہمدردی کا اظہار کیا۔ "شاید بھوشن کے آدمیوں نے یا پھر کالاکا کی شیطانی قوتوں نے سراج کو ذہنی طور پر مفلوج کر دیا ہے۔"

"تمہارے لیے ایک اہم اطلاع اور بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"سراج کے بیان کے مطابق اس نے تمہارے اشارے پر جس گرے کلر کے تھری پیس سوٹ والے کو گرفتار کیا تھا وہی سلمان قیصر کا قاتل ہے' گرفتاری کے فوراً بعد اس نے قاتل ہونے کا اقرار کر لیا ہے لیکن قتل کی کوئی وجہ بتانے سے گریز کر رہا ہے۔"

"حیرت انگیز..." میں نے بھرپور تعجب کا اظہار کیا۔ "کیا یہ واقعی سچ ہے۔"

"پھر کسی وقت اطمینان سے بات ہوگی۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹ کر کہا پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔ مجھے ایک بار پھر اس پچویشن پر ہنسی آگئی جس نے میری شخصیت پر عثمان غنی کی وجہ سے "پراسرار" [illegible]

دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی زاویے سے بڑا آدمی بننے کے خواہش ضرور رکھتا ہے۔ مجھ پا غلط راستے کا انتخاب ایک فیصد سے زیادہ لوگوں کو نہیں ہوتا' دولت کی چمک دمک اور کھنک کا اپنا ایک الگ نشہ ہوتا ہے۔ میرے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں تھی' زندگی مقدور بھر گزارنے کی خاطر قدرت نے بہت کچھ دے رکھا تھا۔ لیکن خوب سے خوب تر کی تلاش انسان کو گمراہ کر دیتی ہے' لوہے میں آپ سے آپ زنگ نہیں لگتا پانی اور ہوا ہی اسے رنگ بدلنے پر مجبور کر دیتی ہے' قناعت پسندی پر اکتفا کتنے لوگ کرتے ہیں۔ میں بھی انسان تھا' میں نے اپنے دامن کو بچانے کی خاطر ممکن کوشش کی تھی لیکن ماہ رخ اور پھر بلیو کے سلسلے میں میرے قدم لڑکھڑا گئے تھے' پہلی غلطی کا ارتکاب کالاکا کی شیطانی قوتوں کے سبب ہوا تھا' میرے اندر ایک عجیب سی تبدیلی رونما ہوئی تھی میں نے خود کو دوبارہ محفوظ کرنا چاہا لیکن عثمان غنی نے مجھے بلیو کی جانب رجوع کر دیا' نہ چاہنے کے باوجود میرے قدم ایک بار پھر بہک گئے۔ خود کالاکا نے صندلی انگوٹھی کے گم ہو جانے کے بعد میرے ذہن کو معطل کر کے جانے کیا کیا گل کھلائے ہوں گے اس کا ایک دھندلا دھندلا عکس میرے ذہن میں محفوظ تھا اور اب جب عثمان غنی نے اچانک سلمان قیصر کے قاتل کے سلسلے میں مجھے اکسایا تو میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ میں عثمان غنی کی وجہ سے جو چاہتا وہ ممکن ہو سکتا ہے۔ اس نے بھی کالاکا کی طرح کئی موقعوں پر میری جان بچائی تھی لیکن اب حالات نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ کالاکا کے مقابلے میں زیادہ مخفی قوتوں کا مالک ہے۔

جنوں کے وجود سے انکار نہیں کیا جاتا' اس کا ذکر ہماری مقدس کتابوں میں بھی ہے' یہ بے پناہ قوتوں اور صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں' ایسی صورت میں اگر میرے ذہن میں بھی اچانک عثمان غنی کی حیرت انگیز قوتوں سے استفادہ کرنے کا خیال آیا تو یہ کوئی غیر فطری بات نہیں تھی۔ انسان ہر بات کا جواز ڈھونڈ لیتا ہے۔ مجھ سے جو غلطیاں سرزد ہوئی تھیں مجھے ان کا احساس تھا لیکن اب یہ احساس آہستہ آہستہ کم ہو رہا تھا' وقت کی قوت نے سر ابھارا تو مجھے اپنی سربلندی کا احساس زیادہ شدت سے ہوا' طوفان کی شدتوں کے آگے میری کیفیت بھی تنکے کی طرح ڈانواڈول ہو رہی تھی' پھر میں نے عثمان غنی کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا' میں کالاکا کو بتانا چاہتا تھا کہ اب میں اس کی ماورائی قوتوں سے خوفزدہ نہیں ہوں' کالاکا نے میری مدد ضرور کی تھی لیکن اس کے عوض کوئی نہ کوئی شرط ضرور لگائی تھی لیکن عثمان غنی نے مجھ پر کسی قسم کی کوئی بندش نہیں عائد کی تھی۔ اس نے صرف اتنا کہا تھا کہ زندگی بار بار لوٹ کر نہیں آتی۔ اس کا مشورہ تھا کہ میں جن لذت بخش حسرتوں کو اپنے دامن میں سمو رہا ہوں اس کے عوض اس نے یقین دہانی کرائی تھی کہ پھر مجھے کسی دوسری قوت سے خوفزدہ ہونے کی مطلق کوئی ضرورت نہیں تھی' میں نے غیر اختیاری طور پر عثمان غنی کی برتری کو قبول کر لیا۔

اسی وقت میں دفتر سے اٹھ کر نغمہ کی طرف گیا۔ مجھے اس تک پہنچنے کے لیے کم و بیش اسی دشواری کا سامنا کرنا پڑا جو ماہ رخ سے ملاقات کے دوران اول اول پیش آئی تھی لیکن اس کے بعد ہر شخص مجھے شناخت کرنے لگا تھا۔ ان کے درمیان چہ میگوئیاں ضرور ہوتی ہوں گی۔ وہ سر جوڑ کر میرے اور ماہ رخ کے تعلق کے بارے میں دلچسپ قصے کہانیاں ضرور گھڑتے ہوں گے وہ اسی پر اکتفا کر سکتے تھے اس سے آگے بڑھنے کی سزا موت تھی لیکن ذہنوں پر کوئی بندش نہیں تھی اس کے برعکس سیٹھ نعمان کے گھر کا ماحول قدرے مختلف تھا' نغمہ' ماہ رخ کی مانند ہر وقت نشے میں ڈوبی کسی کتاب کی طرح ادھر ادھر بکھری نہیں رہتی تھی گو اس کو اپنے اسٹیٹس کا خیال تھا' وہ گھر کی حد تک بڑی سخت گیر طبیعت کی مالک تھی۔ شاید وہاں لوگوں کو دعوت عام کی طرز پر آنے جانے کی اجازت نہیں تھی' اسی لیے مجھے وہاں تک پہنچنے میں کچھ زیادہ دشواری پیش آئی تھی۔

نغمہ مجھے اپنی خوابگاہ میں نشے کی کیفیت میں ڈوبی اور انسانی جذبات کو مشتعل کرنے والے لباس میں نہیں ملی تھی' اس نے مجھ سے ڈرائنگ روم میں ملاقات کی تھی۔ اس نے میری اچانک آمد پر نہ کسی غصے کا اظہار کیا تھا نہ ہی اس کی حسین آنکھوں میں مستیوں کے جام ٹکرائے تھے لیکن میں نے یہ ضرور محسوس کیا تھا کہ وہ کچھ مضطرب سی تھی' مجھے اس کی کیفیت کا اندازہ پہلے ہی سے تھا۔ سلمان قیصر کی اچانک موت کی وجہ سے غم کے سائے اس کے چہرے پر منڈلا رہے تھے۔ محبت کی پہلی ہی منزل پر اگر انسان منہ کے بل زمین پر آگرے تو اسے چوٹ اور صدمے کی کیفیت کا احساس ضرور ہوتا ہے۔ یہ ایک فطری عمل ہے جس سے دامن بچانا انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی' صدمے کا احساس کسی اپنے کو دیکھ کر اور شدت اختیار کر جاتا ہے۔ نغمہ پہلی بار میری نگاہوں میں اس وقت آئی تھی جب جھیل پارک میں حادثہ پیش آیا تھا اس وقت ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے پھر نغمہ سے میری دوسری ملاقات میرے دفتر میں ہوئی تھی' اس وقت اس کے دماغ پر کالاکا قابض تھی جس نے اسے میری جانب سے بدگمان کر دیا تھا لیکن پھر شاید عثمان غنی کی قوتوں نے اسے رام کر لیا تھا اور اب ہمارے درمیان تیسری بار آمنا سامنا ہوا تھا۔

"آپ کچھ اداس اداس سی نظر آرہی ہیں۔" میں نے اس کے تاثرات کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں' بس کچھ..."

"سلمان قیصر کی اچانک موت کا صدمہ مجھے بھی ہے' میں نے اسے کبھی نہیں پڑھا لیکن مجھے اس بات کا اندازہ ہے کہ آپ اس کی مداح تھیں۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر جواب دیا۔

"میں صرف اس کی مداح نہیں تھی اس کی شاعری کی عاشق تھی پھر یہ کیفیت ذہن سے اتر کر دل کی گہرائیوں تک جا پہنچی تھی۔"

"میں نے سراج کی زبانی سنا ہے کہ قاتل گرفتار ہو چکا ہے۔"

"آپ نے درست سنا ہے۔" وہ پہلو بدل کر بولی۔ "جو شخص پکڑا گیا ہے وہ کوئی غیر نہیں میرا فرسٹ کزن ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "آپ کا فرسٹ کزن..."

"ہاں... وہ مجھے حاصل کرنا چاہتا تھا' ہر صورت میں۔ ایک بیوی کی حیثیت سے بھی وہ مجھے قبول کرنے کو تیار تھا اور..." وہ روانی میں کچھ کہتے کہتے رک گئی پھر سنبھل کر گویا ہوئی۔ "اس کو علم تھا کہ میں اسے کسی طور بھی اپنے قریب برداشت کرنے کو آمادہ نہیں ہوں۔ شاید وہ سلمان قیصر کو اپنے راستے کی دیوار سمجھ رہا تھا۔ چنانچہ اس نے وہ دیوار گرا دی۔"

"میں یہی خبر سن کر چلا آیا تھا۔ آپ کو میرا آنا..."

"کیسی بات کرتے ہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "میں نے خود آپ کو گھر آنے کی دعوت دی تھی۔ حالانکہ میں گھر پر کسی کا آنا جانا پسند نہیں کرتی لیکن نہ جانے کیوں آپ کی کھری کھری باتیں مجھے پسند آئیں۔ لیکن آپ ایسے موقع پر تشریف لائے ہیں کہ میں کھل کر اپنی مسرت کا اظہار بھی نہیں کر سکتی۔"

"میں آپ کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔"

"شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرے غم کا احساس کیا۔" اس نے روایتی جملہ کہا پھر چونک کر بولی۔ "آپ کو سلمان قیصر کی موت کی اطلاع..."

"ڈی ایس پی سراج کے ذریعہ ہوئی تھی۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ میرا کزن گرفتار ہو گیا۔" وہ تھوڑے وقفے سے بولی۔ "ڈیڈی اس کی طرف سے بے حد فکر مند ہیں لیکن اگر اسے تختہ دار پر بھی لٹکا دیا جائے تو مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا۔ کسی سے اس کی پسندیدہ شے کو زبردستی چھین لینا میرے نزدیک بدترین گناہ ہے۔"

"ایک بات پوچھوں اگر ناگوار خاطر نہ گزرے۔"

"ضرور پوچھیے۔"

"کیا آپ کو سلمان قیصر کی اچانک موت کی اطلاع پا کر میرے اوپر شبہ تو نہیں ہوا تھا۔"

"ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں یہ خیال ضرور ابھرا تھا۔" اس نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ "میں آپ سے اسی

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

سلسلے میں ملنے گئی تھی اور میرے آنے کے بعد سلمان قیصر کا قتل۔۔۔ میری جگہ آپ ہوتے تو شاید۔۔۔"

"آپ میرے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔"

"میں اس جذبے کو کوئی نام نہیں دے سکتی لیکن مجھے خود ہی اس بات کا یقین بھی آگیا تھا کہ کم از کم آپ سلمان قیصر کے قتل میں ملوث نہیں ہو سکتے۔"

"کیوں۔۔۔؟" میں قدرے بے تکلف ہو گیا۔ "رقابت کی آگ تو کسی کو بھی جھلسا سکتی ہے۔"

اس نے غور سے مجھے دیکھا۔ ایک لمحے کو فتح کا احساس اس کے وجود پر طاری ہوا لیکن پھر وہ سنبھل کر بولی۔

"ابھی کچھ دیر پہلے سراج صاحب کا فون بھی آیا تھا۔ مجھے حیرت ہے کہ قاتل ان کے دفتر کے قریب کس لیے منڈلا رہا تھا۔"

"ہوتا ہے۔۔۔ کبھی کبھی خون اپنا رنگ خود تلافی کی صورت میں بھی دکھاتا ہے لیکن سراج کو اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ قاتل وہی شخص ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ کہیں سراج نے میرے نجوم والے راز کا بھانڈا تو نہیں پھوڑ دیا۔

"وہی سوال میں نے بھی کیا تھا لیکن مسٹر سراج نے کوئی آخری جواب نہیں دیا۔ صرف اتنا ضرور کہا تھا کہ اول تو جرائم پیشہ افراد کی حرکات و سکنات ہی اکثر اسے مجرم ثابت کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ پولیس کے کچھ اپنے ذرائع بھی ہوتے ہیں۔ بہرحال مجھے خوشی صرف اس بات کی ہے کہ وہ قانون کی نظروں میں آگیا۔"

"کیا مسٹر نعمان اسے بچانے کی کوشش نہیں کریں گے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔" اس نے بیزاری کا اظہار کیا پھر اٹھتے ہوئے بولی۔ "آئیے میں آپ کو دکھاتی ہوں کہ میرے پاس ہر وہ رسالہ' ڈائجسٹ اور اخبار موجود ہے جس میں سلمان قیصر کی نظمیں اور غزلیں شائع ہوتی رہی ہیں۔ وہ اپنا دیوان بھی مرتب کرنا چاہتا تھا' میں نے اس کی اشاعت میں اسے مالی طور پر اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا تھا لیکن افسوس۔۔۔"

میں اس کے ساتھ قدم اٹھاتا اس کی اسٹڈی روم میں داخل ہوا جہاں چاروں طرف الماریوں میں ادبی کتب' رسالے' ڈائجسٹ اور نایاب کتابیں بڑے سلیقے سے موجود تھیں۔ ایک طرف رائٹنگ ٹیبل موجود تھی اس کے ساتھ ہی آرام کرنے کی غرض سے دیوان موجود تھا۔ کمرہ پوری طرح ائر کنڈیشنڈ تھا' ہمارے اندر داخل ہونے کے بعد خود کار دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔ نغمہ نے ائر کنڈیشنر آن کر دیا۔ وہ بچوں کی طرح مجھے سلمان قیصر کی ایک ایک [illegible] دکھاتی رہی [illegible]

وہ لڑکی جو پوری طرح مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی اس کے پاس مشرقی ادب کا کلیکشن ایک عجیب سی بات تھی۔

"آپ کو تعجب ہو رہا ہوگا کہ میرے پاس یہ کتابیں کہاں سے آگئیں۔" اس نے میرے دل کی بات بوجھ لی تھی۔ "مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن سلمان قیصر کی خواہش پر میں نے اس کمرے کو اسٹڈی روم میں تبدیل کر دیا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ کے پاس کوئی میوزک روم بھی ضرور ہوگا۔"

"پھر کسی روز آرام سے دکھاؤں گی۔" وہ افسردہ لہجے میں بولی پھر دیوان پر میرے قریب بیٹھ گئی۔ "سوچ رہی ہوں کہ اب اس کمرے کی تمام کتابیں کسی پبلک لائبریری کو ڈونیٹ (DONATE) کر دوں۔"

"وہ کیوں۔۔۔؟"

"اب شاید یہ کتابیں مجھے تقویت پہنچانے کے بجائے اذیت میں مبتلا رکھیں گی۔" اس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "جب وہی اس دنیا میں نہیں رہا تو پھر میں ان بے جان کتابوں کو رکھ کر کیا کروں گی۔"

"انسان ضرور مر جاتا ہے لیکن اس کی تخلیقات ہمیشہ اسے زندہ رکھتی ہے۔"

"ایک بار یہی جملہ سلمان نے بھی کہا تھا لیکن اس کے ساتھ اس کے جملے کی بازگشت بھی ختم ہو گئی۔"

میں نے نغمہ کو غور سے دیکھا' افسردگی نے اس کے حسن کی سحر کاریوں کو ایک عجیب سا رنگ دے رکھا تھا۔ زندگی کی علامتیں اس وقت بھی اس کے وجود میں نظر آرہی تھیں۔

"میں اب اجازت چاہوں گا۔" میں نے آہستہ سے کہا تو جیسے وہ چونک اٹھی۔

"معاف کیجئے گا شہباز صاحب۔" اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔ "میں نے آپ کی کوئی خاطر مدارت بھی نہیں کی۔ کیا پئیں گے آپ۔۔۔"

"پھر کبھی سہی۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ میرے ساتھ وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ چند لمحے تک مجھے تکتی رہی پھر وہ حسین آنکھوں کے عقب میں چھپی ہوئی ساون کے بادلوں کی جھڑی نہ روک سکی۔ آنسوؤں نے طوفان کی شکل اختیار کی تو وہ نہ جانے کس جذبے سے میرے سینے کی گہرائیوں میں منہ چھپا کر سسکنے لگی۔ اس کے وجود کی تپش مجھے موم کی طرح پگھلا گئی' اس کا قرب قیامت تھا' مجھے اپنے جسم کے مساموں سے چنگاریاں پھوٹتی محسوس ہو رہی تھیں' میں اس کی پیٹھ تھپتھپا کر تسلیاں ضرور دے رہا تھا لیکن مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے دل کی تیز ہوتی ہوئی دھڑکنیں میرے اندر کے چور کو اس پر ظاہر [illegible] سسکتے سسکتے اچانک خاموش ہو گئی۔

[illegible] نے ڈبڈبائی نظروں سے مجھے گھورا۔ اس کے گداز ہونٹ' گلاب کی نرم و نازک پتیوں کی طرح کپکپا رہے تھے۔

"اس طرح کیا دیکھ رہی ہیں۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ "کیا مجھ سے انجانے میں کوئی غلطی سرزد ہو گئی۔"

"نہیں۔۔۔" اس نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ "آپ نے اچھا کیا جو اس وقت چلے آئے۔ میں خود کو بہت تنہا محسوس کر رہی تھی۔ آپ کے آنے سے تنہائی کا زہر کچھ کم ہو گیا۔"

"صبر سے کام لیں نغمہ' وقت ہر زخم کو آہستہ آہستہ بھر دیتا ہے۔" وہ ابھی تک میرے سینے پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔

"تم۔۔۔ تم بہت اچھے ہو شہباز۔" اس نے مجھے تم کہہ کر بے تکلفی سے مخاطب کیا پھر دوبارہ مجھے دونوں ہاتھوں سے جکڑ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ جواب میں' میں نے بھی اس کے حسین وجود کو اپنی آغوش کی وسعتوں میں سمو لینے کی کوشش میں کسی بخل سے کام نہیں لیا۔

نغمہ تادیر وحشت کی کیفیتوں سے دوچار رہی پھر مجھے ساتھ لے کر دوبارہ ڈرائنگ روم میں آگئی جہاں میں نے ایک صوفے پر عثمان غنی کو بھی آلتی پالتی مارے بیٹھے دیکھا۔ وہ ہم دونوں کو دیکھ دیکھ کر بڑے معنی خیز انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے میرا مشورہ ماننے سے انکار نہیں کیا۔ فکر مت کرو' یہ پہلی ملاقات ہی تم دونوں کو بہت قریب لے آئی ہے' دوسری ملاقات میں حجاب کے تمام پردے بھی آہستہ آہستہ سرک جائیں گے۔"

"لیکن میں کسی کی امانت میں۔۔۔" میں نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے موقع نہیں دیا۔

"تم نے شاید بھوشن کو زیر کرنے کی فرمائش کی تھی۔" اس نے میری دکھتی رگ کو چھیڑا۔

"ہاں۔۔۔ میں اس کے غرور اور تکبر کو پیروں تلے روند ڈالنا چاہتا ہوں۔" میں ایکدم سنجیدہ ہو گیا' بھوشن کے ذکر نے میرے انتقام کی آگ کو ہوا دی تھی۔

"پھر دیر کس بات کی ہے۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "یہاں سے اٹھ کر تم بھوشن کی کوٹھی پر پہنچ جاؤ' میں تمہارے ساتھ ہوں گا' لیکن مجھ سے ایک وعدہ کرو کہ تم اسے جان سے نہیں مارو گے' آہستہ آہستہ۔۔۔ سسکا سسکا کے۔۔۔ تڑپا تڑپا کے۔۔۔ اذیت ناک حالات سے دوچار کرو گے اسے قسطوں میں مارو گے' بالکل اسی طرح جس طرح بلی چوہے کو کھیل کھیل کر موت سے ہمکنار کرتی ہے۔"

"لیکن کالکا۔"

"وقت آنے دو' پھر دیکھا جائے گا۔" اس نے للچائی ہوئی نظروں سے نغمہ کے سراپا حسن کو [illegible]

اوجھل ہو گیا۔ کچھ دیر بعد میں بھی نغمہ سے اجازت لے کر اٹھ گیا۔ چلتے چلتے اس نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں اس سے برابر ملتا رہوں گا۔

"مجھے ڈر لگتا ہے۔" میں نے اس کے دل کے تاروں کو چھیڑنے کی خاطر دبی زبان میں کہا۔ "کہیں آپ کا کوئی دوسرا کزن یا واقف کار مجھے بھی سلمان قیصر کی طرح۔۔۔"

"موت سے ڈرتے ہیں۔" اس نے مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

"شاید۔"

"فکر مت کریں۔" وہ بڑی اپنائیت سے بولی۔ "میں آپ کو مرنے نہیں دوں گی۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" میں نے مسکرا کر ملنے کا وعدہ کیا پھر اس کی شاندار کوٹھی سے نکل کر باہر آگیا۔ کھلی سڑک پر آنے کے بعد میں نے اپنا رخ بھوشن کی کوٹھی کی سمت موڑ دیا۔ میرے اندر عجیب سی اتھل پتھل شروع ہو گئی تھی۔ بھوشن کو نیچا دکھانا' اس کے غرور اور بڑے پن کے احساس کو قدموں تلے روندنا میری سب سے بڑی تمنا تھی۔ عثمان غنی کے جملوں نے مجھے اچانک ہی بہت بلند' قد آور اور سرو قامت بنا دیا تھا۔ مجھے اپنے اندر بے پناہ قوت پیدا ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔

نغمہ کی کوٹھی سے رخصت ہونے کے بعد میں سیدھا بھوشن کی رہائش پر جا پہنچا۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں محسوس ہو رہا تھا۔ عثمان غنی کی حمایت اور تعاون کی یقین دہانی نے میرے اعتماد کو تقویت بخش دی تھی۔ مجھے دروازے پر روکا گیا لیکن پھر اندر جانے کی اجازت دے دی گئی۔ اندر کوٹھی کے اطراف مسلح افراد کا گھیرا تھا۔ حفاظتی انتظامات ضرورت سے زیادہ ہی سخت تھے۔ مسلح افراد کے سرغنہ نے مجھے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تیزی سے قریب آکر بولا۔

"تم۔۔۔ تم کو اندر کس نے آنے دیا۔"

"میں مسٹر بھوشن سے ملاقات کرنے آیا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"تم شہباز خان ہی ہو نا۔" اس نے مجھے پلکیں جھپکا کر غور سے دیکھا۔

"اگر تمہاری بینائی درست ہے تو پھر میں شہباز خان ہی ہوں۔"

"تم۔۔۔ تم اندر نہیں جا سکتے۔" وہ نفرت سے بولا۔

"بات بڑھانے کی کوشش مت کرو' بھوشن کو میرے آنے کی اطلاع کر دو۔"

جواب میں اس نے ایک موٹی سی گالی دی تھی جو میرے حلق سے نیچے نہیں اتر سکی۔ میرا ہاتھ تیزی سے گرانے کے [illegible] ٹوٹ کر دور جا گری۔

aazzamm@yahoo.com

ہونٹ سے خون کی خاصی مقدار ابل ابل کر نکل پڑی۔ اس کا لباس خون سے سرخ ہونے لگا۔ اس کے ساتھی رائفل تان چکے تھے۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روکا پھر مجھے کسی درندے کی طرح بھوکی نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

"اب یہاں سے تمہاری لاش کے ٹکڑے ہی واپس جائیں گے۔"

وہ میرے کسی جواب کا انتظار کیے بغیر کسی آدم خور شیر کی مانند اپنی جگہ سے اچھلا اگر میں نے تیزی سے بچاؤ کی کوشش نہ کی ہوتی تو اس کی فلائنگ کک میرے سینے اور چہرے پر ہی پڑی ہوتی۔ میں نے ہوشیار رہنے کی کوشش کی لیکن مجھ سے پہلے وہ دوسرا حملہ کر گزرا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے میری کنپٹی پر قیامت ٹوٹ پڑی ہو' میں چکرا گیا۔ اس نے موقع سے فائدہ اٹھا کر دوبارہ ہاتھ گھمایا لیکن میں جھکائی دے کر بچ گیا پھر میں نے بجلی کی سی تیزی سے اس کے عقب میں پہنچ کر اسے پوری طرح جکڑ لیا۔ وہ طاقت میں مجھ سے کہیں زیادہ تھا لیکن میں نے جو داؤ لگایا تھا اس میں وہ اپنے بچاؤ کی خاطر جتنی طاقت استعمال کرتا اسے اتنے ہی کرب سے گزرنا پڑتا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑنے کے لیے صرف جھٹکے کی ایک بھرپور ضرب کی ضرورت تھی لیکن وہ چیخ اٹھا۔

"میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔"

"مجھے بھوشن سے ہر قیمت پر ملنا ہے۔" میرا لہجہ فیصلہ کن تھا اس نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا جو لپکتا ہوا تیزی سے صدر دروازے سے گزر کر اندر چلا گیا۔ میں نے سرغنہ کو چھوڑ دیا۔ وہ مجھے کینہ توز نظروں سے گھور رہا تھا لیکن اس نے کوئی دغا بازی نہیں کی بلکہ اپنے آدمیوں کو دوبارہ ہاتھ کے اشارے سے تاکید کی کہ کوئی مجھ پر گولی نہیں چلائے گا۔

دس منٹ بعد مجھے کوٹھی کے اندر ڈرائنگ روم پہنچا دیا گیا۔ میرے بیٹھتے ہی دو بے کے چٹان جیسے ٹھوس جسم کے مسلح افراد داخل ہو کر داخلی دروازے پر دائیں بائیں تعینات ہو گئے۔ ان کی خودکار رائفلیں میرا نشانہ لے چکی تھیں۔ بس لبلبی دبانے کی دیر تھی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ محض حفظ ماتقدم کے طور پر مجھے یہ احساس دلانا چاہتے تھے کہ اگر میں نے کوئی غلط حرکت کی تو وہ میرا جسم چھلنی کر ڈالنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ ان کے آنے کے پانچ منٹ بعد بھوشن حقارت بھرے انداز میں مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے یہاں آ کر کسی عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔" بھوشن نے مجھے میری حماقت کا احساس دلایا۔

"میں تمہارا مشورہ لینے کی غرض سے نہیں آیا ہوں۔ میں صرف یہ وارننگ دینے آیا ہوں کہ اب اپنے شکاری کتوں کو ہمارے راستے سے ہٹا لو ورنہ تمہارا انجام خطرناک ہوگا۔"

"سوری۔" وہ ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "میں تمہارے اس احمقانہ طرز گفتگو پر ہنسنے کی کوشش نہیں کروں گا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ موت اب تمہارے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

"جگت نارائن کے بل بوتے پر اکڑ رہے ہو۔" میں نے نفرت کا اظہار کیا۔

"نہیں' میں تمہارے لیے اکیلا بھی بہت ہوں مگر میں تم جیسے شریر اور بدمعاشوں کے ساتھ کوئی مقابلہ کر کے اپنا امیج خراب نہیں کرنا چاہتا۔"

"کیا خیال ہے؟" میں نے اسے دعوت دی۔ "کیا آج اس بات کا فیصلہ نہ ہو جائے کہ ہم دونوں میں سے کس کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔"

وہ ایک لمحے تک مجھے حقارت بھری نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے اپنا کوٹ اتار کر پھینکا اور آستینیں چڑھانے لگا' اس کے تیور اچانک ہی خطرناک نظر آنے لگے۔

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تمہارے اسلحہ بردار کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔" میں نے دروازے پر تعینات دونوں افراد کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جو لوگ کاروباری میدان میں قدم رکھتے ہیں وہ تنہا بھاڑ نہیں جھونکتے ان کے ساتھ ان کا عملہ بھی ہوتا ہے جو اپنے مالک کا وفادار ہوتا ہے اور آڑے وقت میں کام بھی آتا ہے' ہو سکتا ہے کہ میرے جان نثار لوگ بھی میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں۔"

"گویا تم دغا بازی سے بھی کام لو گے۔"

"دوغلا جو ہوں۔" وہ بڑے فخر سے ہنسا۔ "کیا تمہیں اس کا علم نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے میں ہر حالت میں تمہارا مقابلہ کروں گا۔"

بھوشن کچھ دیر تک پنجوں کے بل پینترے بدلتا رہا' ہم دونوں شکاری نظروں سے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے' پھر بھوشن نے جست لگائی' میں اس کے توڑ کے لیے بھی تیار تھا لیکن بھوشن کی چال کو نہ سمجھ سکا۔ اس نے درمیان میں ہی الٹا قدم جما کر پھرکی کی طرح اپنی سیدھی ٹانگ کو لہرایا۔ میں اس کے وار سے خود کو بچا نہ سکا اور چکرا کر زمین پر الٹ گیا۔ مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ اس کے پھولے ہوئے جسم میں کتنی طاقت تھی۔ کتنی بجلیاں کوند رہی تھیں۔

"گھبراؤ مت۔" وہ میری تضحیک اڑاتے ہوئے مسکرایا۔ "دوبارہ کھڑے ہو کر پوزیشن سنبھال لو۔ میں زمین چاٹتے ہوئے دشمن پر ٹھوکر مارنے کا عادی نہیں ہوں۔"

میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا' ایک بار پھر ہم نیم دائرے کی شکل میں گھوم گھوم کر ایک دوسرے کا کمزور پہلو تلاش کرتے

aazzamm@yahoo.com

رہے پھر بھوشن نے بجلی کی طرح اپنے دونوں ہاتھوں کو قینچی کی طرح فضا میں حرکت دی اور چیختا ہوا فضا میں بلند ہو کر اس طرح گھوما کہ میں اس کی چال کو نہ سمجھ سکا۔ میں نے پولیس ٹریننگ کے دوران جوڈو اور کراٹے کے داؤ پیچ بھی سیکھے تھے لیکن بھوشن میرے مقابلے میں بلاشبہ بہت زیادہ مہارت کا حامل تھا چنانچہ دوسری بار بھی اس کا وار چل گیا۔ اس کی بھرپور لات میری بائیں پسلی سے ٹکرائی تو میں کراہ اٹھا پھر اس کے ہاتھ اس کا کراٹے والا ہاتھ میری گردن پر پڑا۔ یہ وہی وار تھا جس کی طاقت اور مہارت سے مارشل آرٹ کے طلبہ ایک وقت میں کئی کئی اینٹوں کو دو حصوں میں منقسم کر دینے کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ بھوشن کی وہ ضرب اتنی کاری نہیں تھی۔ اس کا ہاتھ قدرے ہلکا پڑا تھا پھر بھی میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچ اٹھے۔ بھوشن نے دوبارہ فضا میں اچھل کر فلائنگ کک سے مجھے زمین بوس کرنا چاہا لیکن اس بار میرا داؤ چل گیا۔ میں نے اس کا پاؤں پکڑ کر تیزی سے فضا میں سرسالٹ کیا تو بھوشن درد کی شدت سے چیخ اٹھا۔ وہ کراہتا ہوا منہ کے بل قالین پر گرا تھا۔ میں نے وقت ضائع کرنے کی کوشش نہیں کی "ہا!" کی آواز حلق سے نکالتے ہوئے میں نے ہاتھ کی انگلیاں پوری طرح جوڑ کر اس کی گردن پر وار کیا تو وہ زمین پر ڈھلک گیا۔ جواب میں اس نے کسی ربڑ کی گیند کی مانند اچھل کر دوبارہ پیروں پر اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے تیزی سے خود کو زمین پر گرا کر پھرکی کھائی تو بھوشن دوبارہ ڈکراتا ہوا نیچے گر پڑا' اس کی دونوں پنڈلیوں پر ایک ہی وار میں قیامت ٹوٹ پڑی تھی' اس کا سانس اب پھولنے لگا تھا۔ میں نے ایک گھٹنے کے بل زمین پر بیٹھ کر ہاتھ بلند کر کے وار کیا تھا اس کے چہرے کی جلد پھٹ گئی' میں دوسرا وار کر کے اس کے وجود کو ختم کر دینا چاہتا تھا لیکن اسی لمحے مجھے ایسا لگا جیسے میرے دائیں بازو میں کسی نے شگاف لگا کر مرچیں بھر دی ہوں' دروازے پر کھڑے ایک مسلح شخص نے مجھ پر گولی چلا دی تھی' اس کا نشانہ حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوا تھا' اسی لمحے میں نے کالکا کو اس کی مکروہ شکل میں نمودار ہوتے دیکھا۔ وہ اپنی خون آلود زبان کو ہونٹوں پر کسی ناگن کی طرح لپلپاتے ہوئے بولی۔

"بس بہت ہو گیا شہباز خان' اب تمہاری موت کا سمے قریب آ گیا ہے' میں نے کہا تھا کہ تم بھوشن سے پنجہ لڑانے کی کوشش مت کرنا لیکن تم نے میری باتوں کو نظر انداز کر دیا۔ اب کالکا بھی اپنے تمام وچن توڑ کر تمہیں ہمیشہ کے لیے برباد کر دے گی۔" اس نے اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ کوئی منتر پڑھ کر میری طرف پھونکا' چنگاریاں شعلوں کا روپ اختیار کر کے میری طرف لپکی تھیں' میرے نگاہوں کے سامنے موت کا تصور جاگ اٹھا لیکن پھر وہ آگ کے شعلے مجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی پانی کی شکل اختیار کر کے زمین پر گر پڑے۔ کالکا نے قہر آلود نظروں سے بائیں جانب دیکھا جہاں عثمان غنی ایک صوفے پر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

"مہان شکتیاں اس طرح کسی کا کاٹ نہیں کرتیں۔" کالکا کسی زہریلی ناگن کی طرح بل کھا کر بولی' اس کی تیز نگاہیں عثمان غنی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"اس عہد کا پاس ہی ہے جو تم اپنی تمام زندگی اور ناپاک قوتوں کے ساتھ میرے سامنے زندہ کھڑی ہو۔" عثمان غنی نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "تمہیں روپ سے پیار ہے تو اپنا یہ سیاہ کمبل روپ بدل کر کسی خوبرو اور قاتل حسینہ کا چولا پہن لو' میں بھی تمہیں کسی حسین روپ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تم ... تم کالکا کی شکتی کو نیچا نہیں دکھا سکو گے۔" وہ غرائی۔

"ایک شعبدہ میں بھی تمہیں دکھانا چاہتا ہوں۔" عثمان غنی نے سنجیدگی سے کہا پھر اس نے صوفے پر بیٹھے بیٹھے اپنا ایک ہاتھ دراز کیا لیکن قبل اس کے کہ وہ کالکا تک پہنچ کر اس کے گندے وجود کو اپنی مٹھی میں جکڑتا وہ یکلخت نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ میں نے عثمان غنی کو بھی فضا میں تحلیل ہوتے دیکھا' ان کو میرے علاوہ کوئی تیسرا شخص نہیں دیکھ سکا تھا۔ میں نے بائیں بازو کو اٹھا کر دائیں بازو پر جمادیا جہاں سے خون بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا۔ میں نے اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کی کوشش کی۔ بھوشن ابھی تک اپنی جگہ پڑا کراہ رہا تھا۔ میں نے قدم اس کی طرف بڑھانے شروع کیے۔ میرے سر پر خون سوار تھا۔ میں اپنے اس کمینے دشمن کو موت سے ہمکنار کرنے کی خاطر بے چین تھا' میں عثمان غنی سے کیے ہوئے وعدے کو بھی فراموش کر کے اجل بن کر بھوشن پر ٹوٹ پڑنے کی خاطر بے چین تھا لیکن پھر دوسرا فائر ہوا اور گولی میری بائیں پنڈلی کو چیرتی ہوئی نکل کر سامنے والی دیوار سے ٹکرائی تھی۔ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا' دوبارہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا' میری آنکھوں کے نیچے گھپ اندھیرے بڑی تیزی سے اپنا تسلط پھیلا رہے تھے۔ پھر گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی آوازیں میری قوت سماعت سے ٹکرانے لگیں۔ ڈرائنگ روم کے داخلی دروازے پر کھڑے ہوئے دونوں مسلح افراد بتوں کی طرح زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ میں نے ڈوبتی ہوئی نظروں سے ہاشری کو خودکار رائفل لیے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا' اس کے بعد میرے ذہن پر غنودگی کا اثر تیز ہونے لگا۔

گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی میرا ذہن بھی بڑی تیزی سے معطل ہو رہا تھا۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

ریحانہ، سلمیٰ، عذرا کے خالق اختر شیرانی
کی عشقیہ شاعری اور شخصیت کا تفصیلی جائزہ

جہاں ریحانہ رہتی تھی

---------- اختر شیرانی

خوبصورت سرورق ------- عمدہ طباعت

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور 2

قیمت: -/100 روپے

میری آنکھ کھلی تو میں کسی اسپتال کے اسپیشل وارڈ میں تھا۔ کمرے میں ندیم اور ڈی ایس پی سراج پہلے سے موجود تھے۔ ایک خوبصورت سی نرس بھی تھی جس نے مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر بھاگ کر ڈاکٹر کو مطلع کیا۔ میں نے کچھ دیر کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ میرے ذہن کے پردوں پر گزری ہوئی باتیں اور بھوشن سے ہونے والی خطرناک جنگ کی کہانی کسی فلم کی طرح چل رہی تھی۔

نغمہ کے گھر سے رخصت ہونے کے بعد میں سیدھا بھوشن کو ٹھکانے لگانے کی غرض سے اس کی کوٹھی میں پہنچا تھا۔ اس کی ترغیب مجھے عثمان غنی نے دی۔ جس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ میں صرف اس کی باتوں اور اشاروں پر عمل کر رہا ہوں اور ہر خطرے سے بے نیاز ہو جاؤں۔ بھوشن کی کوٹھی پر پہنچ کر میں نے اسے للکارا تو پھر ہمارے درمیان زندگی اور موت کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔ بھوشن مارشل آرٹ میں پوری طرح مہارت رکھتا تھا اس کا اندازہ مجھے پہلی بار ہوا لیکن وہ اپنے بھاری بھرکم جسم کی وجہ سے مار کھا گیا۔ پولیس کی ملازمت کے دوران ملنے والی ٹریننگ اور جسم کی پھرتی میرے کام آگئی تھی۔ بھوشن اگر بھاری بھرکم نہ ہوتا تو شاید اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑ کر اسے ہمیشہ کے لئے ناکارہ بنا چکی تھی۔ اس کی گردن پر میں نے جس قوت سے کراٹے کا ہاتھ مارا تھا، وہ کسی اینٹ کو بھی دو حصوں میں منقسم کر دینے کی خاطر بہت کافی تھا۔ لیکن وہ اسے بھی جھیل گیا۔ پھر اس کے چہرے کی جلد میرے وار سے بری طرح پھٹ گئی۔ میں نے اسے ناکارہ بنانے کی خاطر اس کی پنڈلیوں پر پے در پے وار کیا تھا۔ وہ تقریباً ہمت ہار چکا تھا۔ میرے اوپر جنون سوار تھا۔ میں نے گھٹنے کے بل بیٹھ کر کراٹے کا خطرناک ترین وار کرنے کی خاطر اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میرا وہ حملہ بھوشن کو ہمیشہ کے لیے خاک میں ملا دینے کی خاطر بہت کافی ثابت ہوتا لیکن اسی وقت ڈرائنگ روم کے دروازے پر موجود ایک گارڈ نے رائفل کی لبلبی دبا دی، میری حسرت دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ میرے بائیں بازو میں جیسے کسی نے پگھلا ہوا سیسہ اتار دیا تھا۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن کالا کا خود کالی کے مکروہ روپ میں درمیان میں آگئی۔ اس کے تیور خطرناک تھے لیکن عثمان غنی نے بروقت پہنچ کر کالا کا کے عمل کا توڑ کر دیا۔ پھر عثمان غنی کالا کا کو میدان چھوڑ کر بھاگتا دیکھ کر اس کے تعاقب میں خود بھی فضا میں تحلیل ہو گیا۔

بھوشن بدستور فرش پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ میں نے زخمی ہونے کے باوجود پینترا بدلا۔ میں بھوشن کے قصے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہتا تھا لیکن دوسرے گارڈ نے دوسری گولی چلائی جو میری بائیں پنڈلی کو چیرتی ہوئی آر پار ہو گئی۔ میرے قدم لڑکھڑا گئے۔ مجھے اپنی آنکھوں کے پیچھے اندھیرا پھیلتا ہوا محسوس

ہوا پھر میں نے دونوں گارڈز کو خون میں لت پت ہو کر گرتے دیکھا۔ گولیوں کی گونج سے پوری کوٹھی تھرتھرا رہی تھی۔ آخری بار میں نے دھندلائی ہوئی نظروں سے ماسٹر کی کو اندر داخل ہوتے دیکھا تھا پھر جیسے میرے ذہن کے سارے سوئچ آف ہو گئے تھے۔ میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا اور اب میں سنجیدگی سے اپنی غلطی کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ عثمان غنی نے مجھے منع کیا تھا کہ میں فی الحال بھوشن کو جان سے مارنے کا ارادہ نہیں کروں گا لیکن میرے اوپر اچانک خون سوار ہو گیا تھا جس کی سزا کے طور پر میں اس وقت کسی اسپتال میں پڑا تھا۔

ڈاکٹر نے کمرے میں آکر میرا معائنہ کیا۔ میں نے دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔

"آپ خوش قسمت ہیں مسٹر شہباز کہ دونوں گولیاں آپ کے گوشت کو چیر کر نکل گئیں۔ اگر کوئی اندر رہ جاتی یا ہڈی پر لگی ہوتی تو شاید ـــــــ"

"میری زندگی کا آخری باب (CHAPTER) بھی ختم ہو جاتا۔" میں نے مسکرا کر نحیف آواز میں کہا۔

"بہرحال اب پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کو چار روز بعد اسپتال سے چھٹی مل جائے گی اس کے بعد ایک ہفتے یا دس دن کے بیڈ ریسٹ کے بعد آپ اپنی مصروفیات دوبارہ شروع کر سکتے ہیں۔"

"تھینکس ـــــــ" میں نے رسمی طور پر جواب دیا۔

"مریض کی حالت اب نارمل ہے۔" ڈاکٹر نے گھوم کر سراج سے کہا۔ "اب آپ گفتگو کر سکتے ہیں۔"

"تم اب کیسا محسوس کر رہے ہو۔" سب سے پہلے میری خیریت ندیم نے دریافت کی۔ اس کی آنکھوں میں میرے لیے کسی سگے بھائی یا جاں نثار دوست کا پیار جھلک رہا تھا۔

"پریشان مت ہو۔ میں اتنی آسانی سے نہیں مروں گا۔"

"تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔" ندیم نے سراج کی بے چینی کو محسوس کرتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "حماقت اور بے تکی باتیں پھر کسی وقت کر لینا، زیادہ باتیں کرنے سے تمہارے اوپر دوبارہ نقاہت طاری ہو سکتی ہے۔" یہ گویا ایک طرح کا اشارہ تھا کہ میں سراج سے گفتگو کرتے وقت محتاط رہوں۔

"نرس ـــــ پانی۔" میں نے قریب موجود نرس کے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے پانی کی خواہش کا اظہار کیا۔ پانی پی چکا تو نرس نے میرے اشارے پر بیڈ کا سرہانہ اونچا کر دیا۔ اب میں آسانی سے سب کا جائزہ لے سکتا تھا۔

"میں آپ کو ایک نئی زندگی کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔" سراج نے قریب آکر کہا۔

"شکریہ۔"

"خدا کا شکر ہے کہ آپ بال بال بچ گئے ورنہ ـــــــ"

"نہیں مائی ڈیئر مسٹر سراج۔" میں نے ندیم کے اشارے کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھ پر کچھ لوگوں کے قرض ابھی باقی ہیں، انہیں چکائے بغیر میں بزدلوں کی طرح دنیا سے منہ نہیں موڑوں گا۔"

"کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ پر کس نے فائر کیا تھا۔" رسمی گفتگو کرنے کے بعد سراج نے محکمہ جاتی کارروائی کا آغاز کیا۔

"ظاہر ہے کہ وہ میرے دوست نہیں رہے ہوں گے۔" میں نے تلخ انداز اختیار کیا۔

"مجھے علم ہے لیکن اصل مجرموں کو گرفتار کرنے کی خاطر ـــــ"

"مجھے اس وقت ہوش نہیں تھا کہ میں فائر کرنے والوں کی تفصیل معلوم کرنے کی کوشش کر سکتا۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ کبھی آپ کا تعلق بھی محکمہ پولیس سے رہ چکا ہے۔"

"مجھے یاد ہے۔ لیکن اب میں ان مجبوریوں کی بیڑیوں کو کاٹ کر آزاد ہو چکا ہوں۔" میں نے سراج کے سوال کا مفہوم سمجھتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ مسٹر بھوشن کی کوٹھی پر خود گئے تھے یا ـــــ"

"بھوشن نے شام کی چائے پر انوائٹ کیا تھا۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔

سراج میرے جواب پر کھسیا کر رہ گیا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔

"حالات اور پوزیشن کو سمجھنے کی کوشش کریں مسٹر شہباز۔"

"میں سمجھ رہا ہوں کہ معاملہ چونکہ بھوشن کا ہے اس لیے آپ پر اوپر سے کتنا پریشر ڈالا جا رہا ہوگا۔"

"میں آپ کی بات سے انکار نہیں کروں گا۔ لیکن میرے اپنے بھی کچھ فرائض ہیں۔"

"فرائض۔" میں نے زہر خند سے کہا۔ "آپ ماضی سے لے کر اب تک کس طرح اپنے فرائض کی انجام دہی کرتے رہے ہیں مجھے اس کا اندازہ ہے۔"

"کیا آپ کو اس بات کا احساس ہے کہ آپ نے مسٹر بھوشن کی کوٹھی میں داخل ہو کر کتنی بڑی غلطی کی ہے۔" سراج نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "بے شمار لوگوں نے آپ کو وہاں جاتے دیکھا ہے۔"

"میری صحت پر اب ان باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔" میں نے روکھے لہجے میں کہا۔ "آپ اگر چاہیں تو قانون کے تقاضے پورے کرنے کی خاطر مجھے گرفتار کر سکتے ہیں۔ اسپتال سے اس

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

آرام وہ مرے کو سب خیل قرار دے کر باہر پولیس تعینات کروا دیں۔ آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔"

"پلیز مسٹر شہباز! آپ میری باتوں کو۔۔۔"

"مجھے سمجھانے کی کوشش نہ کریں مسٹر سراج۔" میں تیزی سے بولا۔ "ڈی کی لاش کے ٹکڑے آپ نے اور آپ کے ڈی آئی جی صاحب نے بھوشن ہی کی کوٹھی کے عقبی حصے سے برآمد کیے تھے۔ آپ کی فائل پر شہادتیں اور گواہوں کے بیانات بھی موجود ہیں لیکن بھوشن۔۔۔ وہ قانون کے تمام تقاضے اور بندھن توڑ کر آزاد فضا میں سانس لے رہا ہے۔"

"اس کی ضمانت عدالت نے منظور کی ہے۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"بھوشن ہی کی وجہ سے آپ نے تین مہینے کی رخصت حاصل کی تھی۔ اس کے لیے کس عدالت نے آپ کو مجبور کیا تھا۔"

"وہ میرا ذاتی فیصلہ تھا۔"

"اس لیے کہ آپ بھوشن سے معافی مانگنے کو تیار نہیں تھے۔"

"جی ہاں۔۔۔ میں نے جھکنا نہیں سیکھا۔" سراج نے تیزی سے جواب دیا۔

"گویا آپ تسلیم کرتے ہیں کہ پولیس میں ہونے کے باوجود ایک مجبوری آپ کے آڑے آگئی تھی۔" میں نے پلٹ کر کہا۔ "قانون کے آہنی ہاتھ آپ کے کسی کام نہیں آئے تھے۔ آپ نے فرار کا راستہ اختیار کیا حالانکہ آپ ایک بااختیار اور دیانت دار پولیس آفیسر تھے اور اب بھی ہیں۔"

"بھوشن کے سلسلے میں آپ بھی پوری طرح حالات سے واقف ہیں۔"

"آپ مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے تنگ آکر سوال کیا۔

"بھوشن کی کوٹھی پر آپ کس مقصد سے گئے تھے۔"

"یہ مشورہ میں نے دیا تھا۔" ندیم نے میرے چہرے کی بدلتی رنگت کو محسوس کر کے تیزی سے کہا۔ "میں چاہتا تھا کہ ان دونوں میں کوئی تصفیہ ہو جائے تاکہ آئے دن کی پریشانیاں اور الجھنیں ختم ہو سکیں۔"

"آپ یہ بات مجھے پہلے بھی بتا سکتے تھے۔" سراج نے کڑوا سا منہ بنایا۔

"میں چاہتا تھا کہ بھوشن اس کا اعتراف کرے کہ اس نے شہباز کو مصالحت کرنے کی غرض سے اپنی کوٹھی پر آنے کی دعوت دی تھی۔"

"کیا آپ ان باتوں کا ثبوت پیش کر سکیں گے۔"

"فون پر کی جانے والی گفتگو صرف دو آدمیوں تک محدود ہوتی ہے بشرطیکہ اس کا ریکارڈ تیار کرانے کی خاطر محکمہ ٹیلی فون کو پہلے سے اعتماد میں نہ لے لیا جائے۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "مجھے اگر اندازہ ہوتا کہ بھوشن کمینگی دکھائے گا تو میں اس کا بندوبست بھی بہ آسانی کر سکتا تھا۔"

"بہرحال۔" سراج نے الجھے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "میں مسٹر شہباز کا بیان لینے پر مجبور ہوں۔"

"سوری مسٹر سراج۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "میں فی الحال کوئی بیان نہیں دے سکتا۔"

"کوئی خاص وجہ۔"

"جی ہاں۔ قانونی پیچیدگیوں سے تحفظ حاصل کرنے کے لیے پہلے مجھے اپنے قانونی مشیر سے مشورہ کرنا ہوگا۔"

"ایسی صورت میں اسپتال میں آپ سے ملنے جلنے والوں پر کچھ پابندیاں بھی عاید کی جا سکتی ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ سوائے اپنے قانونی مشیر کے آپ کسی اور سے اس حالت میں گفتگو کر سکیں گے جب پولیس کا کوئی قابل اعتماد نمائندہ بھی کمرے میں موجود ہو۔"

"مسٹر سراج۔" ندیم جھلا گیا۔ "آپ بھول رہے ہیں کہ شہباز نے سلمان قیصر کے قاتل کو گرفتار کرانے میں آپ کی مدد کی تھی۔ کیا آپ اس شخص کی آزادی پر پہرے بٹھانے کی کوشش کریں گے جو آپ کی مدد کرتا رہا ہے۔"

"کیا آپ اس سلسلے میں کوئی شہادت پیش کر سکیں گے۔"

"کیوں کیا آپ نے خود فون پر مجھ سے اعتراف نہیں کیا تھا۔"

"فون پر کی جانے والی گفتگو صرف دو آدمیوں تک محدود ہوتی ہے بشرطیکہ اس کا ریکارڈ تیار کرانے کی خاطر۔۔۔"

"آپ اس وقت شہباز سے نہیں، ندیم سے مخاطب ہیں۔" ندیم کے تیور یک لخت کھنچاؤ اختیار کر گئے۔

"جی ہاں۔۔۔ میں آپ ہی سے مخاطب ہوں۔" سراج نے تحمل سے کام لیا۔

"او کے۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔ "آپ شہباز پر جو قانونی پابندیاں مناسب سمجھیں بڑے شوق سے لگوا دیں، وہ اس وقت آپ سے کوئی بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہے۔"

"مسٹر ندیم۔۔۔ آپ ایک بار پہلے بھی مجھ سے الجھ چکے ہیں حالانکہ۔۔۔"

"پرانی باتوں کو بھول جائیں۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "ملیحہ کی تلاش کے سلسلے میں کچھ رعایت بھی کی ہے میں نے آپ کے ساتھ۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"کسی معزز آدمی کے گھر یا بزنس پلیس (PLACE)

(BUSINESS) کی تلاشی لینا اور وہ بھی بغیر سرچ وارنٹ کے کچھ زیادہ مناسب بات نہیں ہوتی۔ اگر اس روز شہباز آپ کی سفارش بن کر ساتھ نہ ہوتا تو میرے کیبنوں کی تلاشی کی حرکت آپ کو بہت مہنگی پڑ سکتی تھی۔ میں آپ پر ہتک عزت کا دعویٰ بھی کر سکتا تھا اور خاص طور پر ایسی صورت میں کہ آپ کو [illegible]ی کے سوا کچھ نہیں ملا تھا۔" ندیم نے سپاٹ انداز میں کہا۔ "کچھ مراسم ہر شخص کے ہوتے ہیں بلکہ ہم جیسے لوگوں کو تو اس کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے۔ ہمارے بزنس کا تقاضا بھی یہی ہے۔"

"آئی سی۔" سراج نے ندیم کو نظر بھر کر دیکھا۔ "آپ شاید مجھے میرے فرائض سے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"جی نہیں۔۔۔ آپ کو یہ احساس دلانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ کبھی کبھی قانون کے تقاضے بہت مہنگے بھی پڑتے ہیں۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ماہ رخ سے تو میرے مراسم بس واجبی ہیں ورنہ شاہین کی پرواز تو خاصی بلند ہوتی ہے۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے تلملا کر میری جانب دیکھا۔ "کیا آپ اپنا بیان دینا پسند کریں گے۔"

"صرف اس حد تک کہ میں اس وقت آپ کے سامنے زخمی پڑا ہوں۔" میں نے خشک انداز اختیار کیا۔ "ایک مستند ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق میرے جسم پر دو گولیوں کے نشانات موجود ہیں جو میری ہلاکت کا سبب بھی بن سکتی تھیں اور یہ فائر مجھ پر بھوشن کی کوٹھی پر ہوئے ہیں۔"

"بھوشن کی اپنی حالت بھی کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے اس کے اندر بھی تھوڑی بہت ٹوٹ پھوٹ ہوئی ہے جس کا ثبوت موجود ہے۔ اس کے علاوہ بھوشن کے کچھ آدمی اس کی کوٹھی سے مردہ حالت میں بھی دستیاب ہوئے ہیں۔" سراج نے نرم پڑتے ہوئے اصرار کیا۔ "اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ کوئی ایسا بیان دیں جو آپ کی پوزیشن کو صاف کرنے کے لیے بہتر ثابت ہو۔"

"بھوشن کا کیا بیان ہے۔" ندیم نے تیزی سے دریافت کیا۔

"اس کا کہنا ہے کہ آپ کے دوست مسٹر شہباز کچھ آدمیوں کے ساتھ اسے قتل کرنے کی غرض سے اس کی کوٹھی میں داخل ہوئے تھے۔ جب اس کے آدمیوں نے روکنے کی کوشش کی تو انہیں ہلاک کر دیا گیا۔" سراج نے کہا۔ "بھوشن کا کہنا ہے کہ سیلف ڈیفنس (SELF DEFENCE) کے طور پر اس کے کارندوں نے جوابی کارروائی کی تو مسٹر شہباز کا زخمی ہو جانا قدرتی امر تھا۔"

"آپ کا اپنا کیا خیال ہے۔" میں نے ترش لہجے میں سوال کیا۔

"بات اگر بھوشن کی کوٹھی کے باہر کی ہوتی تو کئی زاویوں سے غور کیا جا سکتا تھا لیکن بھوشن کے کارندوں کی ہلاکت اور خود اس کا زخمی حالت میں پایا جانا قانون کو کچھ اور سوچنے پر مجبور کر رہا ہے۔ میرا خیال ہے آپ میرا مقصد سمجھ رہے ہیں۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" میں نے فیصلہ سنا دیا۔ "آپ قانونی اقدام کریں، میں اپنا دفاع کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہوں۔"

"لیکن۔۔۔"

"مشکور و ممنون ہوں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "مجھے آپ سے کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

سراج مایوس ہو کر چلا گیا تو ندیم نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔

"تمہیں بھوشن کی کوٹھی میں جانے کی کیا ضرورت تھی جو کچھ کرنا تھا وہ باہر بھی کیا جا سکتا تھا۔"

"اب تو جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"اگر ماسٹری اور اس کے ساتھیوں نے بروقت ایکشن نہ لیا ہوتا تو شاید اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہو سکتا تھا۔"

"بھوشن کو ختم کرنے کے بعد اگر مجھے موت بھی آجاتی، میرا جسم گولیوں سے چھلنی بھی کر دیا جاتا تو مجھے کوئی دکھ نہ ہوتا۔"

"احمقوں جیسی باتیں مت کرو۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "تم اب تنہا نہیں ہو، عارفہ بھی تمہارے وجود کا ایک حصہ ہے۔"

عارفہ کا نام سن کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر تک کمرے میں خاموشی رہی پھر ڈیوٹی نرس جو سراج کے سوال جواب کے وقت باہر چلی گئی تھی دوبارہ کھٹ پٹ کرتی کمرے میں داخل ہوئی۔

"ڈاکٹر نے مریض کو سکون و آرام پہنچانے کی خاطر انجکشن لگانے کی ہدایت کی ہے۔" نرس نے ندیم سے کہا تھا۔ "پلیز سر۔۔۔ اف یو ڈونٹ مائنڈ۔۔۔"

جواب میں ندیم کے قدموں کی آواز ابھر کر معدوم ہو گئی۔ اس کے بعد میرے بازو میں بجلی سی چبھن سی ہوئی۔ نرس نے مجھے انجکشن لگایا تھا۔ دوا خاصی تیز اور موثر تھی مجھے ایک سیال مادہ رگوں میں دوڑتا ہوا تیزی سے دماغ تک جاتا محسوس ہوا اس کے بعد میں گہری نیند سے دوچار ہوتا چلا گیا۔۔۔

دوسری بار میں بیدار ہوا تو میرے ذہن کا خاصا بوجھ چھٹ گیا تھا۔ ڈیوٹی نرس نے مجھے مسکرا کر کچھ دوائیں دیں پھر ایک لسٹ میرے ہاتھ میں تھما دی جس پر میرے کچھ واقف کاروں کے علاوہ فرم کے بیشتر عملے کے افراد کے نام درج تھے۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"یہ تمام افراد آپ کی خیریت دریافت کرنے آ چکے ہیں۔" نرس نے مجھے بتایا۔

"کیا انسپکٹر ہیم بھی آئے تھے؟" میں نے لسٹ ایک طرف رکھتے ہوئے دریافت کیا۔ میں اس سے عارفہ کی خیریت دریافت کرنے کا خواہش مند تھا۔

"جی ہاں۔۔۔ آپ اس وقت گہری نیند میں تھے۔"

"وہ موجود ہیں یا چلے گئے۔" میں نے نرس کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ اوپر سے ملاقات کی اجازت لینے گئے ہیں۔"

"کیا مطلب۔۔۔" میں چونک اٹھا۔

"باہر پولیس کی کچھ نفری متعین کی گئی ہے۔" نرس بولی۔ "ان کو ہدایت ملی ہے کہ بغیر قانونی اجازت نامے کے کسی کو اندر نہ آنے دیا جائے۔"

نرس مجھے دوا وغیرہ پلا کر چلی گئی تو میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ حالات اتنی جلدی اپنا رخ تبدیل کر لیں گے یہ بات میں نے پہلے نہیں سوچی تھی۔ حادثے کے بارے میں جو بات سامنے آئی تھی وہ میرے حق میں نہیں تھی' سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ میں بھوشن کی کوٹھی میں کس مقصد سے داخل ہوا تھا۔ بھوشن بھی زخمی ہو گیا تھا اس کے علاوہ بھوشن کے باڈی گارڈز کی لاشوں کا پایا جانا بھی اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ وہاں جو فساد میری وجہ سے ہوا تھا' فرد جرم میرے خلاف بہ آسانی لگائی جا سکتی تھی' سراج نے یقیناً کسی مجبوری کی وجہ سے میرے کمرے پر پولیس تعینات کی ہو گی' میں اگر سراج سے تعاون کرتا اور باہم مشورہ سے کوئی بیان دیتا تو کیس کی نوعیت بدلنے کی خاطر کہانی کچھ اور بھی بن سکتی تھی لیکن میں جذبات کی رو میں بہک گیا تھا۔

مجھے اس بات کا بھی شدت سے احساس تھا کہ اگر بھوشن کو جان سے مارنے کا خیال میرے ذہن میں نہ آتا تو عثمان غنی کی طاقت مجھے دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال سکتی تھی۔ میری موجودگی میں کالکا نے اسے بھرپور غصے اور جلال کی حالت میں للکارا تھا لیکن پھر وہ بھی خوفزدہ ہو کر فرار حاصل کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ عثمان غنی اسی کے تعاقب میں چلا گیا تھا۔ پھر وہ سب کچھ ہو گیا تھا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ جن مسلح گارڈز نے مجھ پر گولیاں چلائی تھیں وہ اتنے کم فاصلے سے میرے جسم میں بے شمار روشن دان بھی بنا سکتے تھے لیکن انہوں نے بھی اس سے گریز کیا۔ صرف مجھے زخمی کرنے پر اکتفا کی تھی۔ ان کی وہ رعایت خود ان کے لیے بہت مہنگی پڑی تھی۔ ماسٹر جی اور اس کے ساتھیوں نے کوٹھی میں داخل ہو کر بساط کا رخ پلٹ دیا تھا۔ وہ دونوں بھی کام آ گئے تھے مجھے بھوشن کی کوٹھی سے ملنے والی لاشوں کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں تھا لیکن میرا خیال تھا کہ [illegible] کی تعداد بہرحال مجھ سے زیادہ ہی رہی ہو گی۔

پولیس کے لیے بہر طور دو چار کرنا کچھ مشکل نہیں تھا۔ حقائق کی روشنی میں کہانی بھی آسان اور واضح سی تھی [illegible] بھوشن کو قتل کرنے کے ارادے سے اپنے کچھ آدمیوں کے ہمراہ زبردستی اس کی کوٹھی میں داخل ہوا۔ جواب۔۔۔ درمیان [illegible] ٹکراؤ ہوا جس میں بھوشن کے کچھ آدمی کام آ گئے۔ بس ایک بات میرے حق میں تھی کہ بھوشن صرف ہاتھا پائی میں زخمی ہوا [illegible] جبکہ ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق میرے جسم پر دو جگہ گولی کے واضح نشان موجود تھے لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ میرے مقابلے میں بھوشن کے تعلقات حکمران طبقے میں دور تک تھے۔ ان ہی تعلقات کی بنا پر وہ ضمانت پر رہا ہوا تھا اور [illegible] بھی منہ کی کھانی پڑی تھی۔

بڑی دیر تک میں ان ہی خیالات میں کھویا رہا۔ قانونی [illegible] سے مشورہ کرنے والی بات میں نے سراج کو محض [illegible] کرنے کی خاطر کی تھی۔ دراصل مجھے کچھ وقت درکار تھا کہ [illegible] اپنے دفاع کے لیے کوئی موثر کہانی گھڑ سکتا۔ مجھے اس بات کا بھی کامل یقین تھا کہ عثمان غنی مجھے پیش آنے والے حالات سے بے خبر نہ ہو گا اور پہلی فرصت میں مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے گا۔

"کب تک الجھنوں میں مبتلا رہو گے رفیقی۔"

عثمان غنی کی آواز میرے کانوں میں گونجی تو میں نے [illegible] کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ میرے قریب کھڑا شرارتی انداز [illegible] مسکرا رہا تھا۔

"تم۔۔۔"

"ہاں۔۔۔" اس نے میری کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے جواب دیا۔ "پریشان مت ہو رفیقی' بھوشن کا وہ کارندہ [illegible] جا چکا ہے۔ جس نے تم کو تمہارے ساتھیوں سمیت زبردستی [illegible] کیا تھا' وہ تمہیں بھوشن کی کوٹھی میں ختم کر کے قانون کی نگاہوں میں دھول جھونکنا چاہتے تھے لیکن ایک ذرا سی [illegible] تمہارے کام آ گئی جس کی بنا پر بھوشن کے ساتھیوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ بھوشن نے تمہیں طاقت کے بل پر زیر کرنے کی کوشش کی تھی' ناکام ہوتا دیکھ کر اس نے اپنے باڈی گارڈز کو گولیاں چلانے کا اشارہ کیا تھا لیکن پیشتر اس کے کہ وہ کامیاب ہوتے تمہارے ساتھیوں کی گولیاں انہیں چاٹ گئیں۔ بھوشن اسپتال میں ہونے کے باوجود دیوانہ ہو رہا ہے۔ اسی [illegible] ایک اجرتی قاتل نے اسپتال میں داخل ہو کر تمہیں مارنے کی کوشش کی' اپنا غصہ اتارنے کی خاطر کمرے کے ساز و سامان کو نقصان پہنچایا لیکن پہرے پر موجود ایک سپاہی نے جان پر کھیل کر اسے گرفتار کر لیا' وہ ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں اپنا بیان

ریکارڈ کرا چکا ہے۔"

"میں تمہاری بات نہیں سمجھ سکا۔"

"آہستہ آہستہ سمجھنے لگو گے رفیقی۔" وہ آنکھ جھپکا کر بولا۔ "اپنے دوست سے کہنا کہ وہ سراج کو معاف کر دے' وہ بے چارہ پہلے ہی پاگلوں کی طرح چکرایا چکرایا پھر رہا ہے۔ حالات کے زیروبم نے اس کی عقل بھی خبط کر دی ہے۔"

پھر عثمان غنی نے اشارہ کیا تو میں نے کمرے کی حالت پر نظر ڈالی میرا ذہن بھی گھوم کر رہ گیا۔ اسپتال کے جس کمرے میں' میں پڑا تھا اس کا بیشتر سامان الٹا پڑا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے کئی آدمیوں نے بیک وقت وہاں داخل ہو کر توڑ پھوڑ کی ہو میں ابھی عثمان غنی سے مزید کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سراج دو سپاہیوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ وہ بری طرح بوکھلایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ عثمان غنی میرے قریب سے ہٹ کر ایک کرسی پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اس کی کیفیت اس کھلنڈرے بچے سے مختلف نہیں تھی جو اپنی کسی شرارت پر بیٹھا مسکرا رہا ہو۔

"آئی ایم سوری مسٹر شہباز۔" سراج نے میرے قریب آ کر شکایت آمیز لہجے میں کہا۔ "اگر آپ نے پہلے ہی مجھے اصل صورت سے آگاہ کر دیا ہوتا تو۔۔۔"

"شاید جو سپاہی آپ نے یہاں متعین کیے تھے وہ اس کمرے میں زبردستی داخل ہو کر توڑ پھوڑ نہ کر پاتے۔"

"مجھے خود بھی حیرت ہے۔" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "جو شخص آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے یہاں داخل ہوا تو اسے بلاوجہ توڑ پھوڑ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"کبھی اس سے ملاقات ہوئی تو پوچھ کر بتاؤں گا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"وہ اس وقت پولیس کی تحویل میں ہے اور اس نے ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں جو بیان دیا ہے وہ بھی آپ کے حق میں ہے لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر بھوشن کے آدمیوں نے آپ کے ساتھیوں سمیت آپ کو زبردستی اسلحہ کے زور پر اغوا کیا تھا تو آپ نے اصلیت بتانے سے گریز کیوں کیا۔"

"جو حساب میرے اور بھوشن کے درمیان ہے اس کے بیچ میں کسی اور کو نہیں لانا چاہتا۔"

"اچھے جا رہے ہو رفیقی۔" عثمان غنی نے مسکرا کر کہا۔

"بہرحال اب آپ پر سے پولیس کا پہرہ ہٹا لیا گیا ہے البتہ آپ کی حفاظت کی خاطر۔۔۔"

"سوری مسٹر سراج۔" میں تیزی سے بولا۔ "مجھے اپنی حفاظت کرنی آتی ہے۔"

اسی وقت ندیم کمرے میں داخل ہوا' بازی پلٹی دیکھ کر اسے بھی حیرت ہوئی تھی' وہ مجھ سے باقاعدہ ملاقات کرنے کا اجازت نامہ حاصل کر کے آیا تھا۔ اصل صورت حال کا پتا چلا تو اس نے سراج کو گھور کر دیکھا۔

"کیا میں دریافت کر سکتا ہوں محترم ڈی ایس پی صاحب کہ آپ کے قابل اعتماد اور مسلح آدمیوں کی نگرانی کے باوجود یہ سب کچھ کس طرح ممکن ہوا۔" ندیم نے بڑے تیکھے لہجے میں کہا۔ "کیا حالات کے پیش نظر اب میں آپ کو ان تمام باتوں کا ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتا۔"

"لیکن۔۔۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ نے بھوشن کے ساتھ کوئی ساز باز کر لی ہو۔" ندیم نے اس کا جملہ سنے بغیر کہا۔ "محبت اور جنگ میں تمام حربوں کا استعمال جائز ہوتا ہے۔"

"نہیں۔" میں نے جلدی سے درمیان میں مداخلت کی۔ "اس میں مسٹر سراج کا کوئی قصور نہیں ہے۔"

سراج نے ندیم کو بہت غور سے دیکھا۔ ندیم کا جواب سن کر اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا تھا لیکن اس نے ضبط کا مظاہرہ کیا اور اسپتال کے عملے کا بیان ریکارڈ کرنے کی غرض سے چلا گیا۔ ندیم نے اس کے جانے کے بعد معنی خیز انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہاری کالکا رانی پھر تم پر مہربان ہو رہی ہے' ورنہ بات صرف توڑ پھوڑ تک محدود نہ رہتی۔"

کالکا کا نام سن کر میں نے عثمان غنی کی طرف دیکھا۔

"وہ میرے ہاتھ سے بچ کر نکل گئی۔" عثمان غنی نے میری نظروں کا مفہوم بھانپتے ہوئے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "بندہ سے صرف وہی کرتا جو میں کہوں' اگر تم نے بھوشن کو جان سے مارنے کا خیال دل میں نہ کیا ہوتا تو کوئی طاقت تمہیں زخمی بھی نہیں کر سکتی تھی۔ بہرحال فکر مت کرو' تم بہت جلد صحت یاب ہو جاؤ گے اور اس کے بعد۔" وہ اپنا جملہ نامکمل چھوڑ کر معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔" ندیم نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے دوبارہ سوال کیا۔

"میں جب نیند سے بیدار ہوا تو بساط الٹ چکی تھی' ہو سکتا ہے یہ سب کالکا ہی کی مہربانی ہو۔" میں نے بات ٹالنے کی خاطر کہا پھر ندیم سے ادھر ادھر کی بات کرنے لگا' میرے سمجھانے پر اس نے سراج کی جانب سے دل صاف کر لیا تھا ورنہ اس کے ارادے زیادہ نیک نہیں تھے۔

تیسرے روز میں اسپتال سے گھر آ گیا۔ ان دنوں میں عارفہ نے رو رو کر اپنا برا حال کر رکھا تھا۔ نسیم کی پریشانی بھی قابل دید تھی۔ میں گھر پہنچا تو ان دونوں نے نذر نیاز کا سلسلہ شروع کر دیا۔ عثمان غنی کے کہنے کے بموجب میرے زخم حیرت انگیز طور پر بہت تیزی سے بھر رہے تھے۔ ندیم کے گھر [illegible]

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

طرح محفوظ تھا۔ ابھی تک اس راز سے پردہ نہیں اٹھ سکا تھا کہ نادیدہ قوتیں اس مکان کے اندر داخل ہونے سے کیوں کتراتی ہیں؟"

گھر آنے کے بعد ہی مجھے بھوشن کی کوٹھی پر پیش آنے والے حادثے کی مکمل تفصیل معلوم ہوئی۔ اس کے کل سات آدمی کام آگئے تھے۔ دو روز تک وہ بھی اسپتال میں پڑا زخموں کی مرہم پٹی کراتا رہا تھا۔ اپنے بیان میں اس نے جو کچھ میرے خلاف کہا تھا' اسپتال میں میرے کمرے میں ہونے والی توڑ پھوڑ نے اس کے وزن کو بہت ہلکا کر دیا تھا' بھوشن کے جس آدمی نے مجھ پر حملہ کیا تھا وہ اس کا پرانا اور خاص کارندہ تھا۔ اس نے مجسٹریٹ کی موجودگی میں اقبال جرم کیا تھا۔ اس سوال کے جواب میں کہ اس نے مجھے قتل کرنے کے بجائے توڑ پھوڑ کیوں کی اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے خوفزدہ کر کے اور سہما سہما کر مارنے کا متمنی تھا۔ اپنی دانست میں پولیس کے ان کارندوں کو جو سراج کی جانب سے میرے کمرے میں تعینات کیے گئے تھے وہ طویل بے ہوشی سے دوچار کرنے کے بعد اندر آیا تھا لیکن بدقسمتی سے ایک کارندہ جلدی ہوش میں آگیا جس نے اسلحے کے زور پر اس پر پوری طرح قابو پالیا تھا' بھوشن نے اپنے اس کارندے کے خلاف صرف یہی کہا کہ شاید اس کا ذہنی توازن اپنے ساتھیوں کی موت کی وجہ سے خراب ہو چکا تھا ورنہ بھوشن نے اس قسم کے کسی خطرناک کام پر مامور نہیں کیا تھا۔ حقیقت کیا تھی اس کا علم میرے سوا کسی اور کو نہیں تھا جو کچھ ہوا تھا اس میں عثمان غنی کا ہاتھ شامل تھا جس کی ایک بات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے میں زخمی ہوا تھا۔

پانچ روز بعد میں باہر لان پر ایک ایزی چیئر پر بیٹھا حالات کے نئے رخ پر غور کر رہا تھا کہ ندیم نے کہا۔

"کیا گھر میں پڑے پڑے تمہیں بوریت کا احساس نہیں ہو رہا۔"

"عاصمہ اور نسیم دونوں کا اصرار ہے کہ میں ابھی کچھ دنوں تک اور آرام کروں۔"

"ملیحہ کے بارے میں کیا خیال ہے۔" ندیم مسکرایا۔

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"آج شام دو خوبصورت ستارے ٹکرانے والے ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "میں نے ماہ رخ سے وعدہ کیا ہے کہ آج اسے ملیحہ سے ضرور ملواؤں گا کیا تم ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سے محظوظ ہونا پسند نہیں کرو گے۔"

"نیکی اور پوچھ پوچھ۔"

"ایک تجربے کی بات خاص طور پر نوٹ کرلو۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں چٹخارہ لیا۔ "جب دو حسین عورتوں میں جنگ ہو تو انسان کو صرف بات رفع دفع کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے لیکن کھل کر کسی ایک کی حمایت نہیں کرنی چاہیے ورنہ دوسری جیلس ہو جاتی ہے اور خاص طور پر جب تم دونوں سے واقف ہو۔"

"یہ تجربے تم نے شادی سے پہلے حاصل کیے ہیں یا۔۔۔"

"کسی کا حق مارنے اور منہ مارنے میں بڑا فرق ہوتا ہے مائی ڈیئر۔" ندیم نے بائیں پلک جھپکا کر کہا۔ "گھر کا کھانا کھاتے کھاتے اگر طبیعت اکتانے لگے تو ایک آدھ وقت بازار کی خوراک چکھ لینے میں کوئی حرج بھی نہیں اور پھر میرا تعلق۔۔۔"

"جس کاروبار سے ہے اس نے تمہیں خاصا ڈھیٹ بنا دیا ہے۔" میں نے جملہ مکمل کیا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"ماہ رخ مجھے بتا چکی ہے کہ رفتہ رفتہ تم بھی ڈھیٹ بننے کی پریکٹس شروع کر چکے ہو۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ ماہ رخ اور ملیحہ کی ملاقات کسی زنانی اکھاڑے میں تبدیل ہو جائے گی۔" میں نے ندیم کی کہی ان سنی کرتے ہوئے پوچھا۔

"فرض کرو ایسا ہو گیا تو تم کس کا ساتھ دو گے۔" ندیم نے لہرا کر دریافت کیا۔

"میں دونوں پر لعنت بھیج کر واپس آجاؤں گا۔"

"اوپری دل سے میرا جواب بھی یہی ہو سکتا تھا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے خوشی تھی کہ ندیم کی خفگی آہستہ آہستہ دور ہوتی جا رہی تھی ورنہ وہ اس بات پر شاکی تھا کہ میں نے بھوشن پر چڑھ دوڑنے کی حماقت کیوں کی تھی' ہم دونوں بات کر رہے تھے کہ سراج آگیا۔ ندیم اور اس کے درمیان میری کوششوں نے ایک بار پھر مفاہمت کی فضا پیدا کر دی تھی۔

"کوئی نئی اطلاع۔" میں نے دریافت کیا۔

"بھوشن کی چالیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔" سراج نے کہا۔ "کل تک وہ آپ کے خلاف زہر اگل رہا تھا۔ اوپر سے پریشر ڈلوا رہا تھا اور آج اس نے آپ کے خلاف جو پرچا کٹوایا تھا وہ واپس لینے کی تحریری درخواست پیش کر دی ہے۔"

"کوئی وجہ تو ضرور لکھی ہوگی۔" ندیم نے پوچھا۔

"جی ہاں۔۔۔ اس نے لکھا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ محض ایک معمولی سی غلط فہمی کا نتیجہ تھا ورنہ اس کے آپ کے درمیان کبھی کوئی کشمکش نہیں رہی۔"

"اس کا یہ بیان کسی گہری سازش کی نشاندہی کرتا ہے۔" ندیم نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "ہمیں اب اس دو غلے دشمن سے زیادہ محتاط رہنا پڑے گا۔"

میں نے سراج کی بات پر زیادہ تعجب کا اظہار نہیں کیا' میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ بھوشن کی جانب سے پیش کی جانے والی

درخواست میں بھی کسی نہ کسی زاویے سے عثمان غنی کا ہاتھ ضرور موجود ہوگا چنانچہ میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔

"نغمہ کے اس کزن کا کیا بنا جس نے سلمان قیصر کی موت کی ذمہ داری قبول کرلی تھی۔"

"وہ اب خاموش ہو گیا ہے۔" سراج نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی تھی کہ کیا سلمان قیصر کی موت میں اس کے جذبہ رقابت کا کوئی دخل تھا' مگر وہ صرف مجھے گھور کر رہ گیا۔"

"عدالت میں اس نے کیا بیان دیا ہے۔"

"ابھی وہ پولیس کسٹڈی میں ہے' دس روز کے جسمانی ریمانڈ کی مدت ختم ہونے کے بعد ہی پولیس عدالت میں کیس پیش کرے گی۔"

"نغمہ اور اس کے والد نے کیا بیان دیا ہے۔"

"سیٹھ نعمان کی پوری پوری کوشش یہی ہے کہ آصف اس کیس سے رہا ہو جائے لیکن نغمہ کا خیال اس کے برعکس ہے۔" سراج نے جواب دیا۔ "میں نے جان بوجھ کر ان دونوں کا بیان علیحدہ علیحدہ لیا تھا' سیٹھ نعمان کا کہنا ہے کہ آصف ایک سیدھا سادا اور نیک لڑکا ہے جس نے محض پولیس کے ڈرائنگ روم ٹریٹمنٹ کے خوف سے ایک ناکردہ جرم کا اقرار کرلیا ہے لیکن مس نغمہ کا خیال ہے کہ سلمان قیصر کو آصف ہی نے مارا ہوگا۔"

"اس خیال کی کوئی وجہ بھی ضرور بتائی ہوگی۔"

"جی ہاں۔۔۔ اس کا خیال ہے کہ آصف اس سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن سلمان قیصر کے درمیان میں آنے کی وجہ سے اس کی خواہش کی تکمیل مشکل تھی چنانچہ اس نے جذبات میں آکر ایک خطرناک قدم اٹھانے کا رسک بھی مول لے لیا۔"

"کیا آصف نے کبھی نغمہ سے شادی کا اظہار کیا تھا۔" اس بار ندیم نے پوچھا۔

"یہی تو حیرت کی بات ہے۔" سراج نے کہا۔ "مس نغمہ کا کہنا ہے کہ آصف کو اتنی جرات کبھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ اس سے اظہار عشق کر سکتا۔"

"آپ کی ذاتی رائے کیا ہے۔"

"ابھی تک ہم آصف کی زبان کھلوانے کی کوشش کر رہے ہیں' سیٹھ نعمان کی وجہ سے ہم اس پر زیادہ تشدد بھی نہیں کر سکتے۔ اصل معاملہ کیا ہے اس کا علم عدالت میں جانے کے بعد ہی ہوگا۔"

"کیا آپ نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ سلمان قیصر کی لاش کے قریب سے جگت نارائن کی پہچان ایک مخصوص سکے کی صورت میں بھی پولیس کے ہاتھ لگی ہے۔"

"اسی بات نے کیس کو الجھا رکھا ہے۔" سراج نے

روزنامہ "امروز" میں چھپنے والے
فکاہیہ اور شگفتہ کالموں کا انتخاب

گستاخی معاف

★ ---- مظفر بخاری

قیمت: -/100 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

تھوڑے توقف سے کہا۔ "مخصوص سکہ جگت نارائن کی نشاندہی ضرور کرتا ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ آصف کا تعلق جگت نارائن کے گروہ سے بھی ہو سکتا ہے۔"

"کوئی وجہ۔۔۔"

"مسٹر آصف کا سابقہ ریکارڈ آئینے کی مانند صاف ہے۔" سراج نے میری جانب غور سے دیکھا۔ غالباً وہ میرے نجوم والی حرکت کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اپنا ارادہ ترک کر کے بولا۔ "جس انداز میں آصف کی گرفتاری عمل میں آئی ہے وہ بھی میرے لیے حیرت انگیز ہے۔ اگر وہی قاتل ہوتا اور اس کا تعلق جگت نارائن کے ٹولے سے ہوتا تو میرے دفتر کے آگے پیچھے منڈلانے کی حماقت کبھی نہ کرتا۔"

سراج کے جانے کے بعد ہم فارم ہاؤس کے لیے روانہ ہوگئے۔ عاصمہ نے بڑی مشکل سے مجھے باہر جانے کی اجازت دی تھی۔ راستے میں ندیم نے پھر آصف کا ذکر چھیڑ دیا۔

"سراج نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے اپنے علم نجوم سے آصف کی نشاندہی کی تھی۔"

"میرا خیال ہے کہ اس نے جاگتے میں کوئی خواب دیکھا ہوگا۔" میں نے بات اڑانے کی خاطر کہا۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"اس وقت سراج تمہارے دفتر میں موجود تھا جب تم نے اس کا ہاتھ دیکھ کر کہا تھا کہ مجرم اس کے دفتر کے قریب موجود ہے۔" ندیم نے میرے جواب کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "تمہارے ہی اصرار پر سراج نے اپنے دفتر فون کیا تھا اور پھر آصف گرفتار ہو گیا تھا۔"

"لیکن ـــ" میں نے احتجاج کرنا چاہا۔

"میں سراج نہیں ندیم ہوں۔" وہ میری طرف گھور کر بولا۔ "سچ بتاؤ کیا تمہاری کالکا دیوی نے تو تمہاری مدد نہیں کی تھی؟"

"ہو سکتا ہے لیکن اگر کوئی ایسی بات ہوئی بھی ہے تو مجھے یاد نہیں۔" میں نے درمیانی راستہ اختیار کیا تو ندیم مسکرا کر رہ گیا۔ اس کے مسکرانے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ میرے جواب سے مطمئن نہیں ہے۔

فارم ہاؤس کے باہر ماہ رخ اپنی گاڑی میں پہلے سے موجود تھی۔ ہماری گاڑی رکتے ہی وہ تیزی سے پچھلی ہوئی گاڑی سے اتر کر قریب آئی۔ ندیم کو خونخوار نظروں سے گھور کر بولی۔

"دل چاہ رہا ہے تمہیں شوٹ کر دوں۔"

"پھر انتظار کس بات کا ہے۔"

"بکواس ـــ" وہ جھلا گئی۔ "کیا اب مجھے اتنا اختیار بھی نہیں ہے کہ تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے فارم میں داخل ہو سکوں۔"

"آئی سی۔" ندیم نے معاملے کی نوعیت معلوم ہونے کے بعد بڑی انکساری سے کہا۔ "میں معذرت خواہ ہوں لیکن تمہیں اس کی وجہ بھی معلوم ہے۔ تمہارے علاوہ کوئی اور بھی یہاں داخل ہو کر کیس بگاڑ سکتا تھا چنانچہ میں نے اپنے اسٹاف کو سیکورٹی کے معاملے میں سختی سے ہدایت دے رکھی تھی۔"

ماہ رخ نے بدستور غصیلی نظروں سے ندیم کو گھور کر دیکھا پھر ہماری گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ ندیم کی گاڑی پہچان کر صدر دروازے پر تعینات مسلح گیٹ مین نے دروازہ کھولنے میں بڑی مستعدی اور پھرتی کا ثبوت دیا تھا۔ ہم فارم ہاؤس والی کاٹیج میں جا کر گاڑی سے اترے تو ندیم نے ماہ رخ کے تیور دیکھ کر کہا۔

"کیا معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے؟"

"اس کا جواب میں تمہیں ملیحہ سے ملنے کے بعد ہی دوں گی۔"

"نہایت مناسب خیال ہے۔" میں نے ماہ رخ کی طرفداری کی۔ "یہ شخص اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس پر اعتماد کیا جائے۔ ملیحہ کو اس نے فارم ہاؤس میں چھپا رکھا ہے اس کا علم بھی مجھے ابھی راستے میں ہوا ہے۔"

"چور کا بھائی گرہ کٹ۔" ماہ رخ مجھے والہانہ نظروں سے دیکھ کر معنی خیز انداز میں بولی۔

دس منٹ بعد ہی ہم کاٹیج کے تہ خانے میں موجود تھے۔ ملیحہ کو دیکھ کر ماہ رخ کے چہرے کے تیور یکلخت خطرناک ہو گئے۔ ملیحہ نے اسے دیکھ کر شرمندگی کے اظہار کے طور پر اپنی نگاہیں نیچی کر لی تھیں۔ چند ثانیے تک فضا ٹینس (TENSE) رہی پھر ماہ رخ کی آواز کمرے میں گونجی۔

"کیا تم اس بات کا اقرار کرتی ہو کہ میرے اسٹاک میں وہ زہر آلود وائل تم نے ہی رکھی تھی؟"

"میں انکار نہیں کروں گی میڈم۔" ملیحہ نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔

"سلیمان شاہ کی اس سازش کے خلاف تم مجھے اشارہ بھی دے سکتی تھیں۔"

"میں مجبور تھی۔"

"اس لیے کہ تمہارے کرتوتوں کے کچھ ثبوت تصویروں کی شکل میں اس کے پاس موجود ہیں۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" ماہ رخ کسی زخمی شیرنی کی طرح دہاڑی۔ "کیا میں تمہیں معاف کر دوں گی۔"

"میں خود بھی اب زندہ رہنے کی خواہش مند نہیں ہوں لیکن مرنے سے پیشتر میں سلیمان شاہ سے اپنی بربادی کا انتقام ضرور لوں گی۔"

"یہ کام تم میرے خلاف کی جانے والی سازش سے پہلے بھی انجام دے سکتی تھیں۔"

"شاید مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے تھا لیکن اس وقت میں اتنی خائف تھی کہ میری عقل خبط ہو کر رہ گئی تھی۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے ٹھکانے لگانے کے بعد تم میری جگہ لینے کے خواب دیکھ رہی ہو اور اب میرے بچ جانے کے بعد تم نے کینچلی بدلنے کی اسکیم تیار کر لی۔" ماہ رخ نے سوچے میں کہا۔ اس کی نگاہیں بدستور ملیحہ کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"آپ کی یہ سوچ بھی حالات کی روشنی میں کچھ غیر فطری نہیں ہے لیکن میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔"

"سلیمان شاہ سے تمہارے تعلقات کب سے تھے؟"

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔" ملیحہ نے پہلی بار تیز لہجے میں جواب دیا۔ "میں نے سلیمان شاہ کو کبھی حد سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دی۔"

"اگر تم سچی ہو تو تمہیں سلیمان شاہ کے خلاف بھری عدالت میں اس کی کمینگی کی گواہی دینے پڑے گی۔"

"میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

"کیوں؟"

"میں عزت کی موت مرنا چاہتی ہوں اسی لیے میں نے

مسٹر ندیم سے درخواست کی تھی کہ مجھے ایک ڈارٹ گن فراہم کر دیں۔" ملیحہ نے بڑے پر اعتماد لہجے میں کہا۔ "میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ آپ کو سلیمان شاہ کی اور میری لاش ایک ساتھ ہی ملے گی۔"

"اور اس طرح تمہاری شرافت کے ڈنکے بجیں گے۔" ماہ رخ نے زہریلے انداز میں کہا۔

"جو کچھ بھی ہو لیکن اس وقت میں دنیا میں موجود نہیں ہوں گی۔"

"اور اگر میں یہ کہوں کہ میں سلیمان شاہ کو اس کی کمینگی کی کوئی عبرت ناک سزا دینا چاہتی ہوں تو۔"

"آپ حق بجانب ہوں گی۔"

"شٹ اپ ـــ" ماہ رخ کا پارہ چڑھنے لگا۔ "میں تم سے مشورہ نہیں بلکہ اپنے انتقام کے سلسلے میں تمہارے کردار کی ادائیگی کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔"

"سوری میڈم۔ شاید جلدی میں میرے منہ سے کوئی غلط بات نکل گئی تھی۔"

"تمہیں سلیمان شاہ کے خلاف اب میرے اشارے پر عمل کرنا ہو گا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ مجھے اپنے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔" ملیحہ کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"پہلے میں نے یہی سوچا تھا کہ تمہیں اپنے شکاری کتوں کی خوراک کے طور پر فراہم کر دوں۔ تمہارا لذیذ گوشت یقیناً ان کی شکم پری کا تسکین آمیز سبب بن سکتا تھا لیکن اب میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا ہے۔ میں تم کو اور سلیمان شاہ کو سسکا سسکا کر ماروں گی۔"

ہم خاموش تماشائی کی طرح کھڑے دونوں کی گفتگو سن رہے تھے۔ ملیحہ نے جو پیشکش کی تھی وہ بھی ٹھیک تھی اور ماہ رخ نے جو انداز اختیار کیا تھا وہ بھی غلط نہیں تھا۔ ویسے بھی کسی ایک کی طرف سے بولنا مناسب نہیں تھا لیکن ذاتی طور پر میں یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا کہ ملیحہ کو بدکردار ہونے کے باوجود اپنی بدنامی سے خوف آ رہا تھا جبکہ ماہ رخ اس حد سے قطعی بے نیاز ہو چکی تھی۔

"میں تمہارا جواب سننا چاہتی ہوں۔" ماہ رخ نے سفاک انداز میں کہا۔

"آپ مجھے جو سزا بھی دیں مجھے منظور ہو گی۔" ملیحہ نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"ندیم ـــ" ماہ رخ نے اس شدید غصے کی حالت میں بھی ندیم کو بڑی اپنائیت سے مخاطب کیا۔ "کیا تم مجھے کوئی ایسا فون فراہم کر سکتے ہو جس میں مائک کے علاوہ آنسرنگ مشین بھی موجود ہو۔"

"میں عام طور پر ایسا ہی فون استعمال کرنے کا عادی ہوں۔"

پھر ندیم نے اپنے آدمی کو بلا کر فون طلب کیا۔ ماہ رخ نے ایک بار پھر شعلہ بار نظروں سے ملیحہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تم فون پر سلیمان شاہ سے بات کرو گی ـــ اس ولد الحرام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرو گی کہ تم کہیں روپوش ہو اور اس وقت تک منظر عام پر نہیں آ سکتیں جب تک میں راستے سے نہ ہٹا دی جاؤں۔"

پھر اس نے ماہ رخ کے جواب کا انتظار کیے بغیر مائک اور ٹیپ کا بٹن دبایا اور سلیمان شاہ کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اس نے وہ مخصوص نمبر ڈائل کیا تھا جسے سلیمان شاہ کے علاوہ کوئی اٹینڈ نہیں کرتا تھا۔ دوسری جانب سے فون کی گھنٹی بجی تو ماہ رخ نے ریسیور ملیحہ کے حوالے کر دیا اور اسے قہر آلود نظروں سے گھورنے لگی۔ چار بار گھنٹی بجنے کے بعد دوسری جانب سے کال اٹینڈ کی گئی۔ کمرے میں سلیمان شاہ کی آواز گونج گئی تھی۔

"سر ـــ" ملیحہ نے مدھم اور سہمے لہجے میں کہا۔ "میں ملیحہ بول رہی ہوں۔"

"تم ـــ تم کہاں ہو؟"

"حالات نے مجھے روپوش ہونے پر مجبور کر دیا ہے سر۔ میں نے سنا ہے کہ میڈم موت کو شکست دینے کے بعد دوبارہ کوٹھی پر واپس آ گئی ہیں اور اب ان کے پالتو درندہ صفت جانور کونے کھدروں میں میری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔"

"مجھے اپنا پتا بتاؤ ـــ میں فوری طور پر تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ناممکن ہے سر۔" ملیحہ نے بڑا خوبصورت جھانسہ تراشا۔ "جو لوگ میری تلاش میں ہیں وہ یقیناً آپ کی نقل و حرکت کی نگرانی بھی ضرور کر رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ میں اتنی جلدی مرنا بھی نہیں چاہتی۔"

"تم اس دو کوڑی کی عورت سے خوفزدہ مت ہو۔" سلیمان شاہ نے حقارت سے کہا۔ "اگر کوئی کسی خطرناک زہریلے ناگ کو آستین میں پالتا ہے تو اس زہر نکالنے کے فن سے بھی بخوبی واقفیت رکھتا ہے۔ ماہ رخ میں ابھی اتنا حوصلہ پیدا نہیں ہوا جو وہ مجھ سے ٹکرانے کی حماقت کرے۔ تم بھی میری اڑان سے واقف ہو۔ میرے اشارے پر ماہ رخ کے سر کو بھی جوتے تلے مسل کر پھینکا جا سکتا ہے۔"

"اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن تم مجھے اپنا فون نمبر بتاؤ تاکہ میں بوقت ضرورت تم سے رابطہ قائم کر سکوں۔"

"میں نمبر بتا کر اس مہربان شخص کو خطرے میں نہیں ڈال

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

سکتی جس نے مجھے اپنی چھت کے نیچے پناہ دے رکھی ہے۔"

"تمہاری مرضی۔۔۔" سلیمان شاہ نے جھلا کر جواب دیا پھر تیزی سے بولا۔ "تم نے روپوش ہو کر حماقت ہی کا ثبوت دیا ہے' ماہ رخ کے فرشتے بھی تمہارے اوپر کوئی الزام ثابت نہیں کر سکتے تھے۔ میرا یہ بیان ہی بہت کافی ہوتا کہ اس نے اپنی آوارگی سے تنگ آکر خودکشی کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"آپ درست کہہ رہے ہیں سر۔ لیکن میڈم کو پھر بھی مجھ پر ضرور شبہ ہوتا اس لیے کہ میرے علاوہ کوئی دوسرا ان کے اسناک کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا تھا۔" ملیحہ نے بدستور اپنی خوبصورت اداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "میڈم اس بات کی تہہ تک بہ آسانی پہنچ سکتی ہیں کہ میں نے وہ زہر کی گولی سلیپنگ پل آپ کے اشارے پر ہی اسناک میں رکھی ہوگی۔"

"تم جانتی ہو کہ میں نے ایسا کیوں کیا تھا۔" سلیمان شاہ کسی خون آشام بھیڑیے کی طرح غرایا۔ "ایک دو ٹکے کے بزنس مین کے ساتھ اس کی تصویریں دیکھ کر میں صبر نہیں کر سکا تھا۔ اگر وہ تصویریں منظر عام پر آجاتیں تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہتا۔"

سلیمان شاہ کا اشارہ میرے علاوہ کسی اور کی طرف نہیں تھا اس لیے میں ایک لمحے کو گھبرا گیا۔

"میرا خیال ہے کہ اگر آپ ان دونوں ہی کو کسی طرح ایک ساتھ ختم کرا دیں تو یہ قصہ ہمیشہ کے لیے پاک ہو جائے گا۔" ملیحہ نے دبی زبان میں مشورہ دیا۔

"تم دو روز بعد مجھے فون کرنا۔ اس وقت تک میں کسی نتیجے پر ضرور پہنچ جاؤں گا۔"

پھر دوسری جانب سے ریسیور رکھنے کی آواز ابھری تو ماہ رخ نے آگے بڑھ کر سوئچ آف کر دیئے۔ ملیحہ نے خاموشی سے ریسیور ماہ رخ کی طرف بڑھا دیا۔

"گڈ۔" ماہ رخ نے اسے تعریفی جملوں سے نوازا۔ "تم کسی سازش کو مرتب کرنے میں خاصی ذہین واقع ہوئی ہو۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں کم از کم اس وقت تک زندہ رکھنا ضروری ہے جب تک سلیمان شاہ کیفر کردار تک نہیں پہنچ جاتا۔"

ملیحہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بدستور سر جھکائے کھڑی نچلا ہونٹ چباتی رہی۔ ماہ رخ نے فون سے ٹیپ شدہ گفتگو کا کیسٹ نکال کر اپنے قبضے میں کیا پھر ہماری طرف دیکھ کر بولی۔

"سلیمان شاہ نے مجھے دو کوڑی کی عورت کہہ کر اپنی موت ہی کو دعوت دی ہے۔"

"میں تمہیں جلد بازی میں کوئی قدم اٹھانے کا مشورہ نہیں دوں گا۔" ندیم نے کہا۔

"وہ سور کا تخم میرا زہر نکالنے کا خواب دیکھ رہا ہے اور تم مجھے انتظار کرنے کا مشورہ دے رہے ہو۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔" ندیم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "ابھی ہمارے پاس دو روز کی مہلت باقی ہے' اس دوران میں ہمیں ٹھنڈے دماغ سے کوئی جوابی کارروائی کے بارے میں سوچنا ہوگا۔"

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا۔" ماہ رخ نے بڑی بے غیرتی سے مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "وہ ہماری تصویر دیکھنے کے بعد ہی پاگل ہوا ہوگا۔"

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں چلنا چاہیے۔" میں نے جلدی سے اس کی ان سنی کرتے ہوئے ندیم سے کہا۔

"تمہیں اب پوری طرح محتاط رہنا ہوگا۔" ماہ رخ نے دوبارہ مجھے مخاطب کیا۔ "سلیمان شاہ اپنی سطح سے کتنا گر سکتا ہے تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے' ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے ختم کرنے کا منصوبہ بنانے سے پہلے تمہارے اوپر وار کرنے کی کوشش کرے۔"

"فکر مت کرو مائی ڈیئر۔" ندیم نے میری کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے ماہ رخ کو مخاطب کیا۔ "جب تک میں زندہ ہوں سلیمان شاہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ میں اس جیسے لوگوں سے نپٹنا جانتا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "تم بھی سلیمان شاہ سے کچھ کم خبیث نہیں ہو۔"

"ذرہ نوازی ہے تمہاری جو اس قابل سمجھتی ہو ورنہ من آنم کہ من دانم۔"

اس کے بعد ندیم نے وہاں رکنے کی کوشش نہیں کی' ماہ رخ نے تہہ خانے سے نکلتے نکلتے ایک بار پھر ملیحہ کو کچھ عجیب نظروں سے گھورا تھا۔ ان نظروں میں ہمدردی اور حقارت کے ملے جلے تاثرات موجود تھے!

☆ ——— ❖ ——— ☆

مکمل صحت یاب ہونے کے بعد میں نے دفتر میں قدم رکھا تو میرے پورے اسٹاف نے میری مزاج پرسی کی۔ دانش اور عابد نے خوشی میں مٹھائی تقسیم کی۔ بہت دیر تک وہ میرے ہی آفس میں موجود رہے' یہ میرے اپنے ساتھی' میرے وفادار ساتھی جن کی شب و روز کی محنت نے مجھے شہرت بخشی تھی' عزت دی تھی' دولت دی تھی' وہ ایک ہی مشین کے مختلف پرزے تھے جو ایک دوسرے سے مربوط ہو کر حرکت کرنے کے عادی تھے اسی لیے ابھی تک میرے مشن میں کوئی فالٹ نہیں آیا تھا۔

اسٹاف کے افراد میں دانش (ساجد) بھی تھا جس نے میری خاطر بڑی قربانیاں دی تھیں۔ میری خاطر وہ موت سے بھی ٹکرا سکتا تھا لیکن میں نے اپنی ضد میں آکر اسے ڈرائیونگ کے فرائض سے سبکدوش کرکے ایک دوسرے کام پر لگا دیا تھا۔ مجھ پر تنہا منزل سر کرنے کا جنون سوار تھا۔ اس وقت وہ بھی میری

حت کے اس مشن میں جس میں سب اپنے تھے کوئی غیر نہیں تھا' برابر کا شریک تھا۔ چہرے پر داڑھی اور دوسری تبدیلیاں آجانے کے بعد وہ حالات کے پیش نظر سب سے الگ تھلگ ہو کر دانش کے بجائے ساجد بننے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ بھی خوشی سے تمتما رہا تھا لیکن مجھے اس کی روشن آنکھوں میں دور کہیں ایک شکوہ سا ٹمٹماتا نظر آیا۔ شاید وہ اس بات سے شاکی تھا کہ میں نے اسے خود سے دور کیوں کر دیا۔ اس کا شکوہ بے جا نہیں تھا۔ سب کی موجودگی میں' میں خاموش رہا لیکن سب کے جانے کے بعد میں دانش کو روک کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"تم شاید مجھ سے ناراض ہو کیوں۔"

"جی نہیں۔۔۔ میں بھلا آپ سے کس طرح ناراض ہو سکتا ہوں۔"

"جھوٹ بول رہے ہو۔" میں بڑی اپنائیت سے بولا۔ "میں تمہارے ذہن میں ہونے والی اتھل پتھل کو محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ جواب میں خاموش رہا گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ میں نے جیب سے اپنی گاڑی کی چابی نکال کر مسکراتے ہوئے اس کے حوالے کی تو اس کا چہرہ اچانک کھل اٹھا۔

"اگر آپ کو کچھ ہو جاتا باس تو میں خود اپنی نگاہوں میں گر جاتا۔" اس نے جذباتی انداز میں کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو۔"

"پھر۔۔۔ آپ نے مجھے خود سے دور کیوں کر دیا تھا۔" میرا شبہ اس کی زبان پر آگیا۔

"میں کسی کی مدد کے بغیر اپنے دشمنوں سے حساب برابر کرنا چاہتا ہوں۔" میں یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ "اب تک وہ سب مجھ سے کھیل رہے تھے مگر اب میری باری ہے' میں انہیں سکون کی نیند نہیں لینے دوں گا۔"

"میں ہر محاذ پر آپ کے ساتھ رہوں گا۔"

"ایک شرط پر۔"

"وہ کیا۔" وہ مجسم سوال بن گیا۔

"ندیم میرا دوست ہے' میرا ہمدرد ہے' میرا ساتھی ہے' میری خاطر وہ سنگلاخ پہاڑوں سے بھی ٹکرا جانے سے بھی گریز نہیں کرے گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ ایک بار خود تن تنہا اپنے بازوؤں کی آزمائش بھی کر لوں' تم میرے ساتھ رہ سکتے ہو لیکن اس شرط پر کہ تم اپنی زبان سے میرے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں باس۔۔۔ لیکن وہ جو آپ کی نگرانی پر مامور ہیں وہ تو خاموش نہیں رہیں گے۔"

"تمہیں ان کا کام کرنے دو' تم صرف میرے کہنے پر عمل کرو۔"

بالِ جبریل — ڈاکٹر محمد علامہ اقبال — قیمت : -/30
ضربِ کلیم — ڈاکٹر محمد علامہ اقبال — قیمت : -/40
بانگِ درا — ڈاکٹر محمد علامہ اقبال — قیمت : -/60
شاعرِ امروز و فردا — ڈاکٹر محمد علامہ اقبال — قیمت : -/150
مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

دانش چلا گیا تو میں فائلوں کو دیکھنے لگا۔ میری غیر موجودگی میں بہت ساری فائلیں جمع ہو گئی تھیں' میں ان میں سے پہلے ان فائلوں کو دیکھنے لگا جن پر "اشد ضروری" کا ٹھپا لگا ہوا تھا۔ میں پوری توجہ اور انہماک سے ان فائلوں کو نپٹا رہا تھا جب مجھے اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے میں کمرے میں تنہا نہیں ہوں۔ میرے علاوہ کوئی اور بھی ہے۔ میں نے اپنے خیال کی تصدیق کی خاطر فائلوں سے نظر ہٹا کر دیکھا تو کالکا میرے گوشہ سکون کے ایک صوفے پر بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ ایک بار پھر وہ اپنے تمام کیل و کانٹے سے لیس ہو کر مجھے دعوت نظارہ دے رہی تھی۔ مجھے اس پر ہنسی آگئی۔ کبھی وہ پوری طرح مجھ پر حاوی تھی' میں اس کا دست نگر اور محتاج تھا۔ یہ اور بات ہے کہ میں متعدد موقعوں پر اسی کی وجہ سے موت کے منہ میں جاتے جاتے بچا تھا لیکن اب کفر کی وہ ناپاک قوت میرے لیے خطرناک بن گئی تھی' وہ مجھے میرے دشمنوں کے سامنے سرنگوں کرنے کی خواہشمند تھی لیکن عثمان غنی کے درمیان میں آجانے سے اس کا غرور و تکبر ٹوٹ گیا تھا' وہ اب مجھے لبھا کر اپنے حسن کا جادو جگا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتی تھی۔ اس کی قاتل اور ساحرانہ آنکھیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"اس قدر غور سے کیا دیکھ رہی ہو کالکا رانی۔"

"تم کام کرتے رہو مجھے اچھے لگ رہے تھے اس لیے میں نے تمہیں چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔" اس نے ایک ادا سے

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"ضرور آؤں گی لیکن اس سے پہلے تمہیں بتادوں کہ جس راستے پر تم نے قدم آگے بڑھائے ہیں اس کا موڑ تمہارے لیے خطرناک ہوگا۔"

"اسے دھمکی سمجھوں یا نصیحت۔" میں نے اسے بے پروائی سے جواب دیا۔

"میں جارہی ہوں شہباز خان مگر یہ بات اپنی کھوپڑی سے نکال دو کہ تم کاکا کی مہان شکتی جسے دیوتاؤں کا آشیرباد بھی حاصل ہے آسانی سے چھٹکارا پالو گے۔ ایک دن پھر تمہیں میرے چرنوں پر جھکنے کے لیے مجبور ہونا ہوگا۔"

"میں تو اس وقت بھی تیار ہوں لیکن شاید تم میرے قریب آنے سے گھبرا رہی ہو۔"

"یہ خیال ہے تمہارا۔ لیکن جب من میں میل ہو تو شریر کا ملاپ ہمیوتوں کو شوبھا نہیں دے گا۔"

"پھر تم اس قاتلانہ انداز میں میری پیاس بھڑکانے کی غرض سے کیوں آئی تھیں۔" میں نے شکوہ کیا۔ "وہ کوئی معمولی عورت نہیں تھی' کاکا تھی' جس کے بے شمار چمتکار اپنی بند آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔

"پروفیسر ابرار کے سلسلے میں تم نے کاکا کے ساتھ دھوکا کرکے اچھا نہیں کیا پر تو میں اتنی جلدی اپنے ارادے سے باز نہیں آؤں گی۔ بھوشن نے ہاتھ باندھ کر مجھ سے اس کار سوئے کی فرمائش کی ہے میں اس کی اچھا (آرزو) ضرور پوری کروں گی۔"

"ایک بات پوچھوں کاکا۔"

"پوچھو۔"

"کیا تم بھوشن کے ساتھ بھی لگاوٹ کی باتیں کرتی ہو۔"

"اب تم میرا اپمان کر رہے ہو۔" اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں بھڑکتے شعلوں کا رقص شروع ہوگیا۔

"مجھے غلط مت سمجھو کاکا رانی۔" میں نے کسی پیدائشی عاشق کی طرح اظہار محبت کی۔ "کوئی بھی شخص رقابت کے شعلوں کو زیادہ دنوں نہیں دبا سکتا' شاید یہی وجہ ہے ابھی تک میں اور بھوشن ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بنے ہوئے ہیں۔"

"تم نے اونچا اڑنا بھی سیکھ لیا ہے۔" وہ زہرخند سے بولی۔ "اپنی حیثیت بچانے کی کوشش کرو شہباز خان' تمہاری وہ مسلمان والی بدھیا بھی ابھی تک کاکا کی گرد کو بھی نہیں چھو سکی۔ اس کی قدر کرو' ورنہ اگر یہ بھی گزر گیا تو پھر تمہارے لیے تمام راستے ایک ایک کرکے بند ہوجائیں گے۔"

"جگت نارائن کے بارے میں مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اسے غریب آصف کو پولیس کے جھمیلوں میں الجھانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"نفرت بہت بڑی ہوتی ہے' تمہیں کیوں؟"

"تم جو چاہے سمجھو لیکن کسی سندر کنیا کا اپمان کرنا بھی میرے نزدیک پاپ سے کم نہیں ہے۔"

"اب تم پاپ اور پن کی باتیں کرنا سیکھ گئے ہو' خوشی ہوئی مجھے۔"

"میں نے آصف کے بارے میں پوچھا تھا۔" میں نے اپنا سوال دہرایا۔

"گھبراؤ نہیں' سب کچھ بہت جلد جان پاؤ گے' بس کچھ دنوں کی بات ہے۔" کاکا نے مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھا پھر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ میں اس کے جانے کے بعد دوبارہ فائلوں کی سمت متوجہ ہونا چاہتا تھا کہ حسنہ کمرے میں داخل ہوئی۔ خلاف توقع وہ اس وقت بہت سنجیدہ نظر آرہی تھی۔

"کیا آج میری قسمت کے ستارے کہیں کبڈی کھیلنے گئے ہوئے ہیں۔" میں نے حسنہ کے بیٹھنے کے بعد اس کی سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ "ابھی کاکا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ آئی تھی لیکن روٹھ کر چلی گئی اور اب تم۔۔۔ تم شروع ہی سے روٹھی روٹھی نظر آرہی ہو۔"

"مجھے تمہاری حماقت پر غصہ آرہا ہے۔" خلاف توقع حسنہ نے کچھ زیادہ ہی بے تکلفی سے کہا۔ "تمہیں جب منع کردیا گیا تھا تو پھر تم نے بھوشن کو جان سے ماردینے کی خواہش کیوں کی تھی۔"

"کیوں؟ کیا تم نے اس بات کا اظہار نہیں کیا تھا کہ اب میں بھوشن کا قصہ تمام کردوں۔"

"جانتے ہو بھوشن نے تمہارے خلاف پولیس کیس کیوں واپس لیا ہے۔"

"کوئی گہری سازش۔" میں نے اس سے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ہاں۔۔۔" وہ پورے یقین سے بولی۔ "اسے ایسا کرنے کے لیے جگت نارائن نے مجبور کیا تھا۔ وہ براہ راست تمہیں ٹھکانے لگانے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔"

"آصف کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے' کیا واقعی وہ سلطان قیصر کا قاتل ہوسکتا ہے۔"

"نہیں۔۔۔" حسنہ بولی۔ "اس کی ایک الگ کہانی ہے' جگت نارائن کے آدمیوں نے اس کی کچھ مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر پھانسنے کی کوشش کی ہے وہ مجبوراً قربانی کا بکرا بننے پر آمادہ ہوگیا اس کے سوا اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔"

"ایسی بھی کیا مجبوری ہوسکتی ہے جو انسان کو پھانسی کے پھندے تک لے جانے پر مجبور کرسکتی ہے۔"

"جگت نارائن کے آدمیوں نے آصف کی جانب ایک

جواب دیا۔

"میرے کام تم سے زیادہ اہم اور ضروری تو کبھی نہیں رہے۔" میں نے ہلکا سا طنز کیا۔

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ اب تم کاکا سے دور ہوتے جارہے ہو۔" وہ لہراتی بل کھاتی اٹھی۔ ہوا کے کسی معطر جھونکے کی طرح میرے قریب آکر بولی۔ "اتنے کٹھور دل تم پہلے تو کبھی نہیں تھے۔"

"کبھی کبھی انسان کے اپنے اندر بھی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ بدلتے موسموں کی طرح اس کے انداز بھی رنگ تبدیل کرنے لگتے ہیں لیکن تمہاری بات اور ہے۔" میں نے اس کے سراپا کو بہت غور سے دیکھا۔ "تم میری محسنہ ہو' میں تمہارے احسانات کا شمار کرنا چاہوں تو شاید میرے لیے یہ بھی ممکن نہ ہوگا۔"

"کاکا پر طنز کر رہے ہو۔" وہ اٹھلا کر بولی۔

"تمہیں شاید دھوکا ہوا ہے۔" میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ "بھلا میں اور تم پر طنز کروں گا۔ تم جو مہان شکتی کی مالک ہو' تمہاری شکتی اپرمپار ہے' تم دیوتاؤں کی منظور نظر ہو' تم خود کو ہر رنگ میں ڈھالنے کی طاقت رکھتی ہو' تمہارا روپ نرالا ہے' تم نے میری وجہ سے شنکر کو ٹھکانے لگایا ہے' یاد ہے تمہیں۔۔۔ وہی شنکر جس کی وجہ سے میں نے تمہیں پہاڑ کی ایک تنگ و تاریک گپھا کی غلاظتوں سے نکالا تھا' اس وقت تم محض ایک بے جان مورتی تھیں لیکن اب۔۔۔ چنگاری نے چمک کر شعلہ کا روپ اختیار کرلیا ہے۔"

"شہباز خان۔۔۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا' شاید وہ اپنے وجود کو میرے تیرو نشتر سے گھائل ہوتا دیکھ کر تلملا اٹھی تھی۔

"تم وہ کاکا رانی' تمہارا سیوک تمہاری ہر آگیا کا پالن کرنے کو تیار ہے۔" میں نے کسی سعادت مند عاشق کا انداز اختیار کیا۔ "اب تو میرے سر سے وہ چھایا بھی دور ہوچکی ہے جس نے تمہیں میرے دل و دماغ تک پہنچنے سے روک رکھا تھا۔ اب تو تمام دوریاں ختم ہوچکی ہیں۔ تمام فاصلے ختم ہوگئے ہیں لیکن مجھے تم سے شکوہ ہے۔۔۔ تم کبھی میرے اوپر مہان ہوئی ہو تو اپنے حسن کے سحر سے مجھے تسخیر کرلیتی ہو' تمہاری گھنیری زلفوں کی چھاؤں تلے مجھے وہی سکون و راحت ملتی ہے جو کسی تھکے ہوئے مسافر کو نیم کے چھاؤں تلے میسر آتی ہے لیکن جب تم جوالا مکھی کا روپ دھارتی ہو تو میرا انگ انگ جل کر خاک ہونے لگتا ہے۔" میں نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "تم ایسا کیوں کرتی ہو کاکا رانی' میرے ساتھ دھوپ چھاؤں کا یہ کھیل کیوں کھیلتی ہو۔"

"میں سمجھ رہی ہوں شہباز خان۔" وہ تلخ انداز میں ہنسی۔

"تم ایک وقتی سہارا پاکر اپنی کاکا کو بھولنے کی کوشش کر رہے ہو' پر تم اتنا یاد رکھنا کہ جب وہ چھایا ہمارے درمیان سے ہٹ گئی تو کوئی اور شکتی بھی کاکا کا راستہ نہیں کاٹ سکے گی۔"

"شما (معاف) کرنا کاکا رانی۔" میں نے اسے جلانے کی خاطر کہا۔ "میں تم سے بھوشن مہاراج کی خیریت دریافت کرنا تو بھول ہی گیا تھا۔"

"اس کی چنتا مت کرو' جب تک میں اس کے ساتھ ہوں تمہاری منوں کامنائیں (خواہش) پوری نہیں ہوں گی۔"

"تم حکم دو میں بھوشن کے راستے سے ہٹ جاؤں گا' تمہارے بڑے انگا (احسان) ہیں مجھ پر۔"

"یہ تم نہیں' وہ شکتی بول رہی ہے جس نے تمہیں سبز باغ دکھا کر اپنی مٹھی میں کرلیا ہے۔"

"اور سناؤ کیا خبر ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "میں تمہارا شکریہ ادا کرنا تو بھول ہی گیا' مجھے یقین ہے کہ بھوشن نے تمہارے ہی مشورے پر میرے خلاف پولیس کیس واپس لیا ہے۔"

"نہیں۔۔۔ میں اس سے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔" کاکا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ اس کی اپنی کوئی چال ہے۔"

"لیکن تم مجھے اس کی چال سے آگاہ نہیں کروگی۔"

"تم کیا چاہتے ہو۔"

"مجھ سے بار بار ناراض مت ہوجایا کرو۔" میں نے روٹھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم پروفیسر ابرار سے ملنے گئے تھے؟" وہ میرے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں۔۔۔ تمہارے حکم کے مطابق میں وہاں کی سن گن لینے گیا تھا لیکن پروفیسر بری طرح چڑچڑا ہو رہا ہے' مارگریٹ کی موت نے شاید اس کے ذہن پر کوئی خوشگوار اثر نہیں چھوڑا۔"

"بات اب ابھی کرنے لگے ہو۔"

"تمہاری کرم نوازیاں ہیں ورنہ۔۔۔"

"ایک بات کہوں شہباز خان۔۔۔ کاکا سے چھل کپٹ تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔"

"میں بھی محسوس کر رہا ہوں کہ آج کل ہر طرف گرانی کا دور دورہ ہے۔"

"تم شاید بھول رہے ہو بھولے ناتھ کہ اب میں تمہارے من کا حال پڑھ سکتی ہوں۔"

"کیا تم اس وقت بھی یہی کہنے آئی تھیں۔" میں نے اس کے حسن کی سحر انگیزیوں کو للچائی نظروں سے دیکھا۔ "ایسی بھی کیا بے رخی دو گھڑی کو آتی ہو اور اکھڑی اکھڑی باتیں شروع کردیں۔ میرے قریب نہیں آؤ گی۔"

aazzamm@yahoo.com

چارہ ڈالا تھا' ایک مقامی کلب کی بدنام ڈانسر جو کبھی جگت نارائن کی کمزوری بھی رہ چکی ہے' جگت نارائن اپنے پیچھے کوئی ثبوت چھوڑنے کا عادی نہیں ہے۔" حسنہ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "خوبصورت عورتیں خواہ کتنی بدکردار کیوں نہ ہوں وقتی طور پر کسی بھی نوجوان کا راستہ روک سکتی ہیں' جگت نارائن نے بھی یہی کھیل کھیلا۔ پہلے اس ڈانسر کو آصف کے پاس بھیجا پھر اپنے آدمیوں سے اس قدر مقالی سے مروادیا کہ ایک لمحے کو خود آصف بھی اپنے آپ کو اس کا قاتل سمجھنے پر مجبور ہو گیا۔ وہاں کچھ ایسے افراد بھی موجود تھے جن کا تعلق بھی جگت نارائن کے گروہ سے تھا۔ انہوں نے آصف کو جائے حادثہ سے فرار کرا دیا لیکن اس سے پیشتر وہ آصف کی بوکھلاہٹ' رقاصہ کی آصف کی بانہوں میں موت اور پہلے سے طے شدہ تمام گفتگو کی ویڈیو تیار کر چکے تھے۔ آصف کی ایک بوڑھی ماں اور ایک جوان بہن بھی ہے۔ جگت نارائن نے ان دونوں کو زیر زمین پہنچا دیا ہے اور آصف کو دھمکی دی ہے کہ اگر اس نے جگت نارائن کے حکم کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو اس کی ماں بہنوں کو ختم کرا دیا جائے گا۔"

"اوہ۔ آئی سی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر سوچ کر پوچھا۔ "جگت نارائن اور آصف کی دشمنی کی کیا وجہ تھی۔"

"جگت نارائن بھی نغمہ کے چاہنے والوں میں سے ایک ہے۔ مگر ایسے چاہنے والوں میں سے جن کی تمام چاہتیں اور باتیں بس ایک رات تک قائم رہتی ہیں' مطلب نکل جانے کے بعد وہ اسے پہچاننے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔ جگت نارائن کے آدمیوں نے آصف کو آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ نغمہ کو کسی بھی بہانے سے ایک مخصوص مکان تک پہنچا دے۔" آصف اس پر آمادہ نہیں ہوا تو جگت نارائن نے اسے اپنا نشانہ بنا دیا۔"

"لیکن آصف ہی کیوں۔ وہ اپنے ٹولے کے شہدوں بدمعاشوں کے ذریعہ بھی نغمہ کو اٹھوا سکتا تھا۔"

"اس کا خیال ہے کہ اب وہ آصف کو بچانے کا سودا کر کے براہ راست نغمہ کو پھانسنے کی کوشش کرے گا۔"

"حسنہ۔" میں نے اسے غور سے دیکھا۔ "کیا تم مجھے جگت نارائن سے ٹکرانے کا کوئی موقع فراہم نہیں کر سکتیں۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ خوبصورت لڑکیوں کا رسیا ہے تو انہیں کیبرا ہی کی حیثیت میں بھی تسخیر نہ کرتا ہو گا۔ میں اسے کسی ایسے موقع پر ہی بے نقاب کرنے کا خواہشمند ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے۔" وہ بڑی صاف گوئی سے بولی۔ "میں تم کو پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ صرف بھوشن کی حد تک میں تمہارا ساتھ دو رو رہ کر دے سکتی ہوں۔"

"تمہیں بھوشن سے کیا دشمنی ہے۔" میں نے تیزی سے متعدد بار پوچھے جانے والے سوال کو ایک بار پھر دہرایا۔

"اس کا جواب تمہیں بھوشن کی موت کے بعد ہی مل سکتا ہے' اس سے پہلے نہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا پھر اٹھ کر چلی گئی۔ میں اب بڑی سنجیدگی سے آصف کے بارے میں سوچ رہا تھا جو کسی تیز دھار تلوار کے اوپر فضا میں بے یار و مددگار لٹکا ہوا تھا۔ زبان کھول دینے کی صورت میں اس کی بے گناہ بہن اور بوڑھی ماں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔ زبان بند رکھنے کی پاداش میں اسے خود پھانسی کے پھندے تک جانا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر نغمہ کے نمبر ڈائل کیے۔ اتفاق سے وہ مجھے گھر ہی مل گئی۔ کال بھی خود اسی نے ریسیو کی تھی۔

"میں آپ سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہوں۔"

"زہے نصیب۔" وہ بے تکلفی سے بولی۔ "یہ آپ کو اس اچانک اور ایمرجنسی میں مجھ سے ملاقات کرنے کا خیال کس طرح آ گیا۔"

"اس کا جواب میں فون پر نہیں دے سکتا۔ کچھ ایسی اہم بات ہے۔"

"ٹھیک ہے' آ جایئے میں آپ کو گھر پر ہی ملوں گی۔"

"میں آپ سے کسی ایسی جگہ ملنا چاہتا ہوں جہاں آپ کے ڈیڈی۔۔۔"

"وہ اس وقت ایک کانفرنس میں گئے ہوئے ہیں' واپسی رات سے پہلے نہیں ہو گی۔"

"پھر میں آ رہا ہوں۔" میں سلسلہ منقطع کر کے نیچے آیا' دانش گاڑی کے آس پاس ہی منڈلا رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے جلدی سے لپک کر پچھلا دروازہ کھول دیا۔ گاڑی میرے بیٹھتے ہی حرکت میں آ گئی۔

"کہاں چلنا ہے باس۔" دانش نے بلڈنگ کے احاطے سے نکل کر کھلی سڑک پر آتے ہوئے سوال کیا۔

"سیٹھ نعمان کا گھر دیکھا ہے تم نے؟"

"فکر نہ کریں' میں بمشکل دس منٹ بعد آپ کو ان کے عالی شان محل تک پہنچا دوں گا۔"

دانش نے غلط نہیں کہا تھا' چند رہ منٹ بعد ہی میں نغمہ کے ساتھ اس کے اسٹڈی روم میں تھا جہاں ہمارے علاوہ کوئی تیسرا شخص نہیں تھا' میں نے کسی تمہید کے بغیر اسے آصف کی پوزیشن سے آگاہ کیا تو ایک لمحے کو اس کی حسین اور کشادہ پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں پھر اس نے کچھ توقف سے کہا۔

"مجھے آصف کی ماں اور بہن سے پوری پوری ہمدردی ہے لیکن اس سلسلے میں بھلا میں کیا کر سکتی ہوں۔"

"تم ذرا سی عقل مندی کا ثبوت دو تو نہ صرف آصف ایک آہنی شکنجے سے آزاد ہو سکتا ہے بلکہ جگت نارائن بھی ہمارے ہاتھ لگ سکتا ہے۔"

"تو۔۔۔" نغمہ نے غصے سے جواب دیا۔ "میں اس باسٹرڈ

aazzamm@yahoo.com

کا نام سننا بھی پسند نہیں کر سکتی۔ بات کرنا تو دور کی بات ہے۔"

"بات تم نہیں' جگت نارائن یا اس کے کسی آدمی کے ذریعے شروع ہو گی اور تمہیں محض ڈرامے کے سین میں زندگی کا رنگ بھرنے کی خاطر اپنے دل پر جبر کر کے تھوڑی سی اداکاری کرنی ہو گی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ آصف بے گناہ ہے۔"

"سو فیصد۔"

"کیا میں تمہاری معلومات کا ذریعہ دریافت کر سکتی ہوں۔"

"او کے۔" میں مایوسی کے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "اگر تم یہ خوشی آمادہ نہیں ہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔"

میں واپسی کے لیے پلٹا تو اس نے لپک کر میری کلائی تھام لی۔ اس کے نرم و گرم ہاتھوں میں کچھ ایسی تپش تھی کہ میں تلملا کر رہ گیا۔ میں نے پلٹ کر نغمہ کی جانب دیکھا' وہ خود سپردگی کے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن ایک نامعلوم سی خواہش میرے اندر چھپے ہوئے شیطان کو اکسا رہی تھی' میرے قدم اکھڑ گئے۔ دوبارہ مجھے ہوش آیا تو نغمہ کے بھیگے ہوئے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی' وہ اپنی فتح پر بے حد خوش تھی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے اس سے آصف کے بارے میں دوبارہ کہا تو وہ میرا ساتھ دینے کو آمادہ ہو گئی۔ نغمہ کے ساتھ وہ سودا مہنگا ضرور تھا لیکن مجھے خوشی اس بات کی تھی کہ میں اب ایک تیر سے دو شکار کھیل سکتا تھا۔ آصف کی بے گناہی' اس کی ماں بہن کی رہائی اور جگت نارائن کے چہرے کی نقاب کشائی۔ واپسی پر میں اپنے ذہن میں اس ڈرامے کی پلاننگ کر رہا تھا کہ مجھے قریب سے عثمان غنی کی آواز سنائی دی۔

"یو آر گریٹ' رئیلی مجھے امید نہیں تھی کہ تم اتنی جلدی میری دوستی حاصل کر لو گے۔"

میں نے نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا' وہ پچھلی سیٹ پر میرے برابر ہی عجیب بچکانہ انداز میں آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔

"تم۔۔۔" میں نے دل ہی دل میں اسے مخاطب کیا۔ "کیا تم آصف کے سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہو۔"

"میرے لیے اتنے چھوٹے چھوٹے لفظ استعمال نہ کیا کرو۔" وہ بے پروائی سے بولا۔ "فکر مت کرو' آصف کا معاملہ بڑی آسانی سے طے ہو جائے گا۔"

"اور اس کی بوڑھی اور جوان بہن۔"

"وہ بھی میری دسترس سے باہر نہیں ہیں' لیکن اس وقت تمہیں آصف سے زیادہ احمد غوری پر توجہ دینی چاہیے جو درپردہ تمہارا کاکا جی کی ایماء پر پروفیسر کے ذہن کو آہستہ آہستہ مفلوج کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگر وہ کامیاب ہو گیا تو پروفیسر کا اہم فارمولا دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے گا اور وہ کمسن ندا احمد غوری نے اسے بھی اپنے خطرناک منصوبے کی خاطر اپنے جال میں پھانس رکھا ہے۔"

"ہاں۔۔۔ میں نے یہی محسوس کیا تھا۔" میں نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ "غالباً" کاکا کی طاغوتی قوت نے احمد غوری کے دل و دماغ کو پوری طرح اپنے ٹرانس میں لے رکھا ہے' وہی بھوشن کی خاطر پروفیسر سے وہ فارمولا حاصل کرنا چاہتی ہے۔"

"کاکا کو بھول جاؤ' رئیلی' وہ محض ایک سراب ہے اور سراب سے انسان کی پیاس کم ہونے کے بجائے اور بھڑک اٹھتی ہے۔"

"مجھے کیا کرنا ہو گا۔" میں نے غیر اختیاری طور پر پوچھا۔

"احمد غوری کی زبان کھلوانے کے بعد تم ندا جیسی حسین چڑیا کو بھی اس کے پنجرے سے آزاد کرا سکتے ہو اور اس اٹھائے کو بھی تحفظ فراہم کر سکتے ہو جو پروفیسر ابرار کی شکل میں تمہارے وطن کی خاطر اپنی زندگی داؤ پر لگا چکا ہوں۔"

"احمد غوری مجھے اس وقت کہاں مل سکے گا۔"

"اپنے ڈرائیور سے کہو کہ گاڑی کا رخ سول لائنز کی طرف موڑ لے۔ وہاں واقع واحد سپر اسٹور کی برابر والی عمارت کا اپارٹمنٹ کے تھرڈ فلور پر روم نمبر تھرٹی نائن میں تمہارا رہتا ہے۔ اس وقت بھی وہ تمہیں گھر پر ہی ملے گا' میں تمہارے آس پاس ہی رہوں گا لیکن پھر بھی تم محتاط رہنا' وہ کسی چھلاوے کی طرح بازی پلٹ دینے کا عادی ہے۔"

"میں اسے موت کے گھاٹ اتار دوں۔" میں نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"فی الحال اس کی ضرورت نہیں ہے۔" البتہ تم اسے اپنے دوست مسٹر سراج کے حوالے کر سکتے ہو' میں یہی چاہتا ہوں کہ تمہاری کاکا کی بے چینی کا بھی تماشا دیکھوں۔"

"کیا کاکا واقعی تم سے مقابلہ کرنے سے کتراتی ہے۔"

"احمد غوری کے بعد تمہیں ندا کا خیال رکھنا ہو گا۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر بڑی صاف گوئی سے بولا۔ "ایک بات یاد رکھو رئیلی انسان کو دوسروں سے بہت کچھ حاصل کرنے کی خاطر تھوڑا بہت خود بھی خرچ کرنا پڑتا ہے۔" اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی وہ فضا میں تحلیل ہو گیا۔

زندگی کی رفتار اچانک بہت تیز ہوتی جا رہی تھی' میری فہرست میں اب بھوشن کے بعد جگت نارائن کا نام بھی شامل ہو چکا تھا جو ابھی تک جرائم کی دنیا میں اور پولیس کے محکمے میں ایک ناقابل حل معما بنا ہوا تھا۔

اپارٹمنٹ تلاش کرنے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی' میں نے گاڑی سے نیچے اتر کر دانش کو بھی ساتھ آنے کا اشارہ کیا تو اس کے چہرے پر خوشی کے ڈونگرے برسنے لگے۔

"ہم اس وقت جہاں چل رہے ہیں وہاں تھوڑی بہت توڑ

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

پھوڑ ہونے کے بھی امکانات ہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں باس۔" دانش نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "بے کار بیٹھے میرے جوڑ بھی جام ہونے لگے ہیں۔"

"اس بات کا خیال رہے کہ ہمیں اس کو زندہ پکڑنا ہے۔" میں نے خاموشی سے کہا اور لفٹ میں سوار ہو گیا۔ تیسری منزل تک پہنچنے میں بمشکل پندرہ سیکنڈ لگے تھے۔ لفٹ سے باہر نکلتے ہی ہم اس کاریڈور میں پہنچ گئے جس میں خاصا دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ کاریڈور کے دونوں اطراف پرسکون اپارٹمنٹ موجود تھے۔ ہر اپارٹمنٹ کے سامنے ایک چینل کے خوبصورت گملے میں نازک نازک بیلیں لگی ہوئی تھیں۔ ذرا ذرا سی دوری پر دیوار پر خوبصورت فریمز میں خوش صورت مناظر کی تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ ٹیک وڈ کے دروازے کے سیدھے ہاتھ کی جانب درمیان سے ذرا اوپر چینل کے جگمگاتے نمبر اپارٹمنٹ کی نشاندہی کر رہے تھے۔ پورے کاریڈور میں ایئر کنڈیشن کی نیم سرد ہوائیں سبک خرام تھیں۔ میں تھرٹی نائن نمبر والے دروازے کے سامنے جا کر رک گیا۔ دانش کو تیار رہنے کا اشارہ کیا پھر کال بیل پر انگلی رکھ دی۔

دروازہ کھولنے والا خود احمد غوری تھا جو مجھے دیکھ کر بری طرح چونکا پھر سرد لہجے میں بولا۔

"تم ۔۔۔ یہاں بھی آ گئے۔"

"مجھے پروفیسر کے سلسلے میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"سوری ۔۔۔ میں گھر پر کسی ناواقف کار سے ملاقات کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"میں جو اطلاع آپ کے لیے لایا ہوں وہ بہت اہم بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"کیسی اطلاع۔" اس نے درشت لہجے میں سوال کیا۔ دزدیدہ نظروں سے وہ دانش کو بھی دیکھ رہا تھا۔

"ڈاکٹر جس غیر معمولی فارمولے پر کام کر رہا ہے اس کا نصف حصہ پہلے ہی اس کی لاعلمی میں لیبارٹری سے باہر نکل چکا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"مارگریٹ کی موت کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ اس نے بدعہدی کا ثبوت دے کر تمام رقم ہڑپ کرنے کی حماقت کی تھی۔"

"پھر ۔۔۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔" احمد غوری نے میرا جملہ سننے کے بعد کینہ توز نظروں سے گھورا۔

"میں صرف ایک مختصر سی بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے تیور بدل کر احمد غوری کو مخاطب کیا۔ "اگر مس ندا کے ہاتھ سے وہ مشروب گر پڑا تھا تو تمہارے چہرے کا رنگ کیوں فق ہو گیا تھا۔"

"گیٹ لاسٹ ۔۔۔" وہ حقارت سے بولا پھر اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی لیکن دانش پوری طرح حالات سے نپٹنے کو تیار تھا۔ اس نے برق رفتاری سے اپنا ایک پیر دروازے کے درمیان ڈال کر دھکا دیا تو احمد غوری اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ وہ اس غیر متوقع حملے کی وجہ سے لڑکھڑا کر اندر فرش پر گرا تھا لیکن جب تک ہم اندر داخل ہوتے وہ نہ صرف حیرت انگیز پھرتی سے اٹھ کھڑا ہو گیا تھا بلکہ اس کے ہاتھ میں اعشاریہ تین آٹھ کا ایک پستول بھی موجود تھا جس کے اوپر سائیلینسر فٹ تھا۔ اس نے ہم دونوں کو کور کر رکھا تھا۔ اس کی انگلی کی ایک معمولی سی جنبش بھی ہم دونوں کی کھوپڑی اڑا سکتی تھی۔

"اب بتاؤ۔" احمد غوری خطرناک انداز میں غرایا۔ "تم دونوں یہاں تک کس مقصد سے پہنچے ہو۔"

"فارمولا مائی ڈیئر۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تم اگر چاہو تو ٹریگر دبا سکتے ہو لیکن ایک بات ذہن نشین کر لو فارمولے کا وہ حصہ جو مارگریٹ کے ذریعے ہمارے ہاتھ لگا تھا تم تمام زندگی اسے حاصل نہ کر سکو گے۔"

"تمہارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم سچ بول رہے ہو۔" اس کی آنکھیں جھپکے بغیر ہمارے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"تمہیں شاید یاد ہو کہ لیبارٹری کی طرف جانے والے راستے پر واقع پہلی چیک پوسٹ کچھ عرصے پہلے ایک خوفناک دھماکے سے اڑ گئی تھی۔ چیک پوسٹ کا تمام عملہ فضا میں چیتھڑوں کی شکل میں بکھر گیا تھا۔ ملٹری کا ایک ریٹائرڈ افسر بھی چیک پوسٹ والے حادثے میں کام آ گیا تھا اور اس حادثے کے دس بارہ روز بعد ہی مارگریٹ بھی ختم کر دی گئی تھی۔"

"تم اس مشروب کے بارے میں کیا جانتے ہو جو مس ندا کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا تھا۔" وہ مجھے کینہ توز نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ پستول پر اس کی گرفت مضبوط تھی۔ خاص طور پر اس نے میرے سینے کا نشانہ لے رکھا تھا۔

"مخصوص ذہنوں کے مالک اپنے اندر ایسی قوت ارادی رکھتے ہیں جسے کمزور کیے بغیر انہیں ان کے مقصد سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔ "مارگریٹ کی موت نے پروفیسر کو پہلا جھٹکا پہنچایا تھا لیکن وہ اپنی دھن کا پکا ہے اس لیے اپنے وطن عزیز کے لیے اس فارمولے کی تکمیل کے کام میں مصروف ہے جو دشمنوں کی تمام دفاعی قوتوں کو غیر مؤثر بنا سکتی ہے۔ اب پروفیسر سے وہ فارمولا حاصل کرنے کا واحد طریقہ یہی ہے اس کی قوت ارادی کو کمزور کرنے کی خاطر اسے سلو پوائزننگ کر کے اس کے ذہن کو مفلوج کر دیا جائے لیکن

اس سے پہلے تم شاید پروفیسر سے فارمولے کے بارے میں ضرور معلومات حاصل کرو گے۔"

"اچھا ہوا جو تم چل کر یہاں آ گئے۔" احمد غوری کسی زہریلے ناگ کی طرح بل کھا کر بولا۔ "مجھے تمہاری تلاش کی خاطر کہیں بھٹکنا نہیں پڑا ۔۔۔ اوے ۔۔۔ اب تم ۔۔۔ دونوں یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکو گے۔"

"ہم یہاں سے تنہا واپس جانے کے لیے آئے بھی نہیں ہیں۔" دانش نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا۔ اس کے لہجے میں ترشی تھی۔ "تمہیں بھی ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔ فارمولا مکمل ہو جانے کے بعد ہمیں جو کچھ ملے گا اس کا ففٹی ففٹی کر لیا جائے گا۔ یہ آفر تمہارے لیے بھی سودمند ثابت ہو گی۔"

"میں مل بانٹ کر کھانے کا عادی نہیں ہوں۔" وہ معنی خیز انداز میں بولا۔ "رہا فارمولا تو پروفیسر کے ذہن میں اس کا پہلا حصہ بھی ضرور محفوظ ہو گا۔ نہ ہوتا تو وہ دوسرے حصے کی تکمیل میں اس طرح دیوانوں کی طرح شب و روز منہمک بھی نہ ہوتا۔"

"گویا تم ہمارے ساتھ پارٹنرشپ کرنے کو تیار نہیں۔" دانش ہی نے دریافت کیا۔ میری نظریں اس کی انگلی پر جمی ہوئی تھیں۔ میں موت سے خوفزدہ نہیں تھا۔ مجھے پوری توقع تھی کہ عثمان غنی حالات سے بے خبر نہیں ہو گا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ کہیں آس پاس ہی کھڑا ہماری گفتگو سن رہا ہو لیکن مجھے بس ایک لمحے کی تلاش تھی۔ میں احمد غوری کو اپنے ہاتھوں سے سزا دینا چاہتا تھا۔ پھر قدرت نے میری یہ خواہش بھی پوری کر دی۔ کمرے میں بائیں جانب والی کھڑکی بند تھی۔ اس پر سبز رنگ کا ونشنگ پلاسٹک موجود تھا جسے ہوا کے ایک تیز جھونکے نے حرکت دی تھی۔ کھٹ کی آواز ہوئی تو احمد غوری نے تیزی سے گھوم کر کھڑکی کی طرف دیکھا بس وہی لمحہ میری آزمائش بن گیا۔ میں نے تیزی سے جست لگائی اور احمد غوری کو اپنے ساتھ زمین پر لیتا چلا گیا۔ اس نے بوکھلا کر فائر کیا لیکن اس کا نشانہ خطا گیا پھر میں نے اس کی پستول والی کلائی پر کراٹے کا ایک ہاتھ مارا تو پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ کراہ کر رہ گیا۔ اپنے بچاؤ کی خاطر وہ ٹانگیں جوڑ کر [illegible] سے بدن کو فضا میں لوچ دیتا ہوا اٹھا تھا مگر اس کا پستول اب دانش کے ہاتھ میں تھا۔ احمد غوری میرے اوپر چھلانگ لگانا چاہتا تھا لیکن کراہ کر دوبارہ زمین پر الٹ گیا۔ دانش کا نشانہ خطا نہیں گیا تھا اس کی پنڈلی سے بہنے والا خون سفید قالین کو بدنما کر رہا تھا۔ میں نے پہلی فرصت میں الماری سے ٹائی نکال کر اس کے ہاتھ پاؤں پوری طرح جکڑ دیئے۔

"تم لوگ زندہ نہیں بچ سکو گے۔" وہ بے بس ہونے کے باوجود بگڑتے ہوئے اسے بولا۔ "تم دونوں کی موت تمہارے تصور سے بھی زیادہ عبرت ناک ہو گی۔"

"تم کس کے لیے کام کر رہے ہو۔" میں نے سرد مہری سے سوال کیا۔

"اس کا اندازہ بھی بہت جلد تمہیں ہو جائے گا۔"

"اس سے تمہارے تعلقات کس قسم کے ہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" وہ اب آہستہ آہستہ اپنے اعصاب پر قابو پاتا جا رہا تھا۔

میں نے جواباً کچھ کہنا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے اس کے قریب سفید قالین پر جگت نارائن کے مخصوص نشان کو سکے کی شکل میں دیکھا تو میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا۔ وہ سکہ غالباً اس کی جیب میں پڑا تھا جو اچھل کود میں اس کی جیب سے باہر نکل آیا تھا جس کا اسے علم نہیں ہو سکا تھا۔ شاید احمد غوری نے جگت نارائن کی وجہ سے ہمیں خطرناک نتائج کی دھمکی دی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب تمہاری موت تمہارا مقدر بن چکی ہے۔" میں نے اسے تیز نگاہوں سے گھورا۔ "بات اگر ہوس کی حد تک محدود ہوتی تو شاید وہ تمہیں معاف کر دیتا لیکن جگت نارائن۔"

"جگت نارائن۔" وہ چونکا پھر تیزی نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ "یہ نام میں پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"پھر بھی مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ تم جیسے وطن کے غداروں کا حشر جتنا خراب ہو اتنا ہی کم ہے۔ دولت کی لالچ میں اگر تم اپنے وطن کے اہم ترین راز بھی غیر حکومتوں کو فروخت کر دینے سے دریغ نہیں کر سکتے۔ عمر کی قید بھی تم جیسے ضمیر فروش کے لیے بہت کم ہو گی۔"

"میں اب بھی تمہارا مقصد نہیں سمجھا۔" اس نے تیور بدل کر کہا۔ "تم مجھے ضمیر فروش ہونے کا طعنہ دے رہے ہو لیکن خود اپنے بارے میں تم کیا کہو گے کہ چوری اور بدمعاشی کر کے مجھ جیسے معزز شخص کے اپارٹمنٹ میں گھس آئے ہو۔"

"جگت نارائن کے بارے میں تم نے صرف دوسروں سے سنا ہے یا خود بھی کچھ واقفیت رکھتے ہو۔"

"میں اس نام کے بارے میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ۔۔۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔" میں نے حقارت سے ایک بھرپور تھپڑ اس کے منہ پر رسید کیا پھر J.N والا سکہ اٹھا کر اس کے سامنے کیا۔ "اس سکے کے بارے میں تم کیا کہو گے۔"

"یہ ۔۔۔ یہ سکہ نہیں ہے۔" اس نے شاید پہلے سے سوچا ہوا جواب دیا۔ "یہ ایک شکاری کا ٹریڈ مارک ہے جو صرف آدم خور شیر اور چیتوں کو مارنے کا عادی تھا۔ تم اس کے ایک طرف چیتے کے کھلے ہوئے منہ کو دیکھ سکتے ہو۔"

"اور J.N کے بارے میں تمہیں کیا سبق پڑھایا گیا

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

ہے۔" میں نے استہزائیہ لہجے میں سوال کیا۔
"ہو سکتا ہے یہ اس شکاری کا نام ہو۔"
"کیا تم شرافت سے اپنی زبان نہیں کھولو گے۔" دانش نے اسے خطرناک لہجے میں مخاطب کیا۔ "اپنی ہڈیوں کا سرمہ بنوانے کا اگر اتنا ہی شوق ہے تو میں تمہیں یہاں سے اٹھا کر باہر سڑک پر بھی پھینک سکتا ہوں۔"
جواب میں احمد غوری نے خونخوار نگاہوں سے دانش کو دیکھا پھر دانت پیس کر رہ گیا۔
"اگر تم اب بھی اپنی زبان کھول دو تو ہم تمہارے ساتھ کچھ رعایت کر سکتے ہیں۔"
"میں نہیں جانتا کہ تم لوگ کون ہو مجھ سے کیا چاہتے ہو اور وہ سکہ جو تم نے ابھی مجھے دکھایا تھا اس کا کیا مطلب ہے۔"
"گڈ۔" تمہارے لیے یہی انداز اختیار کرنا زیادہ مناسب ہے۔" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "اگر تم پولیس کے سامنے بھی خود کو لاعلم، پاگل یا دیوانہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تمہاری گلو خلاصی بھی ہو سکتی ہے۔"
"تم دونوں کون ہو۔ یہاں کیا لینے آئے ہو۔"
میں نے دانش کو اسے سنبھالنے کا اشارہ کیا پھر ملحقہ کمرے میں داخل ہو گیا جہاں فون مجھے سامنے ہی رکھا نظر آ گیا۔ اپارٹمنٹ کی ویرانی بتا رہی تھی کہ اس میں احمد غوری کے سوا اور کوئی نہیں رہتا۔ میں نے سراج سے رابطہ قائم کرنے کے بعد اسے ایک فرضی کہانی سنائی پھر اپارٹمنٹ کا پتا سمجھانے کے بعد باہر آ گیا۔ میں نے اسے صرف یہی بتایا تھا کہ جگت نارائن کے گروہ کا ایک اہم آدمی اتفاقاً میرے ہاتھ لگ گیا ہے جسے میں اپنا نام درمیان میں لائے بغیر پولیس کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔ باہر آ کر میں نے احمد غوری پر ترکیب نمبر دو آزمائی۔ بیچارا سکتے کی زد پر تھا اس لیے اس کی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں کی گئی۔ میں نے اس کی کنپٹی کی ایک مخصوص رگ پر معمولی سی زور آزمائی کی تھی جس کے نتیجے میں وہ بے ہوشی سے ہمکنار ہو گیا تھا۔ میں نے J.N والا مخصوص سکہ وہیں چھوڑ دیا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔
"نکل چلو۔" میں نے باہر کی جانب لپکتے ہوئے کہا۔ "سراج اپنے آدمیوں کے ساتھ کسی لمحے بھی یہاں پہنچنے والا ہے۔"
"لیکن۔"
"اسے خود میں نے ہی فون کیا ہے۔" میں نے دانش کی بات سمجھ کر کہا۔ "گھبراؤ نہیں، میرا نام درمیان میں نہیں آئے گا۔"
"کیا یہ بھی بھوشن کے زرخرید کتوں میں سے کوئی ایک تھا۔" دانش نے میرے ساتھ لفٹ میں سوار ہوتے ہوئے مدھم آواز میں پوچھا۔
"نہیں۔" میں نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اس کی ایک الگ کہانی ہے جس میں براہ راست میرا سامنے آنا مناسب نہیں ہے۔"
ہماری گاڑی جس وقت سوس لین کی ایک جانب سے مین روڈ پر نکل رہی تھی اسی وقت دوسری جانب سے سراج کی جیپ جس پر مسلح افراد بھی موجود تھے سوس لین میں داخل ہو رہی تھی۔
دانش نے مین روڈ پر آتے ہی گاڑی کی رفتار تیز کر دی میں پچھلی نشست پر ٹیک لگائے آرام سے بیٹھا تھا کہ دانش نے کچھ دیر بعد مجھے ہوشیار کیا۔
"باس، میرا خیال ہے کہ سیاہ رنگ کی ٹویوٹا ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔"
میں نے چونک کر عقبی آئینے پر نگاہ ڈالی، کچھ فاصلے سے ایک بلیک کلر کی ٹویوٹا ہمارے پیچھے لگی ہوئی تھی میں محتاط ہو کر بیٹھ گیا۔
سیاہ رنگ کی ٹویوٹا ایک محدود فاصلے سے ہمارا تعاقب کر رہی تھی۔ دانش پوری طرح ہوشیار تھا۔ اس کی نگاہیں بار بار عقبی آئینے کی جانب اٹھ رہی تھیں۔ کچھ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر دانش نے ایک موڑ کاٹ کر بائیں طرف کا راستہ اختیار کیا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔
"یہ تم کدھر جا رہے ہو؟ یہ راستہ تو دیہی علاقے کی سمت جاتا ہے۔"
"مجھے معلوم ہے سر۔" دانش نے رفتار بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ باس کی ٹیم کے افراد ہماری نگرانی ضرور کر رہے ہوں گے۔ سیاہ رنگ کی گاڑی ان کی نظر میں ضرور آ چکی ہوگی۔ ماسٹر کی اپنے جسم کے ہر حصے پر آنکھ رکھتا ہے۔ بھری پڑی سڑک پر فائرنگ کا تبادلہ کچھ بے گناہوں کی جان بھی لے سکتا ہے اسی غرض سے میں نے گاڑی اس طرف موڑی ہے اس روڈ پر ہم سیاہ کار کو بہ آسانی سینڈوچ بنا سکیں گے۔"
"اور اگر اتفاق سے ٹریفک کے ہجوم کی وجہ سے ماسٹر کی سیاہ کار کا نشان کھو بیٹھا تو؟"
"اس بار میں غلطی نہیں کروں گا سر۔" دانش بے حد سنجیدہ تھا۔ "ان حرامزادوں کا ایک قرض باقی ہے مجھ پر اس روز میری ایک ذرا سی غلطی سے وہ ہماری کار کے ٹائر بیکار کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن آج ایسا نہیں ہوگا۔"
"کیوں آج کوئی خاص بات ہے؟"
"ہاں آج میں پوری طرح فٹنگ فائنگ ہوں۔" دانش نے ترنگ میں آ کر جواب دیا۔ "آج میں کچھ دور آگے جانے کے باوجود انہیں خود قریب آنے کا موقع ضرور فراہم کروں گا اور

اس کے بعد میں اپنا قرض چکتا کروں گا۔"
"زیادہ دور اندیشی بھی کبھی نقصان دہ بھی ثابت ہوتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ ہولسٹر سے میں نے اپنا آٹومیٹک کو نکال لیا تھا لیکن اسی وقت مجھے اپنی حماقت کا احساس بڑی شدت سے ہو رہا تھا۔ مجھے اپنی گاڑی میں ایک خودکار رائفل رکھنے کی ضرورت تھی تاکہ بوقت ضرورت کام آ سکے لیکن یہ وقت غلطیوں پر پچھتانے کا نہیں تھا۔ میں نے ایک بار پھر گھوم کر دیکھا۔ سیاہ کار اب بھی ہمارے تعاقب میں تھی لیکن اس کے پیچھے دور دور تک کسی کار کا نشان نہیں تھا۔ مطلب صاف ظاہر ہے ماسٹر کی ہجوم کی وجہ سے ہمیں مس کر چکا تھا۔ شاید دانش بھی اسی نکتے پر غور کر رہا تھا لیکن اس کے باوجود وہ بہت بے پروا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بار بار عقبی شیشے پر نظریں ڈال رہا تھا۔
تعاقب کا اپارٹمنٹ سے ہماری روانگی کے بعد شروع ہوا تھا۔ شاید جگت نارائن کے آدمی پہلے سے احمد غوری کی نگرانی کر رہے ہوں گے اور پھر انہیں پولیس کار دیکھ کر اندازہ ہو گیا ہو گا کہ احمد غوری کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ وہ اسے چھوڑ کر ہمارے تعاقب میں چل پڑے تھے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے روانگی سے پہلے کسی لاسلکی نظام کے ذریعہ کسی دوسری ٹیم کو احمد غوری کے بارے میں صورت حال سے آگاہ کر دیا ہو۔
یکلخت میرے ذہن میں حسنہ کا کہا ہوا ایک جملہ گونجا۔ بھوشن نے جگت نارائن کے زور دینے پر ہی میرے خلاف پولیس کیس واپس لیا تھا۔ جگت نارائن براہ راست مجھ سے ٹکرانا چاہتا تھا۔ اس بات کے ذہن میں آنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ سیاہ کار میں جگت نارائن کے کارندے ہی ہوں گے جو پوری طرح لیس ہوں گے۔
"آپ پریشان نہ ہوں۔" دانش نے مجھے تسلی دینی چاہی۔ "آج میں تنہا ان سب پر بھاری پڑوں گا۔"
"جانتے ہو جو لوگ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں وہ کون ہیں؟"
"دوست بہرحال نہیں ہوں گے۔"
"وہ جگت نارائن کے آدمی ہیں جو کیل کانٹے سے پوری طرح لیس ہوں گے۔" میں نے دانش کو پولیس کیس والی صورت حال سے آگاہ کیا۔ "آج وہ صرف ہماری گاڑی ناکارہ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔"
"اوکے۔ پھر تو مجھے زیادہ سخت ایکشن لینا ہو گا۔"
"آگے سے ایک راستہ گوٹھ کی سمت جاتا ہے جس کے بائیں جانب سرسوں کے کھیت دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ تم گاڑی بائیں سمت موڑ کر بس ایک لمحہ کو اپنی کار کی رفتار چیک کرنا پھر تیزی سے آگے نکل جانا۔"
"کیا آپ کا راستے میں اترنے کا خیال ہے؟"
"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ "اس طرح میں تمہارے لیے زیادہ موثر ثابت ہو سکوں گا۔"
"آپ میری فکر نہ کریں۔ سر میں آج دشمن کو بھاگنے کا راستہ نہیں دوں گا۔ ان کی ساری حسرتیں دل کی دل میں گھٹ کر رہ جائیں گی۔"
"مجھے تمہاری صلاحیتوں پر اعتماد ہے پھر بھی تمہیں میری ہدایت پر عمل کرنا ہو گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔
دانش نے مجھ سے مزید بحث مناسب نہیں سمجھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے چہرے پر اچانک الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات کیوں ابھرے تھے وہ مجھے تنہا چھوڑ کر آگے نہیں جانا چاہتا تھا۔ اگر سیاہ کار والے مجھے دیکھ لیں گے تو پھر انہیں مجھے تنہا گھیر کر مارنا کچھ زیادہ دشوار نہ ہو گا لیکن پولیس کی ملازمت اور ٹریننگ نے مجھے ڈھیٹ بنا دیا تھا۔
اگلا موڑ قریب آتے ہی میں نے تیزی سے بائیں جانب رک کر دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ جما دیا۔ سیاہ رنگ کی کار سے ہمارا درمیانی فاصلہ پچاس گز سے کم نہیں رہا ہو گا۔ وہ غالباً زیادہ عجلت میں نہیں تھے۔ ہمیں دیہی علاقے کی سمت مڑتا دیکھ کر غالباً انہوں نے ہمارے اس اقدام کو ہماری بوکھلاہٹ سے تعبیر کیا تھا۔ انہیں معلوم رہا ہو گا کہ آبادی کا سراغ دس میل دور جانے کے بعد ہی میں آ سکتا تھا۔
دانش نے جیسے ہی اسٹیئرنگ کو اچانک بائیں جانب گھما کر بریک لگایا۔ میں دروازہ کھول کر لڑھکتا ہوا سرسوں کے کھیت میں داخل ہو گیا۔ دانش تیزی سے گاڑی آگے نکال لے گیا پھر میں نے کچھ ہی دور آگے جا کر اسے رکتا دیکھا تھا۔ مجھے اس پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ موجودہ پوزیشن میں اسے مجھ سے قریب رکنے کی حماقت کرنے سے دریغ کرنا چاہیے تھا لیکن وقت گزر چکا تھا۔ میں نے نشیب میں جانے کے بعد اپنی پوزیشن سنبھال لی تھی پھر جیسے ہی سیاہ کار سامنے آئی۔ میں نے اس کے اگلے پہیے کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ پستول پر چونکہ سائیلنسر لگا ہوا تھا اس لیے فوری طور پر اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتے تھے کہ فائر کس جانب سے کیا گیا ہو گا۔ بہرحال میرا نشانہ خطا نہیں گیا۔ سیاہ گاڑی کا اگلا ایک ٹائر دھماکے سے پھٹا پھر گاڑی دوسری جانب لہرانے لگی۔ رفتار تیز تھی اس لیے اسے فوراً نہیں روکا گیا۔ دوسری صورت میں گاڑی الٹ جانے کا خطرہ بھی تھا۔ تقریباً بیس فٹ آگے جانے کے بعد سیاہ کار ایک جھٹکے سے رک گئی اس میں سے چھ افراد جو آتشی اسلحہ سے لیس تھے برق رفتاری سے نیچے اترے اور غالباً پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت آدھے آدھے بٹ کر بائیں اتر گئے۔ اب وہ تقریباً ہمارے اور دانش کے درمیان ہی تھے میں

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

سرسوں کے درمیان آہستہ آہستہ آگے کی سمت بڑھنے لگا۔ اس وقت کرالنگ (زمین پر لیٹ کر آگے بڑھنا) کی ٹریننگ میرے لیے بڑی مفید ثابت ہو رہی تھی۔

گزرنے والا ایک ایک لمحہ موت اور زندگی کے فاصلے کو قریب تر کر رہا تھا۔ ہم اس وقت وہاں آنکھ مچولی نہیں موت کا بھیانک کھیل کھیلنے کی خاطر ایک دوسرے کی گھات میں تھے پھر اچانک دائیں جانب ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ تین میں سے دو افراد کے جسم کے چیتھڑے فضا میں بلند ہو کر دور دور بکھر گئے۔ دانش نے یقیناً دستی بم استعمال کیا تھا۔ میں ابھی پوری طرح سنبھل بھی نہیں سکا تھا کہ دوسرا دھماکہ ہوا۔ اس بار تیسرا آدمی اور سیاہ رنگ کی گاڑی ٹکڑوں میں بکھر گئی۔ دانش شاید آج کھیل کر پچھلا حساب بے باق کرنے کے موڈ میں تھا۔ اس کے علاوہ اسے میری فکر بھی لاحق ہو گئی جو وہ جلد از جلد بساط پلٹ دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ تین ساتھیوں اور گاڑی کا ہولناک انجام دیکھ کر باقی تین ساتھیوں کا بوکھلا جانا قدرتی بات تھی۔ وہ کھیت میں دوڑتے ہوئے میری طرف آنے لگے۔ اب وہ کسی طرح پکی سڑک پر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے رینگنا ترک کر کے پوزیشن سنبھال لی۔ جوں جوں ان کے قدموں کی آہٹ قریب آ رہی تھی میرے دل میں انتقام کی آگ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ پھر وہ آگے پیچھے بھاگتے ہوئے مجھے نظر آ گئے۔ ان کا اندازہ تھا کہ میں اور دانش ایک ہی سمت میں موجود ہوں گے۔ یہی خوش فہمی ان کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی۔ میں نے نہایت ہوشیاری سے کام لے کر سب سے پچھلے شخص کا نشانہ لے کر فائر کیا۔ "چ" کی مدھم سی آواز ہوئی اس کے ساتھ ہی میرا مطلوبہ شکار منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے دونوں ساتھی جان بچانے کی فکر میں موت سے اور قریب تر ہوتے جا رہے تھے۔ میں نے ایک لمحے بعد دوسرا فائر کیا۔ اس بار میرے پستول سے نکلی ہوئی گولی اس کی پیشانی یا دل پر لگنے کے بجائے داہنی بازو کو چھیڑ گئی تھی۔ رائفل اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ وہ کراہ کر نیچے بیٹھا تو اس کے دوسرے ساتھی کو بھی خطرے کا اندازہ ہو گیا۔ اس نے خود کو زمین پر گرانے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"سر" مجھے دور سے دانش کی آواز سنائی دی۔ "آپ خیریت سے تو ہیں۔"

دانش نے میری محبت میں حماقت اور جذبات کا ثبوت دیا تھا جو دوڑتا ہوا کھلی سڑک پر آ گیا۔ میں نے زمین پر لیٹے ہوئے شخص کی آٹومیٹک رائفل کی نال کو فضا میں بلند ہوتے دیکھا۔ وہ دانش کا نشانہ لے رہا تھا۔ میں نے یکے بعد دیگرے دو فائر کیے۔ رائفل کے ساتھ وہ بھی ایک طرف الٹ گیا لیکن ابھی ان کا زخمی ساتھی زندہ تھا جو ہم دونوں میں سے کسی ایک کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ پانچ ساتھیوں کا ہولناک انجام دیکھنے کے بعد وہ یقیناً زندگی کی بازی جیتنے کی خاطر سب کچھ کر سکتا تھا۔

"سڑک پر لیٹ جاؤ۔" "خطرہ ابھی باقی ہے۔" میں نے پوری قوت سے چلا کر دانش کو الرٹ کرنے کی کوشش کی۔ اس کے ساتھ ہی حفظ ماتقدم کے طور پر اپنی پوزیشن بھی تبدیل کر لی۔ یہ احتیاطی تدبیر بے حد کارآمد ثابت ہوئی۔ زخمی ہونے والا شخص بھی اپنے فن میں ماہر تھا۔ اس نے میری آواز پر میری پوزیشن کا اندازہ لگا کر فائر کر دیا تھا۔ گولی سنسناتی ہوئی میرے قریب سے گزر گئی۔ میں نے تیزی سے ایک قلابازی اور کھائی۔

"ہتھیار پھینک دو۔" دانش کی آواز سنسناتی ہوئی میرے قریب سے گزر گئی۔ میں نے تیزی سے ایک قلابازی اور کھائی۔

"ہتھیار پھینک دو۔" دانش کی آواز سناٹے میں گونجی۔ سڑک پر لیٹنے کے بعد ہی اس نے دشمن کو للکارا تھا۔ "میں تمہیں دیکھ چکا ہوں۔ زندگی چاہتے ہو تو دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے سامنے آ جاؤ ورنہ تمہارا انجام بھی تمہارے ساتھیوں سے مختلف نہیں ہوگا۔"

جواب میں دو برسٹ مارے گئے۔ ایک سڑک کی جانب اور دوسرا میری جانب لیکن اس وقفے میں میں بھی اپنی پوزیشن خاصی تبدیل کر چکا تھا۔

"حماقت سے باز آ جاؤ۔ تم اب بچ نہیں سکو گے۔" دانش نے دوبارہ چیخ کر کہا۔ وہ چونکہ سڑک پر لیٹا تھا اور ہمارا دشمن نشیب میں تھا اس لیے دانش کے لیے خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔

میری نگاہیں اس آخری شخص کو تلاش کر رہی تھیں میرا ارادہ تھا کہ اسے زندہ پکڑ سکوں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اپنے دفتر میں بھی میں نے جگت نارائن کے ایک بچے کھچے آدمی کو جکڑ لیا تھا لیکن [illegible] کے آنے سے پیشتر ہی اس نے جبڑوں میں چھپایا ہوا زہریلا کیپسول چبا کر خودکشی کر لی تھی چنانچہ میں نے کھیل ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ دانش کی دوسری وارننگ کے ساتھ ہی میں نے زخمی شخص کو دیکھا۔ وہ ایک ہاتھ میں رائفل تھامے اور دوسرے ہاتھ سے زخم کو دبائے تیزی سے بچ نکلنے کی حماقت میں میری نظروں میں آ گیا۔ میں نے نشانہ لے کر فائر کیا۔ گولی اس کی کنپٹی پر لگی اور وہ لہرا کر کھیتوں کے درمیان ہی ڈھیر ہو گیا۔

"لائن کلیئر ہو چکی ہے۔" میں نے دانش کو آواز دی۔ "تم گاڑی لے کر واپس آ جاؤ۔"

"سر۔ کہیں کوئی سور کا تخم باقی تو نہیں رہ گیا۔"

"نہیں۔ ایک ایک کر کے سب کام آ چکے ہیں۔"

"ہو ہا۔" دانش خوشی کے نعرے لگاتا ہوا گاڑی کی جانب لپکا پھر دو منٹ بعد ہی ہم شہر کی سمت واپس جا رہے تھے۔

"تم نے گاڑی قریب روک کر عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔" میں نے دانش کو اس کی غلطی کا احساس دلانے کی کوشش کی۔

"آپ درست فرما رہے ہیں سر لیکن میں مجبور تھا۔"

"کیا مجبوری تھی؟"

"آپ شاید میرا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "جنگ کے میدان میں کمانڈنگ آفیسر کی پوزیشن سب سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔ اگر وہ کام آ جائے تو تمام انتظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایسی افراتفری کے عالم میں دشمن اپنا کام تیزی سے کر گزرتا ہے۔"

"تم نے شاید ان لوگوں پر چند گرینیڈ پھینکے تھے؟" میں نے اس کے جذبات کو محسوس کر کے بات بدلنی چاہی۔

"جی نہیں۔ وہ ٹینس بال کی طرح پلاسٹک بم تھے جسے میں نے بڑی محنت سے تیار کیا ہے۔"

"گڈ۔" میں نے اس کی تعریف کی۔ "گویا تم خطرناک ہتھیار بنانے میں بھی خاصی سوجھ بوجھ رکھتے ہو۔"

"ماں کے پیٹ سے تو کوئی یہ سب کچھ سیکھ کر نہیں پیدا ہوتا۔" اس نے اس بار فلسفیانہ لہجہ اختیار کیا۔ "حالات انسان کو آہستہ آہستہ درس دیتے رہتے ہیں۔"

"اب ساشری کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"مجھے اب بھی یقین ہے کہ وہ ہمارا ٹریک کھو بیٹھا ہوگا ورنہ وہ اکیلا ہی دس بارہ آدمیوں کے لیے بہت کافی ہے۔ بلا کا پھرتیلا اور حاضر دماغ قسم کا بندہ ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے اب بیک وقت دو خطرناک دشمنوں سے نمٹنا تھا۔ بھوشن سامنے تھا لیکن جگت نارائن اس نے اپنے مکروہ جسم پر شرافت اور خدا ترسی کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ بھوشن کے سلسلے میں مجھ سے ایک ذرا سی غلطی ہو گئی تھی۔ اگر میں نے اسے عثمان غنی کے منع کرنے کے باوجود ٹھکانے لگانے کا فیصلہ نہ کیا ہوتا تو اس کے اچھے خاصے کس بل نکلے چکے تھے۔ اب جگت نارائن نے بھوشن کو پس پشت رہ کر تماشا دیکھنے کی پیشکش کی تھی۔

اس وقت جب میں اپنی کار میں زندہ سلامت اس کے بارے میں کوئی انتقامی پروگرام بنا رہا تھا وہ کیبر داس کے روپ میں کہیں بڑے سکون سے بیٹھا میری موت کی اطلاع کا منتظر ہوگا لیکن اسے جب اپنے چھ کارآمد آدمیوں کی موت کی اطلاع ملے گی تو وہ یقیناً اور زیادہ خطرناک ہو جائے گا۔ جب جب ایسی خطرناک صورت اختیار کر جائے تو پھر کم نفری کے باوجود دشمن پر اٹیک کرنے کا رسک لینا ضروری ہو جاتا ہے اس طرح دشمن کے قدم اکھڑ جاتے ہیں چنانچہ میں اس وقت جگت نارائن کے بارے میں ایسا ہی کوئی فیصلہ کرنے کے بارے میں پوری سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ اچانک میرے ذہن میں آصف کا خیال آیا جسے جگت نارائن نے پوری طرح کسی آکٹوپس کی طرح اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا تھا۔ میں نے فوری طور پر اس سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ دانش نے میرے اشارے پر گاڑی سراج کے آفس کی سمت موڑ لی۔ آدھے گھنٹے بعد میں سراج کے ساتھ بیٹھا تھا۔ میرے وہاں پہنچنے کے بعد اس نے کمرے میں تخلیہ کرنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ "احمد غوری کے سلسلے میں کچھ پروگریس ہوئی۔" میں نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے قانون کے ساتھ تعاون کیا۔" سراج نے تمہید باندھنے کے بعد پہلو بدل کر جواب دیا۔ "اس نے ابھی تک زبان بند کر رکھی ہے۔ اس نے بس ایک ہی موقف اختیار کر رکھا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"دو آدمیوں نے اچانک اس کے اپارٹمنٹ میں گھس کر زدوکوب کرنا شروع کر دیا تھا۔"

"اور جگت نارائن کا وہ سکہ؟"

"اس کے بارے میں وہ اپنی لاعلمی کا اظہار کر رہا تھا۔"

"میں ابھی مایوس نہیں ہوا ہوں۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ ڈرائنگ روم ٹریٹ منٹ کے بعد فرفر بولنا شروع کر دے۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ بھوشن کی اپروچ تک کی پہنچ احمد غوری کو بھی وہی سے بال کی طرح نکال لے۔" میں نے ایک امکانی بات کی۔ "اور خاص طور پر ایسی صورت میں کہ جب احمد غوری کے خلاف کوئی فرد جرم عائد کرانے کی خاطر ہمارے پاس کوئی جواز بھی موجود نہیں۔"

"ہاں۔ آں۔" سراج نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "پولیس پوری طرح مستعد رہنے کے باوجود کبھی کبھی بیوروکریسی کی وجہ سے مجبوریوں کا شکار ہو جاتی ہے اور خطرناک مجرموں کو زیادہ کھل کھیلنے کا موقع مل جاتا ہے۔"

"آصف کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"وہ ابھی تک اپنے اس بیان پر قائم ہے کہ سلمان قیصر کو اس نے رقابت کی بنا پر قتل کیا ہے۔"

"اس کے باوجود آپ نے ایک بار مجھ سے کہا تھا بظاہر آصف بے گناہ نظر آتا ہے اس کے ماضی کا پورا ریکارڈ آئینے کی طرح ہے۔"

"میں اب بھی اسی رائے پر قائم ہوں۔"

"کوئی وجہ؟"

"میرا خیال ہے کہ کسی دباؤ کی وجہ سے آصف نے اقبال جرم کر لیا ہے۔ سیٹھ نعمان کا بھی یہی خیال ہے کہ اس نے

aazzamm@yahoo.com

پولیس کے تشدد سے بچنے کی خاطر ایسا کیا ہے۔"

"سیٹھ نعمان اس کے سلسلے میں کیا پارٹ پلے کر رہے ہیں؟"

"وہ کروڑ پتی تاجر ہے۔ ان کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں۔ آصف ان کا عزیز ہے اس لیے اسے بچانے کی خاطر مسٹر نعمان نے وکلاء اور بیرسٹرس کی پوری ٹیم بنالی ہے جو کسی بھی کیس کی جیت کی ضمانت ہونے کی پوری پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔"

"کیا آصف ان کے ساتھ تعاون کرے گا؟"

"کیا مطلب؟" سراج میرے لہجے کو محسوس کر کے چونکا۔

"زندگی کسے عزیز نہیں ہوتی؟"

"سب کو ہوتی ہے مگر کبھی کبھی انسان کو کچھ مقدس رشتوں کی خاطر زندگی کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔" میں نے حالات کے پیش نظر کہا۔ "آصف پھانسی کا پھندہ گلے میں خوشی خوشی ڈالنے پر آمادہ ہو جائے گا لیکن سچ اس کی زبان پر نہیں آئے گا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ عدالت سے ضمانت پر رہا ہونے کے بعد وہ اپنی زندگی بچانے کا کوئی راستہ اختیار کرے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" سراج نے حیرت کا اظہار کیا۔

"احمد غوری کے سلسلے میں میرا نام تو کہیں درمیان میں نہیں آیا؟"

"جی نہیں۔" سراج نے مجھے غور سے دیکھا۔ "آپ نے یہی کہا تھا کہ آپ کا نام۔"

"میں اسی شرط کے ساتھ آصف کے سلسلے میں بھی آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔"

"میں اب بھی کچھ نہیں سمجھا۔" سراج نے پوری سنجیدگی سے کہا۔ "بہرحال میں آپ کی ہر ممکن بات ماننے کو تیار ہوں۔"

جواب میں، میں نے جنسے سے ملنے والی معلومات کو تفصیل سے دہرایا تو سراج کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ میری بات ختم ہوئی تو اس نے کہا۔ "آپ کو ان ساری باتوں کی اطلاع کہاں سے ملی؟"

"پولیس کی طرح پرائیویٹ آدمیوں کے بھی اپنے کچھ ذرائع ہوتے ہیں۔"

"آپ نہیں بتانا چاہتے تو میں اصرار بھی نہیں کروں گا لیکن مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ آصف کے سلسلے میں میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بات کرنے کا انداز اور سادگی سے تین سو دو کے کیس میں اقبال جرم کر لینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قاتل نہیں ہو سکتا لیکن کسی ثبوت کے بغیر ہم کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔" سراج نے کہا پھر چونک کر بولا۔ "کیا آپ کو علم ہے کہ آصف کی والدہ اور اس کی بہن کو کہاں بطور یرغمال رکھا گیا ہے۔"

"یہ معلوم ہوتا تو شاید میں آپ کو زحمت نہ دیتا۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "کیا آپ کے پاس صوفیہ نامی کلب ڈانسر کے قتل کی کیس فائل موجود ہوگی؟"

"جی ہاں لیکن اس معاملے میں اس کلب ڈانسر کے قتل کا۔۔۔؟"

"بہت گہرا تعلق ہے۔" میں نے سراج کو مزید تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "صوفیہ کا قتل کہاں اور کن حالات میں ہوا تھا؟"

"وہ سمندر کے کنارے ایک ایسے بوسیدہ ہٹ کے کھنڈرات میں سے لاش کی صورت برآمد ہوئی تھی جس کے مالکان دو سال سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ ہٹ کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی چوکیدار بھی مقرر نہیں تھا۔ دوسرے چوکیداروں کا بیان ہے کہ اکثر عیاش قسم لوگ ان کھنڈرات میں اپنے جذبے کی تسکین کرایا کرتے تھے۔ صوفیہ کو گلا کاٹ کر ہلاک کیا گیا تھا لیکن کوئی شہادت نہ ملنے کے بعد اس فائل کو داخل دفتر کر دیا گیا۔" سراج نے کلب ڈانسر کے بارے میں اپنی معلومات فراہم کرتے ہوئے کہا۔ "بظاہر آپ کی بات میں خاصا وزن ہے اور ایسی صورت میں جبکہ آصف کی ماں اور بہن کو بھی اغوا کر لیا گیا ہے کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں آپ کی کہانی کو غلط قرار دوں لیکن اس کہانی سے ایک بات ضرور واضح ہوتی ہے کہ آصف کردار کے معاملے میں۔۔۔"

"ہو سکتا ہے اسے کسی بہانے سے وہاں بلایا گیا ہو۔" میں نے کہا۔ "صوفیہ کے ساتھ جگت نارائن کے آدمی بھی وہاں پہلے سے موجود ہوں گے جنہوں نے آصف کو زبردستی گھیر گھار کر اس کے خلاف بلیک میلنگ اسٹف (Stuf) مواد تیار کر لیا ہو۔"

"یہ بات کسی حد تک سوچی بھی جا سکتی ہے مگر اس کے باوجود۔"

"کیا میں آپ کی اجازت سے آصف سے تنہائی میں کچھ گفتگو کر سکتا ہوں؟"

"ہماری دیواروں کے بھی کان اور آنکھیں ہوتی ہیں مسٹر شہباز۔" سراج نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میں آپ پر مکمل اعتماد کر سکتا ہوں لیکن اگر یہ بات لیک آؤٹ ہو گئی تو؟"

"ٹھیک ہے۔ میں آپ کی موجودگی میں بھی آصف کو زبان کھولنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کروں گا لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"ہماری اس خفیہ ملاقات کا علم کسی چوتھی شخصیت کو نہیں ہونا چاہیے۔"

"اس کی تو بس ایک ہی صورت ممکن ہے۔" سراج نے

تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "میں آصف کو کسی بہانے سے تنہا تفتیش کی غرض سے کسی ایسی جگہ لے جاؤں جہاں آپ بھی آجائیں لیکن ایسی کوئی جگہ؟"

"جگہ کا بندوبست میرے ذمے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "لیکن آپ کو بہت محتاط رہنا ہوگا۔ جگت نارائن کے سادہ لباس والے ہر لمحہ اس کی نگرانی پر مامور ہوں گے اگر انہیں بھنک بھی مل گئی تو پھر شاید نہ ہم آصف کو بچا سکیں گے نہ اس کی ماں اور بہن کو۔"

"میں اس بات کی اہمیت کو سمجھ رہا ہوں۔"

میں نے جواب میں اٹھ کر سراج سے ہاتھ ملایا پھر اس سے رات کو گھر پر بات کرنے کا وعدہ کر کے چلا آیا۔ راستے میں، میں آصف ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ میں نے عثمان غنی کی آواز سنی۔

"رفیقی۔ میرے ہوتے ہوئے تم اتنے پریشان مت ہوا کرو۔" میں نے نظر گھما کر دیکھا۔ وہ میرے برابر براجمان تھا۔

"تمہیں آصف سے بات کرنے کا موقع مل جائے گا۔ جگت نارائن کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہیں ہوگا لیکن تم نے اپنی کالکا کے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔"

"کیوں کیا تم اس کا راستہ نہیں کاٹ سکتے۔"

"تمہیں رفیق کہا ہے تو سب کچھ کر سکتا ہوں لیکن مجھے ایک بات کا افسوس ہے۔"

"وہ کیا؟"

"دشمن کا جواب ہمیشہ پتھر سے دیا جاتا ہے رفیقی۔ اگر جگت نارائن تمہیں ختم کرانے کے منصوبے بنا سکتا ہے تو تم بھی اسے کوئی خوبصورت تحفہ پارسل کر سکتے ہو۔" عثمان غنی نے معنی خیز انداز میں پلکیں جھپکا کر جواب دیا۔ "کوشلیا کو کیوں فراموش کر رہے ہو۔ بت ڈھانا تو ویسے بھی ثواب کا کام ہے۔ جگت نارائن اسے بہت پسند کرتا ہے۔ اس کی لاش کا تحفہ پا کر وہ دیوانہ بھی ہو سکتا ہے یہ اور بات ہے کہ مجھے کوشلیا کی جوان موت کا صدمہ ہوگا۔"

"حیرت ہے۔" میں نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "مجھے کوشلیا کا خیال پہلے کیوں نہیں آیا؟"

"دیر آید درست آید۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "لیکن ایک بات کا خیال رکھنا کوئی سنگتراش بھی اپنے بنائے ہوئے کسی پسندیدہ مجسمے کو مسمار کرنے سے پہلے ایک بار اسے ہر زاویے سے تنقیدی نگاہوں سے ضرور دیکھتا ہے۔ کوشلیا تو پھر ایک حسین اور جیتا جاگتا مجسمہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم میرا مقصد سمجھ گئے ہو۔"

"کیا تم آصف کی ماں اور بہن کے سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے؟"

"تم بھول رہے ہو رفیقی۔ میں نے تم سے ایک بار پہلے بھی کہا تھا کہ میرے اشارے پر عمل کرتے رہو اور ہر غم سے آزاد ہو جاؤ۔ میں تمہاری ہر خواہش پوری کر سکتا ہوں مگر۔" وہ مسکرا کر فضا میں تحلیل ہو گیا۔

* —— * —— *

کمرے میں سراج اور آصف کے علاوہ کوئی چوتھا آدمی نہیں تھا۔ ہماری ملاقات ساحلی علاقے کی ایک دور دراز ہٹ میں ہوئی تھی جس کا فیصلہ میں نے رات ہی سراج سے مل کر طے کر لیا تھا۔ یہ ہٹ میرے ایک غیر ملکی واقف کار کی تھی جو ان دنوں ملک سے باہر گیا ہوا تھا۔

"کیا تم کھل کر ہمیں سلمان قیصر کے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟" میں نے گفتگو کی ابتدا کی۔

"مجھے جو کہنا تھا وہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔" وہ رکھائی سے بولا۔ "اس میں کسی ترمیم یا اضافہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سلمان قیصر کو میں نے ہی رقابت کے جذبے کے تحت ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔"

"اور اب تم خوشی خوشی پھانسی کے پھندے پر لٹکنے کو آمادہ ہو۔" سراج نے کہا۔

"قسمت کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے۔"

"کیا تم نغمہ سے بھی محبت کرتے ہو؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"اب یہ سوال بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔"

"تمہارے علاوہ کچھ اور افراد بھی یقیناً نغمہ میں دلچسپی رکھتے ہوں گے؟" میں نے پوچھا۔

"میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں۔" اس نے شانے اچکا کر بیزاری کا اظہار کیا۔

"کیا تم صوفیہ نامی کسی کلب ڈانسر سے بھی واقف ہو؟" اس بار میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے سوال کیا۔ میرے منہ سے صوفیہ کا نام سن کر اسے ایک لمحے کو حیرت ہوئی تھی لیکن اس نے جلدی ہی خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"صوفیہ۔ یہ نام میں نے شاید کبھی اخبار میں ضرور پڑھا تھا۔"

"ساحلی علاقوں کی تفریح گاہوں سے کوئی دلچسپی رکھتے ہو؟" میں نے دوسرا زاویہ اختیار کیا۔

"بہت زیادہ شوقین نہیں ہوں۔" اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"آثار قدیمہ کے کھنڈرات کے بارے میں تمہاری ذاتی رائے کیا ہے؟"

"وقت کی بربادی اور پیسوں کی فضول خرچی۔" اس نے حقارت سے جواب دیا۔ "ہم جو اپنی آج کی تہذیب کا خیال نہیں رکھتے اپنی حالت اور معاشرے کی زبوں حالی کو ختم کرنے

aazzamm@yahoo.com